

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند نمبر ۲۰)

تاریخ مگدھ

(یعنی صوبہ بہار کی مکمل تاریخ)

جس میں ۶۴۲ قبل مسیح علیہ السلام سے ۱۹۴۳ء (۱۳۶۲ھ) تک
تمام تاریخی واقعات و حالات مستند کتب و تاریخ سے اخذ کر کے
مسلل اور مکمل طور پر اصل ماخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل وار
درج کیے گئے ہیں۔

954-16

Fas

مرتبہ

مولوی بیچ الدین بلخی صاحب عظیم آبادی

ریونیو انسرو مجسٹریٹ ریاست سرگئیہ (اٹریس)

شائع کردہ ۱۹۴۳ء

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

۱۹۴۳ء



(۶) جس مندر میں قدم کے نشان کا پتھر ہو اس کے قریب تیس فٹ اوٹنچا ایک سنگی پایہ ہو۔ اس کا کتبہ بہت خراب ہو گیا ہو۔ اس کی عبارت کا خلاصہ یہ تھا کہ اشوک نے تین بار ستھم اعتقاد کے ساتھ جہوویپ (ملکت ہند کو ویدھسٹ) مذہبی مکان کے لیے نذر کیا۔ اور تین بار اپنا خاص خزانہ (یا قیمتی متاع) دے کر واپس لیا۔ (۷) قدیم شاہی محل (یعنی دارالحکومت) کے اتر میں ایک سنگی حجرہ تھا جو باہر سے پہاڑی کی طرح نظر آتا تھا۔ اور اندر کئی دس قدم کے برابر وسیع تھا۔ اشوک نے اس کو دیوتاؤں (یا جنوں) کے ذریعے سے اپنے چھوٹے بھائی مہندر کے لیے بنوایا تھا۔ جو تارک الملک دنیا فقیر تھا۔

(۸) قدیم محل (دارالحکومت) سے اتر اور جہنم سے (جس کا ذکر نمبر ۳ میں کیا گیا) دکھن میں ایک بڑا پتھر کا نادر تھا۔ جس میں کھانا رکھ کر فقروں کو دینے کے لیے اشوک نے دیوتاؤں سے بنوایا تھا۔

(۹) قدیم دارالحکومت سے دکھن پچھم چٹانوں کا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جس کے ترچھے کناروں میں دس بیس حجرے ہیں۔ جن کو جنوں نے اپاگپتا اور دوسرے ارہٹ (درویشوں) کے لیے بنایا تھا۔ اس پہاڑ کے ایک جانب ایک قدیم عمارت (منارہ) کی سنگی نیروں اور ایک تالاب تھا جس کا لہرنا ہو پانی آئینے کی طرح صاف تھا۔ دُور و نزدیک کے لوگ اس کو مقدس پانی کہتے تھے۔ اور اس کو پینے یا اس سے غسل کرنے سے گناہ کا غبار دُھل جاتا تھا۔

(۱۰) اس چھوٹی پہاڑی سے دکھن پچھم پانچ استوپ تھے جن کی ساخت

۱۔ اس کے بعد مہند کے نقیر جو لے کا سبب اور پہاڑی اور حجرے کی تعمیر کا حال ہے۔ تعمیر کی کیفیت کسی قدر ناہیان کے بیان میں مذکور ہو چکی ہے۔ اس لیے اس کو مکرر لکھنا ضروری نہیں۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	صفحہ	مضمون	صفحہ	نمبر شمار
	۷	مقدمہ	۷	۸
		باب اول		
		ابتدائی حالات اور ۱۹۲۲ء ق م سے		
		نندگان کی حکومت ۱۹۳۱ء ق م تک		
۱	۹	ابتدائی حالات	۱۱	۱۱
۲		مگدھ کے راجا جرانند کے متعلق	۱۱	۱۲
		مہابھارت کا بیان		
۳	۱۲	مسلمانوں کی تاریخوں میں بعض	۱۲	۱۳
		روایتیں		
۴	۱۳	راجا سین ناگ ۱۹۳۲ء ق م	۱۳	۱۴
۵	۱۴	راجا بھیم پارس ۱۹۳۵ء ق م	۱۴	۱۵
۶		بہاتاگو تم بدھ		
۷		جین دھرم کے بانی مہابیر جی		
	۱۶	کا حال	۱۶	۱۷
		۱۷		

کے آئین والا استوپ کہلاتا تھا۔

(۱۴) شہر کے دھن چھم کو لے سے دوسوئی سے کچھ زیادہ فاصلے پر ایک قدیم سنگرام کی بنا اور ایک استوپ تھا۔ یہ اس جگہ پر واقع تھے جہاں گزشتہ چار مہینے اور ریاضت کرتے تھے۔

مندرجہ بالا بیان طاس ویٹس کی کتاب ان دی ٹریولس آف یوان چوان (مطبوعہ روائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۵ء جلد دوم صفحہ ۸۶ تا ۱۰۵) سے جو اس بارے میں سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے ترجمہ کیا گیا۔ ڈاکٹر ویڈل نے اس چینی جاتری کا بیان جو اپنی رپورٹ ڈسکوری آف دی اکرنگٹ سائٹ آف پاٹلی پتر (مطبوعہ ۱۸۹۲ء) میں نقل کیا ہے۔ بظاہر سٹریبل کے ترجمے سے ماخوذ ہے مقابلہ کرنے پر بعض جگہ خفیف فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن مطالب کے اعتبار سے چنداں اختلاف نہیں۔

۱۵۱. اشوک کا جہنم

یوان چوانگ کے بیان میں (نمبر ۳ میں) اشوک کے جہنم ہونے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ روایتوں کے مطابق راجا اشوک بوڈھ دھرم اختیار کرنے سے پہلے بہت ظالم تھا۔ تخت نشینی کے بعد ہی اس نے لوگوں کو عذاب ملے اس کے بعد اسو گھوش نامی بدھٹ کا ایک برہمن کو مناظرے میں شکست ناش دینا مذکور ہے۔ اسے کتاب دیو یہ اودانہ میں مذکور ہے کہ اشوک نے اپنے محل کی پان سو عورتوں کو آگ میں جھونکے ہلاک کیا تھا۔ اس کے وزیر انورودھ نامی نے اس کو متنبہ کیا کہ یہ حرکت راجا کے شایان نہیں۔ بہتر ہے کہ یہ کام باضابطہ طور پر کسی ملازم کے سپرد کیا جائے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۴ پر)

کچھ نظر نہیں آتی۔ صرف نیچے کا حصہ باقی ہو جو ابھر نظر آتا ہو۔ کچھ فاصلے سے دیکھنے میں یہ پہاڑی کے طور پر نظر آتے تھے۔ بعد کو لوگوں نے ان کے سرے پر دوسرے چھوٹے استوپ بنوائے۔ ہندستان کی کتابوں کے مطابق جب اشوک نے چودہویں ہزار استوپ بنوائے قدیم یادگاروں میں پانچ چیزیں (شینگ) موجود تھیں جن میں سے ہر ایک (شینگ) کے لیے اس نے ایک عالی شان استوپ بنایا جو دوسری جگہوں کے استوپ سے عمدہ تھا۔ مذہبی اعتقاد نہ رکھنے والوں نے یہ بے ثبوت بات بیان کی کہ ان پانچ استوپوں میں نندراجا کے سات قیمتی مال (خزانے) تھے۔ اس کے بعد ایک بد مذہب راجا اپنی فوج لے کر آیا کہ خزانہ کھود کر نکال لے لیکن زمین کو زلزلہ ہوا۔ آفتاب پر تاریکی چھا گئی۔ استوپوں سے گرج پیدا ہوئی۔ سپاہی مردہ ہو کر گر پڑے۔ اور ہاتھی گھوڑے بھاگ گئے۔ اس کے بعد سے کوئی اس کا لالچ نہ کر سکا۔

(۱۱) قدیم شہر سے دکن پورب کوتا (یا کوکوتا یعنی مڑھا) منگرام تھا۔ یہ منگرام بھی اشوک کا بنوایا ہوا تھا۔ یہ بھی منہدم ہو گیا صرف نیویاتی تھی۔ اشوک نے بوودھرم اختیار کرنے پر یہاں ایک ہزار بدھسٹ درویشوں اور راہبوں کی مجلس منعقد کی اور ان کے رتبے کے لحاظ سے ان کی ضروریات مہیا کر دیں۔

(۱۲) کوکوتارا (منگرام) کے ایک جانب بڑا استوپ تھا جس کو آملک استوپ کہتے تھے۔ آملک (آملہ) ایک پھل کا نام ہو جو ہند میں دوا کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

(۱۳) آملک استوپ سے اتر پچھم ایک منگرام میں استوپ تھا جو گھنٹا بجا کر بلانے

(۶) راجا ارجن ۴۸-۶۴ء اور چین کا دوسرا وفد

راجا ہرشہ کے لادلد مرے نے پراس کا وزیر ارجن (آردن آسوہ) حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسی زمانے میں بودھ دھرم کی اشاعت کے سلسلے میں شہنشاہ چین کی طرف سے دوسرا وفد ہندستان پہنچا۔ ارجن نے ان کو مخالف سمجھ کر قتل کرایا اور ان کا سارا مال لوٹ لیا۔ صرف وینگ ہوین ٹسی (WANG HIUENTSE) سرگروہ قافلہ جو سابق وفد کے ساتھ بھی ہرشہ کے زمانے میں آچکا تھا کسی طرح بھاگ کر نیپال پہنچا۔

(۷) ترہت کا محاصرہ ارجن کی گرفتاری اور نیپالیوں کا راج

جب شہنشاہ چین کے وفد کی تباہی کا حال نیپال اور تبت میں معلوم ہوا۔ تبت کا راجا سرونگ ٹان گپٹو جس نے شاہ چین کی لڑکی سے شادی کی تھی چنیوں کا مددگار بن گیا۔ اور اپنے پاس کے بارہ سو منتخب سپاہیوں کے علاوہ نیپال کے راجا سے جو اس کا ماتحت تھا، سات ہزار فوج لے کر ان کے ساتھ کر دی۔ اس فوج کی معیت میں وینگ ہوین ٹسی نے کوہ ہمالہ سے اتر کر ترہت کا محاصرہ کیا اور تین دن تک تمام علاقوں میں غارت گری کی۔ ارجن کے تین ہزار سپاہی قتل ہوئے اور دس ہزار کے قریب بندیوں میں ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ ارجن نے دوسری

(صفحہ ۲۸۸ کا بقیہ نوٹ) 'BUDDHIST RECORDS OF THE WESTERN

صفحہ ۸۶ بک ۷ میں بھی یہ بیان ہے۔

WORLD BOOK VII P. 86

لہ شہر لہار (تبت) اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس نے ہندستان سے برہمنوں کو بلوا کر تبت کی زبان کے حروف تہجی تہووی کرائے (ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۲۱۰ء)

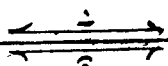
دینے کے لیے ایک جہنم یا قید خانہ بنوایا، جو بلند دیواروں سے محیط تھا۔ اور اس کے ہر کونے پر ایک عالی شان منارہ تھا۔ بظاہر تالاب و باغ وغیرہ سے اس کو دل کش بنایا تھا اور اس کے ساتھ جہنم کے مانند اس میں ایذا پہنچانے کے سامان یعنی دہکتی ہوئی آگ کا تنور اور لوک دار اور تیز دھار کے آلاتِ جراحت وغیرہ جمع کیے تھے اور نہایت جستجو کے بعد چند گیری نامی ایک مہیب اور شہید آدمی کو اس جہنم کا داروغہ مقرر کیا تھا۔ ابتدا میں صرف مجرموں کو سزائیں دی جاتی تھیں لیکن بعد میں اگر کوئی بھولا بھٹکا دھوکے سے آجاتا تھا تو وہ بھی ہلاک کیا جاتا تھا۔ اور چون کہ اندر آکر کوئی شخص واپس جانے نہ پاتا تھا اس لیے یہاں کا بھید نہ کھلتا تھا۔ چند گیری نے بہت لوگوں کو کھولتے پانی میں ڈال کر آگ میں جلا کر کچل کر اور طرح طرح کی ایذائیں دے کر ہلاک کیا تھا۔ اتفاقاً سمدرا نامی ایک سرمہ (درویش) دھوکے سے یہاں آکر گرفتار ہو گیا۔ داروغہ نے اس کو کھولتے پانی میں ڈال دیا لیکن وہ پانی سر ہو گیا۔ اور سرمہ کنول کے تخت پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ داروغہ نے اشوک کو اس عجیب واقعے کی خبر دی اور اشوک نے خود آکر اس معجزے کا مشاہدہ اور اعتراف کیا جب اشوک واپس جانے لگا، داروغہ نے اس کو یاد دلایا کہ قاعدے کے مطابق کوئی شخص یہاں آکر زندہ واپس نہیں جاسکتا ہے۔ اشوک نے اپنے بنائے ہوئے قاعدے کا احترام کیا اور حکم دیا کہ چند گیری جو خود اس کے قبل سے یہاں موجود ہے، پہلے ہلاک کیا جائے۔ چند گیری تنور میں جلا کر خاک کیا گیا اور اس کے بعد اشوک نے اس جہنم کو سمار کر ادیا اور اپنے قانونِ تعزیرات میں بھی اس قدر سختیاں لکھیں۔

(صفحہ ۸۱ کا بقیہ نوٹ)۔ اس پر اشوک نے جیل خانہ جو آرزو غذاب دینے کا باقاعدہ انتظام کیا۔

۱۷ ان دی ٹریولس آف یوان چوانگ صفحہ ۹، تا ۹۰ سے ماخوذ ہے۔ سمدرا نامی سرمہ کے متعلق معجز

کا بیان بھی چینی سیاح نے اپنے عقیدے کے مطابق یا اس نے جو دوسروں سے سنا ہوگا لکھ دیا۔
(بقیہ صفحہ ۸۳ پر)

لاشیرازہ بکھر گیا تھا۔ اور ایک زمانے تک اشوب و غم کی سی کیفیت رہی۔ اسی برس کی مدت میں جہاں جس کی بن آئی وہی قتلہ لوگوں نے اپنا دخل جایا۔ اس زمانے میں مگدھ کے متعلق ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہو کر اٹلگ یا ایچنگ (ITSING) نامی چینی سیاح و عالم نے ۶۳۵ء سے ۶۴۵ء تک نالندہ میں قیام کر کے سنکرت (پالی) زبان اور بودھ دھرم کی کتابوں کا درس حاصل کیا۔ اس نے گردھا کوٹا پہاڑی (راج گیر) بودھ گیا، دیپالی اور (ترہت) وغیرہ کی بھی سیر کی تھی۔ یہ بھی یوان چوانگ سے کسی طرح کم شہرت نہ رکھتا تھا۔ اس کی کتاب ہندستان اور ملایا (جزیرہ) میں بودھ دھرم کا رواج کے نام سے موجود ہے۔ جس کا انگریزی ترجمہ سٹرٹاکسو (MR TAKAKUSU) نے ۱۸۹۶ء میں اکسفورڈ میں شائع کیا ہے۔ ایچنگ نالندہ سے بعض قلمی کتابیں (بودھ دھرم کے متعلق) اپنے ساتھ چین لے گیا تھا۔ امدان میں سے کئی کتابوں کا اس نے ترجمہ بھی کیا تھا۔



۱۔ جنرل کننگھم کا انڈین جیوگرافی آف انڈیا۔ سٹرٹاکسو کا ترجمہ شائع ہونے کے قبل مرتب ہوئی تھی اس لیے اس میں اس کا کچھ حوالہ نہیں۔

فوج جمع کر کے پھر مقابلہ کیا۔ لیکن پھر اس دفعہ ایسی شکست فاش نصیب ہوئی کہ اس کے کئی ہزار سپاہی مارے گئے اور یہ خود بھی اپنے تمام اہل و عیال اور بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ اور تیس ہزار گھوڑے اور مویشیوں کے علاوہ ارجن کے پانچ سو اسی قصبے بھی نیپالیوں کے قبضے میں آ گئے۔ کامروپ کا راجا کار بھی نیپالیوں کا طرف دار ہو گیا تھا۔ اس فتح کے بعد وینگ ہون ٹسی ارجن کو زنجیروں میں جکڑ کر چین لے گیا۔ اور اس کے صلے میں انعام حاصل کیے۔ بعد کو جب ۶۶۵ء کے قریب شاہ چین تائی سونگ (TAI SONG) مرا تو اس کے مقبرے کے در و دیوار پر تبت کے راجا سرون شان گپو اور راجا ارجن کی تصویریں منقش کی گئیں۔

ترہت کے علاقے ۶۶۳ء کے قریب تک تبت کی حکومت میں رہے۔ وینگ ہون ٹسی نے پھر تیسری بار ۶۶۵ء میں ہندستان آکر گدھ میں بودھ دھرم کی زیارت گاہوں کی زیارت کی۔ اور بودھ گیا وغیرہ میں تیرتھ کر کے شہنشاہ چین کے حکم کے مطابق پوشاک نذر کی۔

(۸) ۶۵۰ء سے ۶۷۳ء تک عام کیفیت

راجا ہرشہ کے مرنے پر ارجن کی غاصبانہ حکومت اور نیپالیوں کا اس کو گرفتار کر کے لے جانا اوپر مذکور ہوا۔ حقیقتاً ہرشہ کے بعد حکومت

۱۵ اری ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۶۹ و ۳۸۱ء تحفہ کرنل ویڈل مندرجہ پرچہ ایشیا نمک

کوادرٹلی ریلوے بابت جنوری ۱۹۱۱ء۔

اس کی وجہ تسمیہ تو صحیح معلوم نہیں، لیکن رگ وید میں مقام کیکٹ (KAKTI) کو غیر ایرمین (یعنی اصلی باشندوں) کا ملک اور اس کے حکمران کو پرگندہ لکھا ہے اور کیکٹ سے یہی مگدھ دیس مراد ہے۔ اس لیے قیاس کیا گیا ہے کہ مگدھ کو مگندہ کے نام سے کوئی نسبت ضرور ہے۔

جس جگہ موجودہ قصبہ بہار ہے، سابق میں یہاں ایک بستی تھی جو اوندیوڑیا اتنت پوری کہلاتی تھی۔ طبقات ناصری میں سلطان شہاب الدین غوری کے مفتوحہ ممالک کی فہرست میں اوند بہار بھی لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اوند نام غیر معروف نہ تھا۔ بہر کیف شہنشاہ کے قریب راجا گوپال نے یہاں ایک بڑا دیہارہ بنوایا اور اس کے بعد اس خاندان کے اور راجاؤں نے وقتاً فوقتاً اسی قصبے کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ اور دیہارے کی تعمیر میں بھی اضافہ کیا۔ انھی دیہاروں کے سبب قصبے کا نام دیہارہ (بہار) ہو گیا۔ اور دار الحکومت ہونے کے سبب تمام مگدھ پر اسی نام کا اطلاق ہو گیا۔ یہ بتانا دشوار ہے کہ پال خاندان کے کس راجا کے زمانے میں یہ نام قطعی طور پر مشہر ہو گیا۔ کیوں کہ دس گیارہ صدیوں تک تاریخی طور پر مستقل نام بہار ہونے کے بعد بھی کہیں دیہاتوں میں اس کو مگدھ بولتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہار نام ہونے کی ابتداء راجا گوپال کے دیہارے بنوانے کے بعد ہی سے ہے۔

اس صوبے میں اسلامی حکومت کا آغاز چھٹی صدی، ہجری بارہویں صدی

۱۷ نوٹ انٹنٹ بیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۱۸ (حوالہ ۱۴ء ۵۳۰ء) RIG VEDA III

KIKITAH MAGADHAHVAYAH ABHIDHANA

CHINTAMANI IV. 261

۱۷ اربھہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۳ تا ۱۴

باب ششم

پال خاندان کی حکومت ۳۰-۴۴ تا ۱۱۹۷ء

۱۱) راجا گوپال ۳۰-۴۴ تا ۷۸۵ء

عرصہ دراز تک کوئی باضابطہ حکومت نہ رہنے پر ۷۸۳ء سے ۷۸۷ء کے درمیان بنگالہ میں گوپال نامی ایک ذی اقتدار شخص کو لوگوں نے اپنا سرور مانا۔ گوپال بڑا دھرم دھرم کے ساتھ غلور رکھتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے مگدھ پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اودند پور (موجودہ قصبہ بہار) میں بڑا دیہارہ تعمیر کرایا۔ گوپال نے پینتالیس سال حکومت کی۔ اس کے متعلق یہ بھی معلوم ہے کہ راجپوتانہ کے ہمارا جانے ایک بار اس کو ہزیمت پہنچائی تھی۔

۱۲) مگدھ کا نام بہار ہونا

چین کے جاتریوں کے بیانات سے اور تمام تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ ساتویں صدی عیسوی تک اضلاع پٹنہ و گیا کی سرحدیں کو مگدھ ہیں کہتے تھے۔

۱۷) اری ہسٹری آف انڈیا ص ۱۳۳-۱۳۴ جزل سنگھ یوان چوانگ کے بیان سے مگدھ کے مغربی حدود

کرمناسہ ندی (ضلع شام آباد تک قیاس کرتے ہیں) (صفحہ ۱۵۱۹) انڈیا جیوگرافی آف انڈیا

تھیں، اسی راجا نے تعمیر کرایا۔ یہ مقام گنگا کے داہنی طرف ایک پہاڑی پر واقع تھا۔

(۴) راجا دیوپال اور اس کے ورثا ۱۱۵۷ء تا ۱۱۹۰ء تخمیناً

دھرم پال کے بعد دیوپال راجا ہوا۔ پال خاندان کے راجاؤں میں یہ بڑا نام ور راجا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سپہ سالار لاؤ سین نامی نے آسام اور کلنگا کو فتح کیا۔ دیوپال موڈگ گیری (یعنی موجودہ مونگیر) میں بھی دربار کرتا تھا۔ گیوں کہ یہاں سے جاری کیا ہوا اس کا ایک فرمان پایا گیا ہے۔ یہ سخت متعصب بھی تھا۔ بودھ دھرم کے ساتھ غلو رکھتا تھا۔ اس نے اس دھرم کے نہ ماننے والوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور ان کے چالیس قصبوں کو خراب کر دیا۔ دیوپال نے اڑتالیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد اس کے پانچ جانشین اور بتائے جاتے ہیں جن کا حال اب تک تحقیق نہیں ہوا۔ انہی کے زمانے میں ایک پہاڑی قوم نے بھی خود سر ہو کر حکومت کی۔

(۵) کبوجہ راجا کا ذکر

پال خاندان کی حکومت کے زمانے میں پہاڑی علاقوں کے باشندوں نے خود سر ہو کر اپنی قوم کے ایک سردار کو راجا بنایا جو کبوجہ راجا کے نام سے مشہور تھا۔ لہٰذا یہ جگہ ہنوز شناخت میں نہیں آئی ہے۔ لیکن بعض مؤرخوں نے جن میں ڈاکٹر اسمتہ بھی ہیں قیاس کیا ہے کہ بھائل پور سے بارہ کوس پورب میں پتھر گھاٹ میں بکرم سیلا کی عمارتیں تھیں۔ (ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۱۴) پتھر گھاٹ کے متعلق انٹینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۴۶ دیکھنا چاہیے۔

عیسوی کے آخر زمانے میں ہوا، اور مسلمانوں کی تاریخ میں سوائے بہار یا صوبہ بہار کے گدھ کا کہیں نام نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے آنے سے پہلے گدھ کا نام تبدیل ہو کر بہار ہو چکا تھا۔ طبقات ناصری جو ۱۵۵۶ء کے قریب لکھی گئی اس میں گدھ کا نام نہیں پایا جاتا۔ اس میں لکھا ہے کہ ”تمامت آل حصار و شہر مدینہ بود و بہار بلخت ہندی اسم مدرسہ باشد“

(۳) راجا دھرم پال ۱۷۸۶ء تا ۱۸۵۰ء

گوپال کے بعد دھرم پال راجا ہوا۔ اس کی مدت حکومت چونٹھ سال بیان کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سمٹھ کے خیال میں تیس سال سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر موصوف نے تارا ناتھ (تبت کا مورخ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ دھرم پال نے اپنی حکومت کو خلیج بنگالہ کے ساحل سے دہلی اور جالندھر (پنجاب) تک وسعت دی۔ اور قنوج کے راجا اندر کو بے دخل کر کے چکر پودھ کو تخت نشین کیا۔ اور دوسرے راجاؤں نے بھی اس کا استصواب کیا۔ بھاگل پور اور خالم پور میں دھرم پال کے فرمان کے متعلق تانبے کی دو تختیاں بھی پائی گئی ہیں۔ ۱۷۸۶ء کے قریب اس راجا نے پاٹلی پتر میں دربار بھی کیا تھا اور پندرہ روزہ ان میں اچار مواضعات بطور جاگیر دیے تھے جس کا فرمان پاٹلی پتر ہی سے جاری کیا تھا۔ بکرم سیلا کا وہ بہارہ جس میں ایک سوسات مخدر اور چار مذہبی تعلیم گاہیں شامل

۱۷ جنرل کننگھم پندرہ وہان کو ضلع پینا میں بتاتے ہیں اور ڈاکٹر فرگسن اس کو ضلع رنگ پور میں ٹھہراتے ہیں۔ (الہ دی ٹریولس آف یون چوانگ صفحہ ۱۸۵)

کے مشہور راہب ایتھ نامی کے ساتھ ایک مذہبی جماعت کو تیت بیچ کر دھرم کی مزید اشاعت کی۔ اس کی مذمت حکومت صحیح معلوم نہیں۔ اس کے بعد اس کے بیٹے وگڑ پال نے سنہ ۱۰۸۲ء تک حکومت کی۔ اس نے چھیدی خاندان کے کرن نامی راجا کو ایک بار شکست بھی دی تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے جن کے نام ہی پال دوم اور سورپال دوم اور رام پال تھے۔

(۸) ہی پال دوم ۱۰۸۰ء تا ۱۰۸۲ء

ہی پال دوم نے تخت نشین ہو کر اپنے دونوں بھائیوں یعنی سورپال دوم اور رام پال کو مقید کیا اور حکومت کا نظم بھی درست نہ رکھا۔ اس کے مرنے پر تدبیر سے ملک میں بغاوت کے اسباب پیدا ہوئے۔ شمالی ہنگالہ کے چاسی کیورت یا ماہیشیا کے ایک سردار دیوا دیوکا نامی نے باغیوں کی مدد سے ہی پال کو قتل کیا اس کے بعد حکومت انھی باغیوں کے قبضے میں آگئی۔ دیوکا کے بعد اس کے بھتیجے بھیم نامی نے علاقہ ورنڈر (بارند) میں اپنی حکومت قائم کی لیکن اس کو بھی قیام نہ ہوا اور بالآخر رام پال نے ان کا خاتمہ کیا۔

(۹) راجا رام پال ۸۲-۱۰۸۴ء تا ۱۱۳۰ء

ہی پال اور دیوکا اور بھیم کے ہنگامے میں رام پال نے کسی طرح قید سے

لہ اری ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۱۶-۴۱۷ء۔ دنداب باند کھلتا ہو۔ ورنڈر میں اضلاع راج شاہی۔ بالہ۔ وینا پور۔ رنگ پور۔ بوگرا اور پٹیا شامل تھے۔

اس کی حکومت کا پتہ دینا چور میں پتھر کے پلے پر ایک کتبے سے دریافت ہوا ہے جس میں ۱۷۷۶ء درج ہے۔ جو ساکسن ہونے کی صورت میں ۱۷۷۶ء کے برابر ہوتا ہے۔ پال خاندان کے نويس راجا ہی پال نے کمبوجہ کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

(۶) ہی پال (اول) ۱۷۸۰ء تا ۱۸۰۳ء تخمیناً

دیو پال کے جانشینوں کے بعد اس خاندان کا نوں حکمران ہی پال بڑا مشہور راجا ہوا۔ ۱۷۸۳ء کے قریب چولا خاندان کے راجا راجندر نے جس کا دارالحکومت کانچی (مدراں کے قریب دھن میں) تھا۔ ہی پال کی مملکت پر چڑھائی کی لیکن کوئی ہزیمت نہ پہنچا سکا۔ ۱۷۸۳ء میں ہی پال کے زمانے میں بودھ دھرم کی اشاعت کے لیے پنڈت دھرم پال کے ساتھ گدھ (بہار) سے ایک مذہبی جماعت تبت کو روانہ ہوئی اور انھی کی سعی سے تبت میں بودھ دھرم کی از سر نو نشوونما ہوئی۔ اس راجا کے زمانے کی کتابوں میں سرناٹھ (بنارس کے قریب) کا کتبہ ۱۷۸۳ء سمیت بکرمی کا اور اس کے ۱۷۸۳ء کا کتبہ مقام باگھورہ (کیلا ضلع ٹبرہ) میں اور دو پتیل کی مورتیوں پر ۱۷۸۳ء جلوس کے کتبے ضلع مظفر پور میں پائے گئے ہیں۔

(۷) راجانیپال اور وگرہ پال سوم ۱۸۰۳ء تا ۱۸۰۸ء

ہی پال کے بعد نیپال راجا ہوا۔ اس نے بھی ۱۸۰۳ء کے قریب گدھ (بہار) کے بکرمی سیلا و بہارہ (جس کا ذکر دھرم پال کے حال میں کیا گیا ہے)

راجا حکومت کرتا تھا اور ۱۱۹۷ء میں اندر من دیو پال مگدھ بہار کا حکمران تھا۔ مونگیر کا قلعہ اسی کا بنوایا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ پال خاندان کے آخر زمانے میں بنگالہ کے سین خاندان کے راجاؤں نے پال راجاؤں کو بنگالہ کے اکثر علاقوں سے بے دخل کر دیا تھا۔ لیکن مگدھ (بہار) اور مونگیر کے اطراف میں تمام علاقے محمد بن بختیار خلجی کے حملوں کے قبل تک پال خاندان کی حکومت میں تھے۔ پال خاندان کی حکومت میں بودھ دھرم کی درس گاہیں خوب آباد رہیں۔ اس زمانے میں دھامن اور دیو پال نامی مصوری، بہت تراشی اور پتیل کی مورتیاں ڈھال کر بنانے میں کمال رکھتے تھے۔

محمد بن بختیار خلجی کے حملوں کے وقت اندر من دیو پال خائف ہو کر بھاگ گیا اور بنگالہ کے پار کسی جگہ روپوش رہا۔ اسی کے بعد سے صوبہ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔

۱۱۱۱ بنگالہ کے سین راجاؤں کا مختصر حال ۱۰۵۷ء تا ۱۱۹۹ء (تختینا)

بہار میں پال خاندان کی حکومت کے استیصال کے بعد ہی محمد بن بختیار خلجی نے بنگالہ کے سین خاندان کی حکومت کا استیصال کر کے شہر لکھنؤ کو دارالحکومت قرار دیا۔ سین خاندان کے راجا تختینا ستوبرس نے بنگالہ کے اکثر حصے پر قابض تھے۔ بائی خاندان سامنت دیونسلہ برہمن تھے۔ ۱۰۵۷ء کے قریب دکن سے آکر اول سرن یکھاندی کے کنارے کاسی پور میں نامی بستی میں جو فی الحال ریاست

نکل کر خاندانی حکومت حاصل کرنے کے لیے ہر طرف معین و مددگار کی جستجو شروع کی۔ بڑی سعی کے بعد اس نے راشٹر کوٹ (دکن میں) کے راجا کو جس کے خاندان میں اس نے شادی بھی کی تھی، اور بعض دوسرے راجاؤں کو اپنا طرف دار بنایا۔ اور ان کی کمک سے بھی کمزور شدت دے کر قتل کیا۔ اس کے بعد ہی اس نے متھلا دیس (یعنی اہملا) چپارن و در بھنگد اور آسام کو بھی فتح کر لیا۔ یہ راجا بھی بڑا دھرم رکھتا تھا اس لیے اس کے زمانے میں گندھ (بہار) میں کاس دھرم والوں کے دیہارے اور عبادت خانے خوب آباد ہوئے۔

۱۰) پال خاندان کے آخری راجاؤں کا حال ۱۱۳ء تا

۱۱۹۷ء

رام پال کے بعد اس کا بیٹا کمار پال راجا ہوا۔ اس نے آسام کی حکومت اپنے ایک وزیر دیدیہ دیوانامی کو تفویض کی۔ ڈاکٹر اسمتھ لکھتے ہیں کہ تارا ناتھ (تبت کا مورخ) اور بعض بنگالی مصنفوں نے رام پال کو پال کا آخری راجا یا کم از کم آخری ذی اقتدار راجا لکھا ہے۔ لیکن بعض کتبے پائے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رام پال کے بعد اس خاندان کے پانچ راجا اور ہوئے۔ ڈاکٹر موصوف کا بیان بیشتر مسٹر آر ڈی بزمی کی تحریر پالا ز آف بنگال مطبوعہ پرچہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ جلد ۵ بابت ۱۹۱۵ء اور مسٹر ہرپشاد شاستری کی تحریر مندرجہ پرچہ بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی جلد ۵ حصہ دوم ۱۹۱۵ء اور مسٹر جے۔ ان۔ سمار کی تحریر (جو اسی پرچہ میں ہے) سے ماخوذ ہے۔ بہر کیف کمار پال کے بعد دور راجاؤں کے کچھ حالات معلوم نہیں۔ اس کے بعد ۱۱۷۵ء تک گوبند پال

باب ہفتم

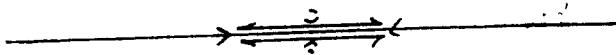
اقتلاع بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز

(۱) منیر و بہار میں مسلمانوں کی آمد

صوبہ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز محمد بن بختیار خلجی کی قیادت سے ہوا جو آئندہ اوراق میں مذکور ہے۔ لیکن بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن بختیار سے پہلے مسلمانوں نے یہاں قدم جمائے شروع کر دیے تھے۔ مقامی روایات کے مطابق منیر، منیر کو اول سلطان محمود غزنوی کے سپاہیوں نے فتح کیا۔ محمود غزنوی کی تارخوں میں کوئی ایسا واقعہ پایا نہیں جاتا لیکن ہندوستان پر اس نے جتنے حملے کیے ہر ایک کی مفصل کیفیت بھی کسی تاریخ میں مذکور نہیں۔ تاہم تاریخ سالار سعود غازی سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کے انتقال سے دو ایک برس پہلے اس کا ایک لشکر اس کے ایک بھانجے سالار سعود غازی کے تحت میں ہندوستان آیا۔ سالار سعود نے مقام مترکھ میں قیام کر کے مشرقی علاقوں پر چڑھائی کی۔ اکثر راجاؤں نے متحد ہو کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان میں بعض ایسے تھے جو پہلے سے سلطان محمود سے ربط رکھتے تھے اور بعض کو گمان تھا کہ ایک لشکر گران سعود کی کمک کے لیے غزنین سے روانہ

لے منیر عظیم آباد پٹنہ سے بارہ کوس بعیم شہور قصبہ ہے۔

مور بھیج میں کا سیاری کے نام سے مشہور ہو آباد ہوا۔ سامنت دیو اور اس کا بیٹا
ہمانت سین معمولی درجے کے سردار تھے۔ ہمانت سین کا بیٹا بھیجے سین ذی اقتدار
راجا ہوا۔ اس نے متلاء کے قریب پال راجا کے بعض علاقوں پر قبضہ کر کے
بنگالہ میں اپنی حکومت کو وسعت دی اور اپنی چالیس سالہ حکومت میں کلنگاؤں
اڑیسہ میں بھی رسوخ قائم کیا بھیجے سین کے بعد اس کا بیٹا بلال سین راجا ہوا۔
اس نے ہندوؤں کی قدیم ذات کی تقیم کو از سر نو رائج کیا اور بنگالہ کے شہر لکھنوتی
(گوڑنگر) کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ بلال سین کے بعد اس کا بیٹا لکھن سین راجا ہوا
اس نے طویل عمر پائی اور شہر ندیا کو اپنا ستقر بنایا۔ ۹۹ھ کے قریب محمد بن بختیار
نے اچانک اس کے محل پر قبضہ کیا۔ لکھن سین پریشان حال کسی طرح کشتی کے
ذریعے بھاگ کر بکرم پور (ضلع ڈھاکہ) چلا گیا لیکن اس کی عورتیں اور ملازم اکثر
گرفتار ہوئے اور بہت سال و متاع محمد بن بختیار کے ہاتھ آیا۔ ندیا کی فتح کے بعد
محمد بن بختیار نے لکھنوتی پر بھی قبضہ کر لیا جو کئی صدی بعد تک بہار و بنگالہ کے
لیے دار الحکومت تھا۔ طبقات ناصری میں لکھن سین کو رائے لکھینہ لکھا ہے۔ زائد
حال میں بعض مورخوں نے لکھن سین اور رائے لکھینہ کو دو جدا شخص قیاس کیا
ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔



ہست منقول از بزرگان سلف سال اُس "دین محمد شوقی"

ان سفینوں کے رؤسے حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار کے آٹے سے پہلے ایک مسلمان مومن عارف نامی منیر میں رہتا تھا جس کو راجا منیر سے سخت ایذا میں پہنچتی تھیں۔ مومن عارف نے تنگ آ کر مدینہ کی راہ لی اور وہاں جا کر حضرت تاج فقیہ کو اپنا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت تاج فقیہ جن کا اصل وطن خلیل الرحمن (ہبرون) (HEBRON) تھا ایک گروہ کو ساتھ لے کر عزین ہوتے ہوئے منیر پہنچے اور راجا منیر سے جنگ کر کے منیر پر قابض ہوئے۔

بہر حال اس زمانے میں مومن عارف یا کسی مسلمان کا باشندہ منیر ہونا اس طور پر قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ سعود غازی کے ساتھیوں میں سے کسی نے منیر اگر سکونت اختیار کر لی تھی اور اسی کی نسل میں مومن عارف تاج فقیہ اور قطب سالار کے زمانے میں منیر کا باشندہ تھا۔ تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۵۳) میں مذکور ہے کہ "خواجہ عماد خلیجی جو سالار سعود کے ہم جد تھے اور محاربہ مجاہدانہ سالار سعود میں شریک تھے، ان کی اولاد پہراچ میں اب تک موجود ہے۔ اس بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

منیر کے رہنے والے ایک برہمن رجھان گیر نامی نے ایک دعوے کے

۱۔ وسیلہ شرف مولفہ شاہ فرزند علی صوفی صفحہ ۴۸۔ تذکرۃ الکرام مولفہ شاہ کبیر الدین احمد صفحہ ۶۷۔ ۲۔ آثار شرف مولفہ قاضی سید نور الرحمن صفحہ ۶۷۔ ۳۔ آخر الذکر کتاب میں مومن عارف کے بعد حایک کا اضافہ بھی ہے۔ ممکن ہے مومن عارف بجائے نام کے لقب ہو ۱۲۔ ۴۔ مولف وسیلہ شرف نے اس کو بیت المقدس کا ایک محل قیاس کیا ہے لیکن حقیقتاً یہ جگہ بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور مشہور زیارت گاہ ہے ۱۲۔

ہوا چاہتا ہو۔ بہر حال مسعود نے اکثر راجاؤں کو شکست دے کر ان کی متحدہ طاقت کا استیصال کیا۔ لیکن بالاخر خود بھی مقتول ہو کر بہرائچ میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد تقریباً ایک سو ساٹھ برس تک سلاطین غزنیں کا کوئی لشکر ادھر نہ آیا۔ سالار مسعود کے لشکر کا اطراف بنارس تک آنا صریح طور پر مذکور ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام اطراف میں کم تر کوئی مقام ہو گا جہاں ان سپاہیوں نے جنگ نہ کی ہو۔ سالار مسعود کے بعد اس گروہ کے پس ماندہ افراد مختلف اطراف میں منتشر ہو کر رہ گئے۔

چن چن مقاموں میں مسعود غازی کے سپاہیوں نے جنگ کی اور مقتول ہو کر مدفون ہوئے عام طور پر گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہیں۔ اطراف کرٹہ مانگ پور۔ غازی پور۔ سیوان (ضلع سارن) کے علاوہ خاص قصبہ منیر میں بھی ایسی جگہ موجود ہے جہاں اس واقعے کی یادگار میں سالار میلہ ہوا کرتا ہے جو غازی میاں کے نیلے کے نام سے مشہور ہے۔

منیر کے مخدوم زادوں کے سفینوں سے پایا جاتا ہے کہ ۵۶۷ھ (۱۱۷۸ء) میں حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار نے راجا منیر کو شکست دے کر منیر پر قبضہ کیا۔ قطب سالار کا مزار منیر سے دو میل پورب موضع جہداوان میں مسجد کے پس پشت میدان میں واقع ہے۔ اس جنگ میں جو مسلمان شریک تھے ان میں پچیس آدمیوں کے نام بھی سفینوں میں مذکور ہیں اور اس فتح کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

یافت چوں برار جہ منیر ظفر داد امام از دین جہانے رانوی

۱۷ خلاصہ تاریخ سالار مسعود غازی صفحہ ۵ تا ۱۲ اور مزید تحقیقات کے لیے مرآت مسعودی اور تاریخ ملاح محمد غزنوی دیکھنی چاہیے۔ منیر میں بڑی درگاہ کے احاطے میں ایک قبر کو لوگ سلطان محمود غزنوی کے کسی عزیز تلج الدین کھانڈگاہ (شاید خواندگاہ) کی قبر بتاتے ہیں لیکن اس کی تحقیق محال ہے۔

وہاں سے بعض مریدوں کے ساتھ پھر بادشاہ غزنی کے پاس آئے اور شاہی فوج کی معیت میں دوبارہ ہندستان آکر نواحِ دہلی میں مقیم ہوئے۔

۵۶۷ھ میں حضرت تاج فقیہ کا منیر فتح کرنا جو اُد پر مذکور ہوا تاریخی طور

پر بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ تاج فقیہ مخدوم یحییٰ منیری پدر مخدوم شرف الدین منیری کے جد تھے اور مخدوم شرف الدین منیری اور ان کے معاصرین کا زمانہ متعدد تاریخوں اور تذکروں سے ثابت ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مخدوم شرف الدین منیری کی ولادت ۶۶۱ھ میں ہوئی، اس لیے ان سے اوپر تین پشتوں (یعنی یحییٰ ابن اسرائیل ابن تاج فقیہ) کے لیے پچاسی برس کی مدت قرین قیاس اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال طبقاتِ ناصری (صفحہ ۱۲۰) کے رو سے سلطان شہاب الدین غوری نے بنارس تک فتح کیا اور تاریخی فرشتہ (جلد ۱ صفحہ ۹۵) میں مذکور ہے کہ اس سلطان نے "تا بلا دہنگالہ" فتح کر لیا۔

(۲) اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی ۵۹۰ھ تا ۶۰۲ھ (۱۱۹۲-۱۲۰۴ء)

پہلا شخص جس نے بہار و بنگالہ میں اسلامی حکومت قائم کی اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی تھا۔ محمد بن بختیار خلجی و غورو بلا دگر میسر کے اکابر میں تھلا تاش منصب میں اول سلطان معز الدین سام (شہاب الدین غوری) کے پاس غزنی میں حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے دہلی چلا آیا لیکن یہاں بھی حب مل خواہ کلام نہ بننے پر سپہ سالار ہزور الدین حسن ارنہ کی خدمت میں بدماؤں پہنچا۔ پھر

ثبوت میں عدالت میں ایک تانبے کی تختی پیش کی جس کی رو سے قنوج کے راجا گوہند چندر نے پٹالہ (یعنی پرگنہ) منیر میں پٹلی نامی ایک موضع ایک برہمن کو عطا کیا۔ اس لوح پر جو سنہ ۱۱۲۶ء کے موافق ہوتا ہے اور اس میں یہ فرمان درج ہے کہ اس حکم کے مطابق تمام مطالبات مع مال گزاری تجارتی محصول اور ٹرکوں کا محصول (غالباً جزیہ مراد ہوگا) جو تاحال تم ادا کرتے آئے ہو ادا کرنا۔ اس لوح کی رو سے ۱۱۲۶ء کے قبل ترک لوگ علاقہ منیر میں مال گزاری یا محصول (یا جزیہ) وصول کرتے تھے، اور یہ زمانہ محمد بن بختیار خلجی کی فتح سے چھیاٹھ برس قبل کا ہے، لہذا اس کتبے کے اعتبار سے بھی راقم کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

سلاطین غزنویہ کے عہد میں ایک مسلمان سیاح کا اس طرف سے گزرنا ایک اور روایت سے بھی دریافت ہوا ہے جو اس موقع پر تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۵۳) کے حوالے سے مختصر نقل کی جاتی ہے۔

”تذکرہ محاربہ مجاہدانہ امیر کبیر سید قطب الدین محمد فی جمعہ دہلی میں ہے اور وہ کتب خانہ اولاد سید فضل اللہ گوشائیں محلہ بارہ درہی من محلہ بہار سے ملا تھا۔ شخص اس کا یہ ہے کہ امیر کبیر موصوف حج کر کے جمعہ سے جہاز پر طبع بنگالہ ہو کر اس ملک میں داخل ہوئے اور براہ خشکی افغانستان ہو کر وطن جانے کے عزم سے کٹرہ مانک کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں ہندوؤں نے کچھ کچھ کہہ کر کہیں ٹھہرنے نہ دیا اور سخت ایذا پہنچائی، بالآخر کسی طرح براہ خشکی مدینہ واپس ہوئے، اور

۱۹۱۵ء میں گریزی ترجمہ ۱۹۱۵ء میں جرنل بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پریس بلڈ ۲ میں شائع ہو چکی ہے۔

کوئی ان کا مضمون نہ بتا سکا۔

فتح کے بعد محمد بن بختیار مال غنیمت لے کر سلطان قنسب الدین ایک کے پاس حاضر ہوا لیکن دربارداروں نے محمد کو کے سلطان کو اس کی بہادری کا استحقاق لینے پر آمادہ کیا۔ محمد بن بختیار نے ایک فیل مست سے مقابلہ کر کے گرز کی ایک ہی زد میں فیل کو بھگا دیا۔ سلطان نے خوش ہو کر اس کو انعام سے سرفراز کیا اور درباریوں نے یہ بھی انعام دلوائے۔ محمد بن بختیار نے تمام انعام کو اسی جگہ میں تقسیم کر دیا۔ اور پھر بہار واپس کر ایک لشکر فرما کر کے شہر ندیا (بنگال) پر چڑھائی کی اور سین خاندان کے راجا "لکھینہ" (لکھن سین) کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا اور شہر لکھنوتی (گوڑا) کو اپنا دارالسلطنت بنا کر سلطان دہلی کا ریکہ و خطبہ جاری کر کے تمام علاقوں میں مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، سرائیں اور سڑکیں بنوائیں اور کچھ مال غنیمت سلطان کے پاس روانہ کیا۔

شہاب الدین سہروردی مولف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ "بہار کی فتح کے وقت جب محمد بن بختیار قوت و دلیری سے دروازہ حصار تک پہنچا اہل فرغانہ سے دو فہیدہ شخص جن کے نام نصام الدین و مصمام الدین تھے (اور آپس میں بھائی تھے) اس معرکہ میں محمد بن بختیار کے ساتھ تھے انھی میں سے مصمام الدین نے فتح بہار کا چشم دید واقعہ ۶۷۲ھ میں لکھنوتی میں خود مجھ سے بیان کیا۔"

بنگال کی فتح کے چند سال بعد محمد بن بختیار نے کوچ بہار کی راہ سے ملک تبت پر چڑھائی کی۔ یہی پہلا شخص معلوم ہوتا ہے جس نے اس راہ سے تبت پر فوج کشی کی۔ اس ہم میں بعض و نوہ سے اس کو سخت ناکامی ہوئی۔ دس ہزار آدمیوں میں سے ہر ایک سو سو آدمی موتی کے ساتھ واپس آئے۔

کچھ عرصے کے بعد یہاں سے اودھ کی طرف اگر ملک حسام الدین اعلیٰ کا ملازم ہوا۔ اسی اثنا میں محمد بن بختیار نے گھوڑے اور ہتھیار فراہم کر لیے اور سلطان معز الدین سام کے مفتوحہ ممالک سے مقام سہلت و سہلی میں امرزپور کے قریب جاگیر بھی حاصل کر لی اور یہیں سے سنیر و بہار پر یلغار کر کے ال غنیمت حاصل کرتا رہا۔

اسی زمانے میں غورو خراسان و غزنی و مرو سے ایک جماعت ہندوستان آکر پراگندہ ہو رہی تھی۔ محمد بن بختیار کی شہرت سن کر اس کے پاس فراہم ہوئی اور محمد بن بختیار کو بھی ان کے آنے سے بڑی تقویت ہوئی۔ رفتہ رفتہ سلطان قطب الدین ایبک کو اس کی شہرت کا حال معلوم ہوا۔ سلطان نے اس کو اپنے پاس بلا کر بڑی عزت کی۔ اس عرصے میں بہار و بنگالہ میں لوگوں کے دلوں میں محمد بن بختیار کی جلالت کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ دو ایک برس اطراف سنیر و بہار پر چانک حملے کرنے کے بعد محمد بن بختیار نے حصار بہار کو فتح کر لینے کا تہیہ کر لیا، اور دوسو سواروں کو ساتھ لے کر غایت دلیری و بہادری سے جنگ کر کے قلعہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کا راجا اندر میں دیو پان بھاگ کر بھوش ہو گیا۔

طبقات ناصری کے مطابق اس وقت بہار کے اکثر باشندے ”سرمندے برہمن“ (یعنی بوزدھ و دھرم کے راہب) تھے جو اسی ”مردے“ میں قتل ہوئے۔ مسلمانوں نے دیہادوں میں بہت سی کتابیں پائیں اور بعض گروہ کو طلب کر کے ان کے مطالب کی تحقیق چاہی لیکن راہب قتل ہو چکے تھے۔ اس لیے

(۳) عزالدین محمد شیران ۶۰۲ھ تا ۶۰۵ھ (۱۲۰۴-۱۲۰۷ء)

تہمت کی ہم پر روانہ ہوتے وقت محمد بن بختیار نے اُمراء خلیج سے عزالدین محمد شیران اور اس کے بھائی احمد ایران کو کسی قدر فوج کے ساتھ لکھنوتی و جاجنگر کی طرف رخصت کیا تھا۔ محمد بن بختیار کی واپسی کے بعد جب اس کے حادثے کی خبر شہر ہوئی محمد شیران نے علی مردان کو اس کی جاگیر ناکوٹی میں گرفتار کر کے بابا اصفہانی کو قوال کے حوالے کیا۔ اس وقت تمام اُمراء اپنی اپنی جاگیروں پر متصرف تھے اور محمد شیران غلیبوں میں بزرگ تر تھا۔ اس لیے بھوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔

بگالہ کی فتح کے زمانے کا اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جس وقت محمد بن بختیار نے ندیا پر چڑھائی کی اس کے بعد محمد شیران تین دن مفقودالخبر رہا، اور تمام امراء کو اس کی سخت تشویش تھی۔ آخر معلوم ہوا کہ محمد شیران نے جنگل میں رائے لکھنڈ کے سترہ ہاتھیوں کو نفع فیل بانوں کے گرفتار کر رکھا ہے۔ اس وقت سواروں کو بھیج کر محمد شیران مع ہاتھیوں کے بلوایا گیا۔ محمد شیران کا باقی حال قائماز رومی کے حالات کے ساتھ مذکور ہوگا۔

(۴) قائماز رومی ۶۰۴ھ تا ۶۰۵ھ (۱۲۰۵-۱۲۰۶ء)

عزالدین محمد شیران کی حکومت کے زمانے میں علی مردان غلیب جس کو اس نے

محمد بن بختیار کی واپسی پر خلیجیوں کی عورتیں اور لڑکے جن کے قربت مند تلاف ہوئے تھے محمد بن بختیار کو میراہ گالیاں اور بدذمائی دیتے تھے اور اسی صدمے سے بیمار ہو کر اس نے ۶۰۲ھ میں انتقال کیا۔ مرنے سے پہلے کہا کرتا تھا کہ شاید ملک حسام الدین اغلبیک پر کوئی حادثہ ہو جاو اقبال نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ واقعی انھی دنوں میں ملک مذکور قتل ہوا تھا۔

طبقات ناصری میں ایک اور روایت یہ لکھی ہے کہ ”محمد بن بختیار کا ایک سردار علی مردان خلجی اپنی جاگیر سے دیو کوٹ آیا اور محمد بن بختیار کے مکان میں جہاں تین دن سے کوئی اس کو دیکھنے کو نہ گیا تھا داخل ہو کر اس نے اس کے منٹھ سے چادر اٹھائی اور خنجر سے اس کا کام تمام کیا۔“

محمد بن بختیار کی جسمانی ہیئت بھی غیر معمولی تھی۔ اس کے ہاتھ اس قدر لمبے تھے کہ کھڑا ہو کر ہاتھ چھوڑ دیتا تھا تو انگلیاں گھٹنوں کے نیچے تک پہنچتی تھیں۔ رائے لکھن سین کو برہمنوں نے پیشین گوئی کر کے ڈرا دیا تھا کہ اسی ہیئت کا ترک اس کی حکومت کا خاتمہ کر دے گا۔

۱۔ تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴ میں لکھا ہے کہ اس کا جنازہ بہار میں لا کر دفن کیا گیا۔ لیکن طبقات ناصری میں مدفن کا کوئی ذکر نہیں۔ قصبہ بہار میں محلہ عماد پورہ سے پچھم و دکھن جانب ایک کشادہ میدان میں گنبد نما عمارت ہے جس میں چند قبریں ہیں۔ بعض ذی علم مقامی بزرگوں کی تحقیق میں محمد بن بختیار انھی قبروں میں سے ایک قبر میں مدفون ہے۔ اس محلے کو نصیر پور بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ پورا بیان طبقات ناصری صفحہ ۴۶ تا ۵۷ اے ماخوذ ہے۔ ۱۲

اسی حالت میں ایک دن علی مردان نے سلطان تلج الدین یلدرز کی شکار گاہ میں اس کے ایک سرور سالار ظفر نامی سے کہا کہ اگر تم کہو تو ابھی ایک تیر سے سلطان یلدرز کو ہلاک کر کے اسی جگہ تم کو بادشاہ بناؤں۔ سالار ظفر نے ازراہ دانش مندی علی مردان کو اس حرکت سے باز رکھا اور شکار گاہ سے واپس جا کر دو گھوڑے حوالے کر کے اس کو ہندستان واپس بھیج دیا۔ اس کی واپسی پر قطب الدین ایبک نے اس کو ممالک لکھنوتی (بہار و بنگالہ) کی حکومت پر مامور کیا۔ اس کے واپس آنے کی خبر پا کر حسام الدین عوض حسین نے کوسی ندی تک آکر اس کا استقبال کیا۔ سلطان قطب الدین ایبک کی زندگی تک علی مردان نے اس کی اطاعت کی لیکن شہید میں سلطان ایبک چمکان بازی میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس وقت علی مردان بھی خود سر بن بیٹھا اور اپنا لقب سلطان علماء الدین رکھ کر خطبہ دینے جاری کیا۔ آخر اس کے غرور و تعدی سے آزرہ ہو کر امراے خلج نے سازش کر کے اس کو مار ڈالا۔

(۶) حسام الدین عوض حسین ملقب سلطان غیا الدین

عوض حسین خلجی ۶۰۸ھ تا ۶۲۴ھ (۱۲۱۰-۱۲۲۶ء)

ملک حسام الدین عوض حسین ابتدا میں علاؤ گنگو تری کا جاگیردار تھا۔

قید کیا تھا کسی طرح کو تو ال کو سازش میں لاکر قید سے نکل بھاگا اور دہلی پہنچ کر سلطان قطب الدین ایبک سے شیران کی خود مختاری کا شکای ہوا۔ سلطان نے قائماز رومی حاکم اودھ کو بہار و بنگالہ کے بندوبست کے لیے روانہ کیا۔ قائماز کے آنے پر بہار کے جاگیرداروں نے کوئی مزاحمت نہ کی لیکن بنگالہ میں سوائے ملک حسام الدین عوض حسین خلجی حاکم گنگوٹری کے کسی نے اس کی اطاعت نہ کی بلکہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ قائماز نے دیو کوٹ کا علاقہ حسام الدین کو تفویض کیا اور خود بہار کی طرف واپس آیا۔ اس کے پیٹھ پھیرتے ہی محمد شیران اور بعض خلجی سرداروں نے دیو کوٹ پر چڑھائی کر دی۔ قائماز نے بہار سے پھر بنگالہ جا کر جنگ کی اور مخالفوں کو ہزیم کیا لیکن اس کے بعد ہی خلجی سرداروں نے خانہ جنگی کر کے محمد شیران کو مار ڈالا۔ قائماز نے سلطان کی ہدایت کے مطابق تمام علاقے کو خلجی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔

(۵) علی مردان خلجی ۶۰۵ھ تا ۶۰۸ھ (۱۲۰۶-۱۲۱۰ء)

علی مردان کا قید سے نکل کر قطب الدین ایبک کے پاس پہنچنا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس وقت سلطان مذکور یلدرم کی مہم پر روانہ ہونے کا تہیہ کر رہا تھا۔ اس نے علی مردان کو بھی ساتھ لیا۔ علی مردان نے غزنی کے محاصرے میں بعض قابل قدر خدمتیں انجام دیں، لیکن امیر یلدرم نے کسی طرح قابو پا کر اس کو قید کر لیا۔

۱۔ طبقات نعلری صفحہ ۱۵۸۔ Stewart's History of Bengal

صفحہ ۴۵ میں قائماز کا بہار آنا مذکور ہے لیکن ریاض السالطین میں قائماز کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

۱۰۰

(۸) ناصر الدین بن التمش اور سلطان غیاث الدین

عوض حسین ۶۲۲ھ تا ۶۲۶ھ (۱۲۲۸-۲۹ء)

سلطان التمش نے سلطان غیاث الدین کی مخالفت سے برہم ہو کر اپنے بیٹے ناصر الدین کو بہار و بنگالہ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ۶۲۲ھ میں ناصر الدین اودھ سے عز الملک جانی کے فراہم کیے ہوئے لشکر کو ساتھ لے کر بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور لکھنوتی پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سلطان غیاث الدین عوض مشرقی بنگالہ میں تھا۔ خبر پا کر فوراً لکھنوتی کی طرف واپس آیا۔ شہر سے باہر ناصر الدین کی فوج سے مقابلہ ہوا اور اسی معرکہ میں سلطان غیاث الدین عوض قتل ہوا۔ طبقات ناصری میں اس کی مدت حکومت بارہ برس لکھی ہے۔ اس مدت میں اس نے رفاہ کے کام بھی بہت کیے۔ محمد بن بختیار کی بنوائی ہوئی سڑک جو دیو کوٹ سے بیر بھوم تک دس دن کی راہ ہو اسی نے مکمل کی ۶۲۳ھ میں مولف طبقات ناصری نے اس کے بنوائے ہوئے پل اور بعض خیرات کے کاموں کے آثار خود بھی دیکھے تھے۔ اور اس کا بیان ہے کہ اس کے کار خیر کے سبب سلطان التمش ہمیشہ اس کا ذکر تعظیماً سلطان غیاث الدین کے لقب کے ساتھ کرتا تھا۔ بہر کیف اس کی رعایا پروردی، سخاوت اور الوالعزمی کے سبب ہر مورخ اس کا مداح ہے۔

ناصر الدین بن التمش نے تقریباً دو برس بہار و بنگالہ میں حکومت کی ۶۲۶ھ میں اس نے بنگالہ ہی میں انتقال کیا اور اس کی لاش دہلی لے جا کر دفن کی گئی۔ اس کا

قائم از رمی نے اس کو دیو کوٹ کا علاقہ تفویض کیا۔ علی مردان کے مارے جانے پر حسام الدین ہلاکسی مزاحمت کے برسر حکومت ہو گیا۔ اس نے اپنا لقب سلطان غیاث الدین رکھ کر سبکدھڑے جاری کیا اور اڑیسہ اور ترہت پر چڑھائی کر کے بہت سامان غنیمت اور خراج وصول کیا، لیکن سلطان دہلی کو اس میں سے کچھ نہ بھیجا۔ سلطان شمس الدین التمش کو یہ خود سری سخت ناگوار ہوئی ۶۲۲ھ میں سلطان التمش نے بہار و بنگالہ پر فوج کشی کی اور بغیر کسی شدید مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔ اس وقت سلطان غیاث الدین عوض حسین نے اڑمیش رنجیر نیل اور اراچی ہزارہ تک خراج دینا قبول کر کے صلح کر لی۔ ان شرائط پر سلطان التمش نے بنگالہ کو سلطان غیاث الدین کے دخل میں رہنے دیا اور بہار اگر ملک علاء الدین جانی کو یہاں کا ناظم مقرر کیا۔ سلطان غیاث الدین عوض کے باقی حالات سلسلے وار ملتے جائیں گے۔

(۷) علاء الدین جانی ۶۲۳ھ (۱۲۲۵ء)

ملک علاء الدین جانی غالباً بہار میں کوئی انتظام بھی نہ کرنے پایا تھا کہ سلطان التمش کے پیٹھ پھیرتے ہی سلطان غیاث الدین عوض نے بہار اگر علاء الدین جانی کو حدود بہار سے نکال دیا اور بہار و ترہت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

۵۱۱ طبقات ناصری میں لکھا ہو کہ کسی درویش کی اشارت سے ملک حسام الدین نے ہندستان آکر محمد تغتیار کی رفاقت اختیار کی تھی۔

۵۱۲ طبقات ناصری صفحہ ۱۶۳۔ طبقات اکبری جلد ۱ صفحہ ۵۹ اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ

روایت ہے لیکن اصل ماخذ طبقات ناصری ج ۱۔ ۱۲

سلطان نے اول اس کو بعض خدمات کے صلے میں سرستی کی حکومت عطا کی۔ پھر
اقطاع بہار کی حکومت دی اور پھر علاء الدین جانی کے معزول ہوتے پر بلا دیکھتے
کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بنگالہ سے چند ہاتھی سلطان کی خدمت
میں روانہ کیے اور اس کے صلے میں پغان تہ کا خطاب پایا ۶۳۱ھ میں اس نے
انتقال کیا ۱۰

(۱۱) عز الدین طغرل طغان خان ۶۲۹ھ تا ۶۳۲ھ (۳۱ - ۱۲۳۳ء)

۶۲۹ھ میں جب سیف الدین ایبک بہار سے بنگالہ کی حکومت پر مامور
ہوا، علاء الدین طغرل طغان نے اس کی جگہ پر اقطاع بہار کی حکومت پائی، اور
۶۳۱ھ میں سیف الدین کے مرنے پر طغان خان بنگالہ میں اس کا جانشین قرار
پایا۔

۶۳۲ھ میں سلطان التمش کے مرنے پر سلطانہ رضیہ تخت نشین ہوئی۔
اس وقت طغان خان بعض قیمتی تحائف بھیج کر چتر وراثت لعل سے سرافراز ہوا
اور اسی کے بعد اس نے ترہٹ کے علاقوں سے بھی بہت سامان حاصل کیا۔
بہار و بنگالہ پر پورا تسلط ہو جانے کے بعد طغان خان نے ۶۳۵ھ میں
شرف الملک اشعری (یا سنہ قمری) کو دہلی بھیج کر شاہی فرمان کی استدعا کی۔ اس وقت

۱۰ طبقات ناصری صفحہ ۲۴۹ (یا آخر سلاطین صفحہ ۲۰) میں لکھا ہے کہ لوگوں نے اس کو زہر دے
مار ڈالا اور اس کی تدفین حکومت (دہلی) میں نہ کی گئی تھی۔ ۲۰ - طبقات ناصری صفحہ ۲۴۲۔

مقبورہ جس کو اس کے باپ سلطان التمش نے ۶۲۹ھ میں تعمیر کرایا تھا، مقبرہ غازی کے نام سے مشہور ہے۔

(۹) عز الملک علاء الدین جانی ۶۲۷ھ تا ۶۲۹ھ (۶۲۸-۱۲۳۱ء)

ناصر الدین کے مرنے پر غلجی سرداروں نے پھر سر اٹھایا۔ سلطان التمش جو ان بیٹے کی اچانک موت سے سخت غم زدہ تھا اس لیے بہار و بنگالہ کا کوئی انتظام فوراً نہ کر سکا۔ لیکن دوسرے ہی برس ۶۲۷ھ میں ایک بھاری لشکر کے ساتھ خود ادھر آیا اور بعض غلجی سرداروں کو زیر کر کے تمام نظام حکومت عز الملک علاء الدین جانی کو تفویض کیا۔ طبقات ناصری میں سلطان التمش کی فتوحات میں بہار و تہمت کے علاوہ فتح در بھنگہ بھی مذکور ہے۔

بہر کیف سلطان التمش کے واپس جانے کے کچھ عرصے کے بعد علاء الدین جانی کسی سبب سے معزول ہوا۔

(۱۰) ملک سیف الدین ایبک پغان تت ۶۲۹ھ تا ۶۳۱ھ (۶۳۱-۱۲۳۳ء)

سیف الدین ایبک (خطائی ترک) سلطان التمش کے غلاموں میں تھا۔

۱۰ طبقات ناصری صفحہ ۷۹۔ ۵۲ ریاض السلاطین صفحہ ۷۱ میں اس کی مدت حکومت تین سال لکھی ہے۔ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن مدت حکومت نہیں لکھی ہے۔

پر چڑھائی کر کے طغان خاں کو ہزیمت پہنچائی۔ سلطان نے قمر الدین قیران تھر خاں حاکم اودھ کو طغان خاں کی مدد کے لیے بنگالہ بھیجا۔ تھر خاں کے آنے پر راجا شکست کھا کر پسپا ہوا۔ لیکن خود تھر خاں اور طغان خاں سے ایسی بگڑی کہ جنگ کی نوبت پہنچی۔ سلطان دہلی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو طغان خاں کو اپنے پاس بلوا کر اس کو اودھ کی حکومت پر مامور کیا اور تھر خاں کو محالک بنگالہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

مولف طبقات ناصری اسی طغان خاں کے زمانے میں ۶۳۵ھ کے آخر میں بنگالہ آیا تھا اور اسی کی معیت میں ۶۳۲ھ میں واپس گیا۔ طغان خاں نے ۶۳۵ھ میں اودھ میں انتقال کیا جو آئندہ سطردوں میں مذکور ہوگا۔

(۱۲) قمر الدین قیران تھر خاں ۶۳۲ھ تا ۶۳۵ھ (۱۲۳۵ء-۱۲۳۸ء)

تھر خاں نہایت خوش رو اور دلیر تھا۔ سلطان التمش نے اس کو ملک فیروز کے

(صفحہ ۱۱۰ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

میں لپیٹے ہوئے ہیں، اس لیے ان کا نام مامد لاہنجی رکھا ہے۔ ان تحریروں کا حال (اول مسٹر اسٹرنگ نے ASIATIC RESEARCHES VOL XXV 1825) میں لکھا تھا اور بعد میں بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچے جلد ۱۳ صفحہ ۱۰ ۱۹۲۴ء میں بھی مذکور ہوا ہے۔ واضح ہو کہ چھوٹا ناگ پور کی جنگی قومیں مثل کول وغیرہ منگولین ترکوں کی نسل سے (یعنی مغول) سمجھی جاتی ہیں لیکن کب اور کیوں کر یہاں آباد ہوئیں معلوم نہیں ان کی زبان اور عادات بھی ہندستان کے باشندوں سے علیحدہ ہیں۔

۱۰ تاریخ فرستہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ میں قمر الدین قیران تھر خاں کا نام قراہگ تیمور خاں لکھا ہے۔

لیکن طبقات ناصری کے مطابق راقم نے لکھ دیا ہے جو یقینی صحیح ہے۔

سلطان علاء الدین سعود بن رکن الدین فیروز سرمد ارے سلطنت تھا۔ اس نے طغان خان کی درخواست کے مطابق قاضی جلال الدین کاشانی کی معرفت چتر لعل اور خلعت مرصع روانہ کیا۔

روزہ شنبہ ۱۳ ماہ شوال ۶۳۲ھ کو جاجگر (اڑیسہ) کے راجا نے لکھنوتی

۱۷ طبقات ناصری صفحہ ۲۴۲۔ علاء الدین طغرل کے زمانے میں ۶۳۷ھ میں بہار میں کوئی عمارت بنوائی گئی تھی، اب اس کا کتبہ بڑی درگاہ بہار میں موجود ہے۔ اس صوبے میں مسلمانوں کے جہد کا قدیم ترین کتبہ بھی ہے جو راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:۔ امر بنا ہذا لا انعامت فی ایام مملکت المجلس العالی خان الاعظم خاقان اس کے بعد کوئی لفظ تھا لیکن لوح ٹوٹ گئی ہے اور ٹوٹا ہوا حصہ موجود نہ ہونے کے سبب معلوم نہیں کیا لفظ تھا) عن الحق والدین عیار الاسلام والمسلمین معین الملوک والاسلاطین الی الفتم طغرل السلطان خلد اللہ ملکہ العبد الخاؤن یقبل للہ منہ فی محرم اربعین دستاویہ۔“

۱۸ طبقات ناصری کے قلمی نسخوں کی اصل عبارت یہ ہے۔ ”کفارہ جگر خاں با پیلان و پاکٹ سوار بیار برابر لکھنوتی رسید“۔ بادی جلد اصفہ ۸۸ میں لکھتا ہے: ”قیاس انیسٹ کہ مخلاں از راہ ثبت و خطا آمدہ باشند“ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگالہ نے طبقات ناصری کا جو نسخہ شائع کیا ہے اس میں یہ نوٹ ہے کہ اصلی نسخے میں کاتب کی غلطی سے بجائے جاجگر کے چنگیز خاں ہے۔ بادی النظر میں چنگیز خانی مغولی کا اس طرف آنا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بھی قابل غور ہے کہ بادی النظری نے جس نسخے کو دیکھا تھا اس میں چنگیز خاں ہی لکھا ہوا تھا اور دوسرے نسخوں میں بھی یہی ہے۔ علاوہ اس کے شہر لودی کے مشہور جگر ناتھ مندر کے برہمنوں کے پاس تارڈ کے پتوں پر لکھے ہوئے جو حالات قدیم زمانے سے موجود ہیں ان میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ کھاجا ہوا کہ کل بنگ میں سوم بنس (یعنی چند بنس) کے اٹھارہ راجاؤں (یا ان کی نسل نے) تین ہزار سات سو اکیاسی برس حکومت کی۔ ان میں اول جدھٹر تھا، اور سترھواں راجا موبھان دیو تھا جس کے زمانے میں منغل بادشاہ کے امیر رکتا بابا ہوئے اڑیسہ پر چڑھائی کی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ منغل جہاز کے ذریعے سے یہاں آئے اور پیتیس برس حکمران رہے۔ ان تحریروں کو ”ماندلا پنچی“ کہتے ہیں، مانڈلا ڈھول کو کہتے ہیں اور چون کہ ان پتوں کے بستے ڈھول کی شکل (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱ پر دیکھیے)

۱۱۳) اختیار الدین یوزبک طغرل طغان ۶۴۲ھ تا ۶۴۶ھ (۶۴۶-۱۲۴۸ء)

اختیار الدین یوزبک سلطان التمش کے ترکی غلاموں میں تھا۔ سلطان رضیہ معز الدین بہرام شاہ اور علاء الدین مسعود کے زمانے میں اکثر سیاسی جھگڑوں میں اس کی بھی شرکت رہی تھی اور معز الدین بہرام شاہ نے ۶۳۹ھ میں ایک بار اس کو قید بھی کر لیا تھا بعد کو سلطان علاء الدین مسعود نے اس کو لاہور کی حکومت دی لیکن وہاں اس سے خود سری کے آثار ظاہر ہونے پر سلطان نے اس کو معزول کیا۔ مگر اُلغ خان نے (جو بعد کو سلطان بلبن ہوا) سفارش کر کے اس کو قنوج کی حکومت دلوادی۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں بھی اس نے قمر اور مخالفت کی بنا ڈالی اور سلطان نے ملک قطب الدین حسن کو ایک لشکر کے ساتھ اس کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت اختیار الدین یوزبک نے سولے اٹھ کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ سلطان نے کچھ دن اس کو اودھ کی حکومت پر بحال رکھنے کے بعد مملکت لکھنؤی حوالے کی۔ ملک یوزبک کو مالک لکھنؤی (یعنی بہار و بنگال میں کوئی مزاحمت پیش نہ آئی۔ لیکن جاجنگر کے راجا کا داماد جس کا نام سانبتر تھا اور طغان خان کے زمانے میں بھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لکھنؤی پر فوج کشی کر چکا تھا۔ اب طغرل خان کا حریف ہوا۔ طغرل نے دو معرکوں میں اس کو شکست دی۔ تیسری بار یوزبک کو کسی قدر ہزیمت پہنچی اور اس کا فیمل سفید راجا کے قبضے میں آگیا۔

دوسرے سال یوزبک نے امر دن پر فوج کشی کی اور راجا کو شکست دے کر تھم سامان چھین لیا۔ اس فتح کے بعد اودھ پہنچ کر اس نے اپنا لقب

بھائی سے خرید کیا تھا۔ رفتہ رفتہ قمرخان بعض قابل قدر اور دیرینہ خدمات کے صلے میں اودھ کا حاکم مقرر ہوا اور اسی زمانے میں حدودِ تربہت میں اس نے بڑی بڑی ہم سر کر کے راجاؤں سے مال وصول کیا۔ بعد کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، بنگالہ اگر ۱۷۶۲ء میں برسرِ حکومت ہوا۔ جس طرح قمرخان حکومت میں طغان، تان کا حریف تھا اسی طرح مرہٹے میں بھی اس کا حریف ثابت ہوا۔ عجب اتفاق کہ جس دن قمرخان مرا اسی روز طغان خان نے بھی انتقال کیا۔ قمرخان کا جنازہ اودھ لے جا کر طغان خان کا قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ غالباً یہ دونوں قبریں ابودھیہ میں موجود ہیں۔

طبقاتِ ناصری (صفحہ ۲۴۶) میں لکھا ہے کہ "دربین معنی سیدالاکابر والا ساغر شرف الدین بنی جیتے کردہ :-

آدینہ و سلخ ماہ شوال لقب رخ بود و سین و دال از تاج عرب
شد کو قمرخان و طغان خان ز جہاں ایں اول شب گزشت ایں آخر شب

اسی زمانے کے قریب ملک تاج الدین خنجر کو تھان جو بہادری اور تیر اندازی میں بے نظیر تھا اور جو وہی کے لیے بیک وقت دو گھوڑے ساتھ رکھتا تھا، اور اتنا بے تنگ و پو میں جست کر کے ایک گھوڑے سے دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جاتا تھا، اودھ سے بہار آکر اچانک پائے حصار بہار میں تیر سے ہلاک ہوا۔

۱۔ شاید طبقاتِ ناصری میں کاتب کی غلطی سے سیم کی جگہ سین لکھ دیا ہو، کیوں کہ سین مان لینے کی صورت میں، جیسے ۱۷۶۲ء کے ۱۷۶۳ء ہو جاتا ہو۔ ۱۲

۲۔ طبقاتِ ناصری صفحہ ۲۵۹۔

متعلق یہ اختلاف ہر کہ طبقات ناصری (صفحہ ۲۲۵) کے مطابق ۶۵۶ھ میں جلال الدین مسعود جانی حاکم لکھنؤی تھا اور ریاض السلاطین نے اس کا زمانہ ۶۵۵ھ لکھا ہے لیکن حال میں اسی کے زمانے کا ایک کتبہ راقم کی نظر سے گزرا جس سے ۶۴۲ھ میں اس کا یہاں برسر حکومت ہونا ثابت ہوتا ہے کتبہ جس کی لوح سات فٹ ساڑھے سات انچ لمبی اور سوافٹ کے قریب چوڑی ہے۔ موضع پچھلی ضلع مالوہ میں پایا گیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:-

آخر بناء هذا البقعة المباركة السلطان المعظم شمس الدنيا
والدين ابي المظفر ابي تيمش السلطان يمين خليفة الله ناصر
امير المؤمنين انا لله برهانه وثقل بالحسن ميزانه وهدد
العار في دولة السلطان الاعظم ناصر الدنيا والدين
ابو المظفر محمود شاه السلطان ناصر امير المؤمنين خلد الله
ملكه وسلطنته في نوبة اياته الملائكة المعظم جلال الحق والدين
ملائكة ملوك الشرق مسعود شاه جاني برهان امير المؤمنين خلد الله
دولته في غمهم سنة سابع واربعين وستماية

بہر کیف جلال الدین مسعود جانی کے بعد عز الدین بلبن نے حکومت کی
اور اس کے بعد ارسلان خان خوجہ خوارزمی اور اس کے بیٹے تاتار خان نے ۶۵۵ھ
سے ۶۶۲ھ تک حکومت کی۔ ارسلان خان نے بغیر کسی شاہی فرمان کے یہاں
اگر ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کے بیٹے تاتار خان نے ۶۶۲ھ میں سلطان

۱۵ جزل کننگم کی رپورٹ نمبر ۱۵۸۲ء صفحہ ۴۵، ۱۶، ۱۷ اور میو اس آف گوڈرائنڈ پنڈوا
صفحہ ۱۶۳ مرتبہ مابہ حسین خاں صاحب و مسٹر اسٹیلٹن میں بھی اس کی کیفیت مندرج ہے ۱۲

سلطان مغیث الدین قرار دیا اور سر پر چتر لعل رکھ کر اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس باغیانہ حرکت سے تمام خلقت یوزبک سے ناراض ہو گئی آخر دو ہفتوں کے اندر ہی یوزبک سلطان دہلی کے لشکر سے ہراساں ہو کر لکھنؤ واپس آیا۔

آخر میں یوزبک نے کامرود (آشام) پر چڑھائی کی۔ راجائے منہزم ہو کر صلح کا پیام دیا اور اطاعت پر راضی تھا، لیکن یوزبک نے کسی طور پر صلح نہ کی۔ آخر راجائے اپنے بچاؤ کے لیے تمام غلہ زیادہ قیمت دے کر خرید لیا اور رسد کی ایسی روک تھام کی کہ یوزبک کی تمام فوج اور جانوروں کے فاتے کی نوبت آگئی۔ اسی لمحے میں لکھنؤ کی طرف واپس آتے ہوئے یوزبک تیرے مجروح ہو کر مع لشکر گرفتار ہوا اور اسی حالت میں راجا کے پاس پہنچ کر مر گیا۔

۱۱۳۱ جلال الدین مسعود جانی، عز الدین بلبن ازبک

ارسلان خان سنجر خوارزمی اور محمد تارا خان ۶۴۷ھ تا ۶۶۲ھ
(۱۲۶۵-۱۲۸۰ء)

اختیار الدین یوزبک کے مرنے پر سلطان ناصر الدین محمود نے بلال لکھنؤ کی حکومت ملک جلال الدین مسعود جانی کو تفویض کی۔ اس کے زمانے کے

۱۵ طبقات ناصری صفحہ ۲۶۲۔ کامرود کے متعلق مولف طبقات نے لکھا ہے کہ میں نے لکھنؤ میں

قیام کرنے کے زمانے میں ستمد لوگوں سے سنا تھا کہ گر شاہپ شاہ عجم جو چین کی طرف گیا تھا،

اسی طرف سے ہندستان بھی آیا تھا اور اس زمانے کے بارہ سو خولے سر پہنچے جو اسلامی لشکر کے ہاتھ آئے۔

طغرل بجائے پشیمانی کے مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ بلبن کو اس کی سرکشی کا حال معلوم ہوا تو اول ملک الپتگین موئے دراز حاکم اودھ کو امین خان کا خطاب دے کر بعض امرا کے ساتھ اجن میں قمرخان شمس۔ ملک تاج الدین جمال الدین قندھاری وغیرہ بھی تھے طغرل کی سزا دہی کے لیے روانہ کیا۔ طغرل نے ان میں سے اکثر امرا کو زبردے کر لیا اور امین خان کو شکست دی۔ سلطان کو معلوم ہوا تو اس نے امین خان کو اودھ میں پھانسی دلوادی اور ترمستی خان ترک کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ طغرل کی سزا دہی کے لیے روانہ کیا۔ اس عرصے میں طغرل نے اور بھی طاقت بہم پہنچائی تھی۔ اس نے ترمستی خان کو شکست دی۔ پزدر پز شکست کی خبروں نے سلطان بلبن کو غصے سے از خود رفتہ کر دیا۔ سلطان اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بخر کو ساتھ لے کر بہ نفس نفیس اس مہم پر روانہ ہوا اور گنگا میں کشتیوں کا انتظام کر کے باوجود کثرت بارش اور مصوبیت راہ کے طغرل کے سر پر آ پہنچا۔ طغرل نے خوف زدہ ہو کر جاجنگر (اڑیسہ) اور تارکیل علی راہ لی۔ سلطان بلبن نے بلا حراحت بہار و بنگالہ پر قبضہ کر کے سپہ سالار حسام الدین وکیل دار ملک باریک کو (جو ضیاء الدین برنی مورخ تاریخ فیروز شاہی کا جدادار تھا) اپنی نیابت سپرد کی اور خود طغرل کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راہ میں شارکاف کے راجا بھوج رائے (یا دنوج رائے) نے سلطان بلبن کی ملازمت حاصل کی

۱۵ تارکیل تاریخ بھاؤنی صفحہ ۱۲۵ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ۱۶ تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی صفحہ ۸۷ اور تاریخ فرشتہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ لیکن ایک نسخے میں ملک باریک کو یار بیگ برلاس لکھ دیا ہے اور تاریخ بھاؤنی میں لکھا ہے کہ ”ملک اختیار الدین بیگ برلاس راجہ تعاقب اوشد“ ۱۷

بلبن کے اوّل جلوس کے وقت تریسٹھ ہاتھی اور بعض تحائف دہلی بھیجے تھے۔
خاص بہار کے متعلق ان حکام کے زمانے کا کوئی واقعہ نظر نہیں آتا اس لیے
اسی قدر بیان پر اکتفا کی گئی ہے۔

۱۱۵) مغیث الدین طفل ۶۶۵ھ تا ۶۸۱ھ (۶۵-۱۲۸۱ء)

ملک طفل سلطان بلبن کے ترکی غلاموں میں دی عزت سردار تھا ۶۶۵ھ
میں سلطان بلبن نے اس کو بلا د لکھنؤ کی حکومت پر مامور کیا۔ طفل نے چند
سال کے اندر بہار و بنگالہ میں خاطر خواہ بندوبست کر کے اڑیسہ پر چڑھائی کی اور
راجا کو شکست دے کر بہت سامانِ غنیمت اور ہاتھی حاصل کیے لیکن سلطان
بلبن کو ان میں سے کچھ نہ بھیجا۔ اس زمانے میں سلطان بلبن ضعیف پیری کے
سبب اکثر بیمار رہا کرتا تھا اور ایک مہینے تک محل سے برآمد نہ ہوا تھا بلکہ بعض
فتنہ پسندوں نے سلطان کے مرنے کی افواہ بھی اڑادی تھی۔

بہر حال طفل نے (یہ سمجھ کر کہ سلطان ناتواں ہو چکا ہو اور اس کے فرزندوں
کو مغول کے مقابلے سے فرصت نہیں) اپنے مالِ دخیل پر غزاکہ کے خود سری
اختیار کی اور سلطان مغیث الدین لقب رکھ کر اپنے نام کا ریکہ و خطبہ بھی جاری
کیا۔ اس اثنا میں سلطان بلبن کی شفا و صحت کی اطلاع بھی وصول ہوئی لیکن

۱۱۵) تفصیل کے لیے طبقات ناصری صفحہ ۲۶، ۳۱۳، ۳۶۵ اور تاریخ فیروز شاہی مؤلفہ

غیاث الدین برنی صفحہ ۵۲ دیکھنا چاہیے۔ ریاض السلاطین نے بلبن ازبک کا کوئی ذکر نہیں کیا

ہو حالانکہ طبقات ناصری میں اس کا حال موجود ہے۔ ۱۲

اور اس کو تین من سونا دے رکھا تھا۔ سلطان بلبن نے اس کو قتل کر کے سونا چھین لیا۔ یہ واقعہ ۶۸۱ھ کے قریب کا ہے۔

اس سیاست کے بعد بلبن نے اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خان کو تمام لوازمات شاہی دے کر بہار و بنگالے کی حکومت عطا کی اور اس کو مختار کر کے مکرر پوچھا کہ ”محمود تو نے دیکھا“ ناصر الدین بغرا اس بہم سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ اس لیے سلطان نے کہا تو نے میری سیاست کو دیکھا۔ اس کو خوف یاد رکھنا کہ اگر تو بادشاہ دہلی سے عام اس سے کہ تیرا بھائی کیوں نہ ہو سرکشی کرے گا تو تیرا بھی یہی حال ہوگا۔ اس کے بعد بیٹے کو بہت سی وصیتیں کر کے سلطان دہلی واپس گیا۔ ضیاء الدین برنی مورخ تاریخ فیروز شاہی نے تمام وصیتیں صفحہ ۹۲، ۹۳ میں نقل کی ہیں طوالت کے خوف سے اس جگہ درج نہیں کی گئیں۔

باب ہشتم

بہار و بنگالہ میں خاندان بلبن کی حکومت

(۱) سلطان ناصر الدین بغرا خان ۶۸۱ھ تا ۶۹۱ھ
(۱۲۸۳-۱۲۹۲ھ)

ناصر الدین بغرا نے اپنے باپ سلطان بلبن سے تمام لوازمات شاہی پاکر بہار

اور ندی کی راہ کو طغرل کے لیے سدود رکھنے کا وعدہ کیا۔

کچھ عرصے تک طغرل کا کچھ پتانا ملا۔ اتفاقاً ایک دن سلطان کے مقدمۃ الجیش میں ملک محمد شیر انداز اور اس کا بھائی ملک مقدر تیس چالیس سواروں کے ساتھ جنگل کو روانہ ہوا تو چند بقال نظر آئے، ان کو گرفتار کر کے طغرل کا پتا پوچھا تو پہلے انھوں نے بالکل لاعلمی ظاہر کی لیکن جب ان میں دو ایک کی گردن ماری گئی تو انھوں نے اقرار کیا کہ طغرل اس جگہ سے نصف فرسخ پر ہوا رہا ہم اسے رسد پہنچا کر آرہے تھے۔ شیر انداز نے ان بقالوں کو ملک باربک کے پاس معاند کیا اور خود نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو طغرل کے لشکر کو بالکل غافل پایا۔ اس کے ہاتھی گھوڑے بھی چرائی میں مشغول تھے۔ اس فرصت کو غنیمت جان کر تیس چالیس سواروں سے جو اس وقت موجود تھے، اچانک طغرل کی خیمہ گاہ پر حملہ کر دیا۔ ان سواروں نے نعرہ بلند کیا کہ ”سلطان بلبن کا اقبال قائم رہے“ طغرل نے خود سلطان بلبن کے آپہنچے کا گمان کیا۔ گھبراہٹ میں طہارت خانے کی طرف نکل کر بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر ندی کو عبور کرنا چاہا۔ اسی وقت ملک مقدر نے ایک تیر سے اس کا کام تمام کیا اور اس کا سر کاٹ کر رکھ لیا۔ بعد میں ملک باربک کا لشکر بھی پہنچ گیا اور طغرل کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سلطان بلبن کے پاس لے گیا۔ سلطان بلبن نے ملک مقدر کو ”طغرل کش“ کا خطاب دیا، اور لکھنوتوی واپس آکر بازاروں میں دوڑ تک سوائیاں کھڑی کرائیں اور طغرل کے تمام اہل و عیال اور اعیان و انصار کو مجرم قرار دے کر قتل کرایا۔ انھی میں سلطان قلندر نامی ایک فقیر بھی تھا جس سے طغرل کو بہت عقیدت تھی

۱۱۵۱ھ تاریخ فیروز شاہی (اضیاء الدین برنی) صفحہ ۹۱، ۱۵۵۱ھ۔ طبقات اکبری صفحہ ۱۰۲۔

تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱، اور ریاض السلاطین صفحہ ۷۵ تا ۸۳ سے پورا بیان ماخوذ ہے ۱۲

خود غرضیوں سے ولی عہد کا کچھ خیال نہ کر کے ناصر الدین بفر کے نوجوان بیٹے معزالدین
 کی قباد کو تخت نشین کر دیا۔ اب باپ تو بہار و بنگالے کا حکمران تھا اور بیٹا شہنشاہ
 دہلی ہوا۔ کچھ دن یونہی گزر گئے آخر بعض بداندیشوں نے کی قباد کو سمجھایا کہ ناصر الدین
 کو تاج فرمان بنانا چاہیے۔ ادھر ناصر الدین بفر کو بھی کی قباد کی بے اعتدالی پہنچ
 و لعب اور غفلت شعاری کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ بیٹے کی
 جان اور سلطنت کی خیر نظر نہیں آتی۔ غرض اسی کش مکش میں ناصر الدین بہار سے
 اور کی قباد دہلی سے روانہ ہو کر دونوں اودھ میں گھاگرا ندی کے دونوں کناروں پر
 خیمہ زن ہوئے لیکن کسی نے عبور کر کے کی جرات نہ کی۔ آخر عہد سلطان بلبن کے
 بعض امرا نے درمیان میں پڑ کر صلح کی کوشش کی اور ناصر الدین بفر نے بیٹے
 کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا تو یہ بات قرار پائی کہ بفر خان صوبے کا حکمران
 ہونے کی حیثیت سے آداب خادمانہ بجالاتا ہوا حاضر ہو۔ بفر خان نے اس کو
 بھی گوارا کیا لیکن باپ جب بیٹے کے سامنے مؤدب ہو کر حاضر ہوا تو بیٹے نے
 تعظیم لینی کسی طرح روا نہ رکھی اور خود تخت سے اتر کر باپ کو تخت پر بٹھالیا۔
 ابن بطوطہ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ لوگوں نے اس ملاقات کا نام "لقا السعد"
 رکھا ہے۔ اس سلسلے میں امیر خسرو کے چند اشعار اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لیے
 نقل کیے جاتے ہیں۔

لہ امیر خسرو کی شہنوی قرآن السعدین میں اس واقعے سے متعلق دو شعر یہ ہیں۔

بر سر شان شاہ جواں بخت زاد تاجور پاک گہر کی قباد
 کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش بر سر خود تاج جد و خویش خویش

۱۲ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ دریا ض السلاطین صفحہ ۸۶۔

و بنگالے میں آزادانہ حکومت شروع کی۔ سلطان بلبن نے دربارِ دہلی کے بعض ذی لیاقت لوگوں کو بھی بیٹے کی ملازمت میں چھوڑ دیا تھا۔ انہی میں عہدِ سلطان ناصر الدین محمود کا مشہور و معروف شاعر شمس الدین دیرنشی ملکیت بنگالہ و کامرود مقرر ہوا تھا۔ (اس کے ایک مشہور قصیدے کے دو شعر اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں)

ایں ہمہ کارِ دم از تو بہ نادانی خام دادہ دوش مرا وعدہ ہمانی خام
پختہ کردم ہمہ شب چشم نہ استم کان طبعی بود ازاں گو نہ کہ میدانی خام
چند سال حکومت کا نظم نہایت امن و اطمینان سے جاری رہا تھا کہ

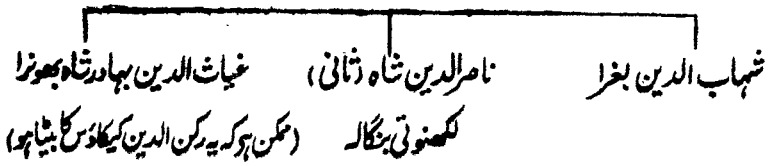
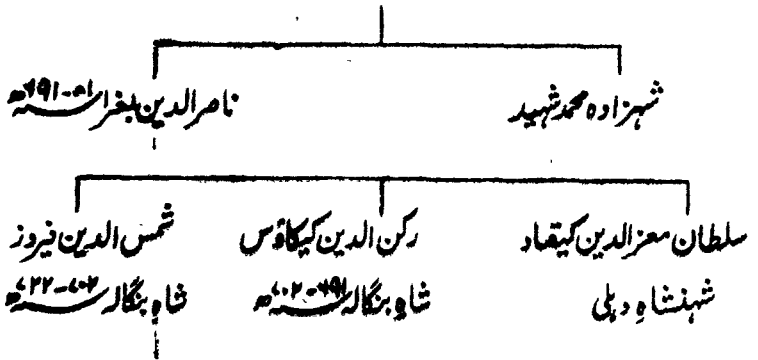
۶۸۵ء میں سلطان بلبن کا بڑا لڑکا شہزادہ محمد جو دلی عہدِ سلطنت بھی تھا، دیبال پور کے قریب منلوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس وقت سلطان کی عمر اسی سال کی ہو چکی تھی اور بیماری اور اس صدمہ جانکاه کے سبب زندگی سے بیزار تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا کو دلی عہد کرنے کے خیال سے بنگالے سے دہلی بلوایا، لیکن ناصر الدین بغرا کو بنگالے کی ہوا ایسی مرغوب ہو گئی تھی کہ اس نے چھو مہینے جوں توں دہلی میں گزارے اور باپ کو زرا افاقتے کی صورت بندھتے ہی شکار کے بہانے سے بنگالے کی راہ لی۔

چرانہ در پر عزم دیارِ خود با شتم چرانہ خاکِ کعبِ پائے یارِ خود با شتم
غم غریبی و عزتِ نمی تو انم دید بہ شہرِ خود روم و شہرِ یارِ خود با شتم
سلطان بلبن کو بیٹے کی یہ طفلانہ حرکت سخت ناگوار ہوئی۔ اس نے بجائے بغرا خان کے کنیر و پسر شہزادہ محمد کو دلی عہد کر دیا۔ ناصر الدین بغرا ابھی لکھنؤ تک نہ پہنچا تھا کہ (۶۸۶ء میں) سلطان بلبن نے انتقال کیا اور وزیرا نے

۱۵ بد اوئی جلد ۱ صفحہ ۹۴۔

(ADWARD TAMAS) صاحب کے جمع کیے ہوئے اور کتب تواریخ سے
حسب ذیل شجرہ نسب مرتب ہوا ہے۔

سلطان غیاث الدین بلبن



کتاب میموارس آف گورانیڈ پنڈو MEMOIRS OF GAVR AND PANDVA
میں مسٹر اسٹیلٹن نے شمس الدین فیروز کے ایک بیٹے جلال الدین محمود کی حکومت
۷۲۶-۷۲۷ھ کا بھی پتا دیا ہے۔

(۳) حکومت بنگالہ کے متعلق مغربی سلج ابن بطوطہ کا بیان

ابن بطوطہ بنگالے آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اصل میں یہاں کا بادشاہ
ناصر الدین تھا جس کا بیٹا کیتھاد دہلی میں سلطنت کرتا تھا۔ جب ناصر الدین مرگیا
گیا تو اس کا بیٹا شمس الدین بادشاہ ہوا۔ شمس الدین کے مرنے پر اس کا
ولی عہد شہاب الدین بنگالے کا بادشاہ ہوا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی غیاث الدین

زہے ملک خوش چوں دوسلطان یکے شد زہے عہد خوش چوں دوپہاں یکے شد
 پدپادشاہے پسر نیز سلطان کنوں ملک میں چوں دوسلطان یکے شد
 زہر جہاں داری و پادشاہی جہاں رادشاہ جہاں ہاں یکے شد
 یکے ناصر عہد محمود سلطان کہ فرمائش دوچاراں کاں یکے شد
 دگر شہ معزز جہاں کیقبادے کہ در ضبطش ایران دتوراں یکے شد
 چند ملاقاتوں کے بعد ناصر الدین نے بیٹے کو اس کی غفلت شعاری پر
 بہت کچھ نصیحتیں کر کے گلے لگا کر رخصت کیا اور اپنی خیمہ گاہ میں آکر تمام دن
 اس کی جدائی کے صدمے سے کچھ نہ کھایا اور رو کر کہتا تھا کہ آج میں نے
 بیٹے اور سلطنتِ دہلی دونوں کو رخصت کیا۔ ناصر الدین بغرائے نہایت امن
 و اطمینان کے ساتھ حکومت کی اور ۶۹۱ھ میں انتقال کیا۔ واضح ہو کہ اس کے
 ایک پوتے کا نام بھی ناصر الدین تھا جس کو غیاث الدین تغلق شاہ نے
 حکومت عطا کی۔ مورخوں نے دونوں کو ایک شخص سمجھا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت
 آئندہ اوراق میں مسطور ہوگی۔

(۲) ناصر الدین بغرا کی اولاد و احفاد

دہلی میں سلطان بلبن کے بعد اس کے پوتے کیقباد نے تین برس سلطنت
 کی۔ لیکن بہار و بنگالے میں سلطان بلبن کی اولاد و احفاد نے ۳۳ھ تک
 حکومت کی۔ شاہانِ دہلی کے مورخوں نے ان کا حال بہت کم لکھا ہے اور جو
 کچھ لکھا ہے بہم یا غلط طور پر لکھ دیا ہے۔ ۳۴ھ کے قریب شہر و معروف
 مغربی سیاح ابن بطوطہ بنگالے آیا تھا۔ اس کا سفر نامہ اور ایڈورڈ ٹامس

اس بیان میں شمس الدین و شہاب الدین و ناصر الدین و غیاث الدین بہادر شاہ کا ذکر نہایت ضروری ہے اس لیے اس کا اعادہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ آئندہ کیا جائے گا۔

(۱۴) رکن الدین کی کاؤس ۶۹۱ھ تا ۷۰۲ھ (۱۲۹۲-۱۳۰۲ء)

ناصر الدین بغرا کے بعد رکن الدین کی کاؤس نے تقریباً دس برس حکومت کی۔ اکثر مؤرخوں نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور ابن بطوطہ نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ غالباً اس کی حکومت میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں گزرا اور ممکن ہے کہ اس کی حکومت برائے نام رہی ہو۔

(۱۵) شمس الدین فیروز شاہ ۷۰۲ھ تا ۷۲۲ھ (۱۳۰۲-۱۳۲۱ء)

ابن بطوطہ نے ناصر الدین بغرا کے بعد شمس الدین کا بادشاہ ہونا لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ دوسرے موقع پر ۷۱۷ھ میں دارنگل سے ایک امیر کا بھاگ کر شمس الدین کے پاس آنا بھی بیان کرتا ہے۔ شمس الدین کے بچے پر ایک طرف السلطان الاعظم شمس الدین والدین ابوالمظفر فیروز شاہ السلطان اور دوسری جانب الامام المستعصم امیر المومنین اور

بھونڈا نے اپنے بھائی کو معزول کیا اور اپنے دوسرے بھائی کو مار ڈالا۔ اس کے بھائی شہاب الدین اور ناصر الدین بھاگ کر تغلق شاہ کے پاس پہنچے۔ تغلق شاہ ان کی مدد کے لیے ان کے ساتھ گیا اور اپنے بیٹے کو بطور نائب وٹلی میں چھوڑا اور بنگلے آگر غیاث الدین بہادر شاہ کو قید کر کے دہلی لے آیا۔ لیکن سلطان محمد تغلق اس کے بیٹے نے اس کو رہا کر دیا جب اس نے ملک کے تقسیم کرنے میں بد عہدی کی تو بادشاہ نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو مار ڈالا۔^{۵۱} دوسرے موقع پر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب محمد تغلق بادشاہ جو غیاث الدین

بھونڈا بھی سامنے لایا گیا۔ سلطان نے اس کو قید سے رہا کر کے بہت سامان اور ہاتھی گھوڑے دے کر رخصت کیا اور اس کے ساتھ اس کے بھتیجے ابراہیم خاں کو بھی روانہ کیا اور یہ عہد لیا کہ دونوں مل کر بادشاہت کریں۔ دونوں کے نام رکے جاری ہوں اور یہ بھی شرط کی کہ غیاث الدین بہادر اپنے بیٹے محمد المشہور بہ برابر کو بطور اول بادشاہ کے پاس بھیج دے۔ غیاث الدین بہادر نے اپنے ملک میں جا کر سب شرطیں پوری کیں لیکن بیٹے کو بادشاہ کے پاس نہ بھیجا اور یہ عذر کیا کہ وہ کہنا نہیں مانتا اور گستاخی کرتا ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم خاں کے پاس لشکر بھیجا اور دل چلی تاتاری کو امیر مقرر کیا۔ انھوں نے مقابلہ کر کے بہادر کو مار ڈالا اور اس کی کھال کچھو کر اس میں بھوسہ بھر دیا کہ ملک میں پھرایا۔ ابن بطوطہ کے

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ مترجمہ خان بہادر مولوی محمد حسین ام اے۔ سی۔ آئی۔ ای رٹائرڈ جج

صفحہ ۹۱، ۵۰، ۳۔ ۵۱ یہاں پر مترجم نے غلطی سے اس کے بھتیجے کی بجائے ”اپنے بھتیجے“ لکھ دیا ہے۔ اصل عربی عبارت سے مقابلہ کرنے پر اور تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح یہ ہے کہ ابراہیم خان غیاث الدین بہادر کا بھتیجا تھا۔ ۲۔ سفرنامہ ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۰۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۷۲۷ھ کے قریب گزرا، لیکن سکوں کے مطابق ۷۳۳ھ میں غیاث الدین بہادر بادشاہت کرتا تھا۔

ضیاء الدین برنی کے بیان میں سلطان ناصر الدین سے ناصر الدین پسر شمس الدین فیروز مراد ہو۔ لیکن بعد کے مورخوں نے اس کو ناصر الدین بغرا پسر سلطان بلبن سمجھ لیا ہو۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق بھی تغلق شاہ کے وقت میں جو ناصر الدین تھا وہ شمس الدین فیروز کا بیٹا اور ناصر الدین بغرا کا چوتھا ثابت ہوتا ہو۔

اس بارے میں بداؤنی کا بیان تاریخ فیروز شاہی کے طور پر کسی قدر مبہم ہو لیکن خواجہ نظام الدین احمد اور فرشتے کو صریح طور پر غلط فہمی ہوئی ہو کیوں کہ ان کا بیان ہو کہ کیتقاد کے رخصت ہونے پر ناصر الدین بغرا نے بادشاہ دہلی کی متابعت ہی میں اپنی سلامتی دیکھی اور سلطان جلال الدین (خلجی) و سلطان علا الدین و سلطان قطب الدین سے اظہار اطاعت کیا اور چتر شاہی اور خطبہ اٹھا کر امر کی طرح گزارا کرتا رہا، اور جب سلطان غیاث الدین تغلق بنگالے گیا تو اس نے ناصر الدین کو چتر و دور باش دوبارہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(۱۲۶ کا بقیہ حاشیہ) :-

راکہ در اطاعت و بندگی سبقت نموده بود چتر و دور باش داد و لکھنوی بدو حوالہ فرمود و باز فرستاد دست گانو و سنار گانو ضبط شد و بہادر شاہ ضابطہ سنار گانو را رشتہ در گردن انداختہ جانب شہر رداں کرد ۱۲

۱۲ تفصیل کے لیے طبقات، کبری جلد ۱ صفحہ ۱۹۷ و بداؤنی جلد ۱ صفحہ ۲۲۲ و تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ دیکھا چاہیے۔ ریاض السلاطین صفحہ ۸۹ کا بیان بھی فرشتے کے طور پر ہوا۔

(STEARNS HISTORY OF BENGAL) صفحہ ۶۲ کا بیان

فرشتہ اور ریاض السلاطین سے ماخوذ ہو، اس لیے اس میں بھی یہی غلطی ہو ۱۲

حاشیہ پر ضرب ہذا الفضیۃ بحضور لکھنؤتی سندۂ عشرین
وسبعمایۃ (یعنی ۲۷۰) درج ہو اور بعض پر ۲۲۰ بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ اس نے ۲۲۰ تک ضرور حکومت کی۔

۲۲۰ھ میں اس کے بیٹے شہاب الدین و ناصر الدین کا سلطان
غیاث الدین تغلق شاہ کے پاس جا کر اپنے بھائی غیاث الدین بہادر شاہ
کی شکایت کرنا، اور تغلق شاہ کا ان کے ساتھ ان کی مدد کو آنا مذکور ہے۔ چوں کہ
غیاث الدین بہادر کے سیکے ۱۱۰۰ھ کے پائے گئے ہیں۔ اس سے گمان بلکہ
یقین ہوتا ہے کہ شمس الدین فیروز کی زندگی ہی میں (اس کا بیٹا) غیاث الدین بہادر
(بھونرا) مشرقی بنگالے میں برسر حکومت تھا۔

(۶) ناصر الدین شاہ کا ذکر اور ایک تاریخی غلطی کا ازالہ

تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی صفحہ ۵۸۴ میں تغلق شاہ کے حالات
میں مذکور ہے کہ ۲۲۳ھ کے قریب بعض امراء لکھنؤتی نے تغلق شاہ سے حکام
بنگالہ کی شکایت کی۔ تغلق شاہ خود ادھر چلا آیا اور تربت پہنچے پر سلطان ناصر الدین
اس کے پاس حاضر ہوا اور تمام راجاؤں نے بھی بغیر کسی جنگ کے تغلق شاہ کی
اطاعت قبول کی۔ تغلق شاہ نے ناصر الدین کو چتر و دور باش عنایت کر کے اس
کو لکھنؤتی کی حکومت حوالے کی اور بہادر شاہ کو گرفتار کر کے دہلی لے گیا اور
اپنے منہجہ بولے بیٹے ناتارخاں حاکم ظفر آباد کو شارگانو کی حکومت عطا کی۔

۱۱۰۰ھ ناصر الدین کے متعلق تاریخ فیروز شاہی کی اصل عبارت یہ ہے سلطان ناصر الدین
ضابط لکھنؤتی بہ بندگی و چاکری پیش درگاہ آمد و سلطان تغلق شاہ سلطان ناصر الدین
(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۶ پر)

لیکن بیٹے کو نہ بھیجا، اور یہ عذر کیا کہ وہ کہنا نہیں مانتا ہو۔ محمد تغلق نے برا فروختہ ہو کر ابراہیم کے پاس لشکر بھیجا اور دل چلی تاتاری کو امیر مقرر کیا اور اسی جنگ میں بہادر شاہ مارا گیا۔

طاس صاحب کے جمع کردہ سکوں کے رؤسے بہادر شاہ نے ۱۱۰۰ھ سے (اپنے باپ کی زندگی میں) مشرقی بنگالے میں حکومت کی اور اس کے بعد ۱۲۲ھ میں تمام بنگالے پر قابض ہو گیا۔ اسی کے بعد تغلق شاہ نے اس کو گرفتار کر کے دہلی بھیجا۔ بہادر شاہ کے سیکے ۱۲۸ھ ۱۳۰ھ اور ۱۳۳ھ کے بھی پائے گئے ہیں۔ ۱۲۸ھ کے سیکے میں اس نے سلطان محمد تغلق کا نام بھی شامل کیا ہو اور ۱۳۰ھ کے سیکے میں صرف اپنا نام لکھا ہو لیکن ۱۳۳ھ کے سیکے میں پھر محمد تغلق کا نام زیادہ کر دیا ہو۔

بہر حال اس نے ۱۳۳ھ تک ضرور حکومت کی ہوگی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہو کہ بہادر شاہ کے بعد اس کا داماد بادشاہ ہوا لیکن فوج نے اس کو مار ڈالا۔

(۸) ترمہت کے سفر سے ایک مشہور محاورے کا تعلق

طبقات اکبری میں مذکور ہو کہ تغلق شاہ جب ترمہت آیا تو بعض وجہ سے ناخوش ہو کر اس نے حضرت نظام الدین اولیا کو کہلا بھیجا کہ میرے آنے سے پہلے دہلی سے نکل جاؤ۔ شیخ نے اس کا کچھ اندیشہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ تغلق شاہ روانہ ہو کر دہلی کے قریب پہنچا چاہتا ہو۔ شیخ نے کہا کہ ”ہنوز دہلی دُور است“ اس کے بعد ہی تغلق شاہ دہلی سے ایک منزل پر اچانک چھت کے گرنے سے ہلاک ہوا۔ بالآخر ”ہنوز دہلی دُور است“ فارسی و اردو میں عام محاورہ ہو گیا۔ چنانچہ میر تقی میر کا شعر ہو کہ شکوہ ابلہ احمیٰ سے میر: ہر پیارے ہنوز دہلی دُور

۱۰۔ غیاث الدین بہادر شاہ (بھونڑا) ۱۱۸۰ھ تا ۱۲۳۳ھ

(۱۰-۱۲۳۳ھ)

عام طور پر تمام مورخوں نے غیاث الدین بہادر شاہ کے تعلق صرف اسی قدر لکھ کر چھوڑ دیا ہے کہ جب دہلی میں تغلق شاہ بادشاہ ہوا تو ۱۲۲۳ھ کے قریب بعض امرے لکھنوتی نے تغلق شاہ سے حکام بنگالے کی شکایت کی۔ تغلق شاہ خود ادھر چلا آیا اور ترہت پہنچے پر ناصر الدین اس کے پاس حاضر ہوا اور تمام راجاؤں نے بھی اطاعت قبول کی۔ تغلق شاہ نے بہادر شاہ کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں رستی دال کر دہلی روانہ کیا اور سارگائو کی حکومت اپنے منہ بولے بیٹے تاتاراخاں (سابق حاکم ظفر آباد) کو عنایت کی۔

۱۲۲۴ھ میں سلطان تغلق ترہت سے واپس ہوتے ہوئے دہلی سے ایک منزل پر اچانک ایک نو ساختہ عمارت کے گر جانے سے چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ محمد تغلق نے اپنی تخت نشینی کے وقت بہادر شاہ کو رہا کر کے بہت کچھ انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اس کے بھتیجے ابراہیم کو بھی ساتھ کر دیا کہ دونوں مل کر بادشاہت کریں اور دونوں کے نام یکے جاری ہوں۔ اور یہ بھی شرط کی کہ بہادر شاہ اپنے بیٹے (محمد المشہور بہ برباط) کو سلطان کی خدمت میں بھیج دے۔ بہادر شاہ نے اور سب شرطیں پوری کیں

۱۲۵۰ھ میں تاریخ فیروز شاہی مؤلف ضیاء الدین برنی صفحہ ۳۵۱ میں موجود ہے اور بعد کے مورخوں نے بھی اسی قدر لکھا ہے لیکن اصل واقعہ یہ نظر آتا ہے کہ ۱۲۵۰ھ سے بہادر بھونڑا بنگالے کی مشترک حکومت میں ملوث تھا۔ ۱۲۵۰ھ میں سلطان علاء الدین خلجی کے مارے جانے پر خود سر بن بیٹھا اور ۱۲۵۰ھ تک یہی صورت رہی۔

معلوم ہوا تو اس نے قدر خان حاکم لکھنؤی کو فخر الدین کی سزا دہی کا حکم دیا اور
 اعز الدین بچلی اعظم الملک وحام الدین ابوجا وغیرہ امرا کو ملک میں روانہ کیا۔
 انھوں نے فخر الدین کو شکست دے کر جنگل میں بھگا دیا۔ قدر خان نے فتح مند
 ہو کر امرا کو رخصت کیا اور خود خزانہ جمع کر لے میں مصروف ہوا۔ جب خزانہ جمع
 ہو کر دہلی بھیجے کا وقت آیا۔ فخر الدین نے اچانک چھاپہ مارا اور قدر خان کے
 پیاہیوں کو وہی خزانہ حوالے کر کے لڑنے سے باز رکھا اور قدر خان کو قتل کر دیا۔

(۲) علاء الدین علی شاہ ۳۹ھ تا ۴۷ھ (۳۹-۶۱۳۲۵ء)

قدر خان کو خود اسی کے پیاہیوں سے قتل کرا کے فخر الدین نے دوبارہ
 مشرقی بنگالے پر قبضہ کیا۔ اور اپنے غلام مخلص نامی کو مغربی علاقوں (یعنی لکھنؤی
 و ترہٹ وغیرہ) کے ضبط و انتظام کے لیے روانہ کیا۔ جب مخلص ادھر پہنچا
 قدر خان مقتول کے بخشی یا عارض لشکر "علی مبارک" نے اس کا مقابلہ کیا اور
 مخلص کو قتل کر کے سلطان محمد تغلق کو مصلحت آمیز عریضہ لکھ کر حکم کا خواستگار
 ہوا، مگر سلطان نے اس کو نہ پہچانا۔ اور ملک یوسف کو تو ال دہلی کو بلوا لکھنؤی

۱۷ تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۴۸۰ میں ضیاء الدین برنی کی اصل عبارت یہ ہے۔

”بعد نقل بہرام خاں در دیار بنگالہ فتنہ فخر اخواست و فخر و لشکر بنگالہ باغی شدہ
 قدر خان را بکشتند وزن و بچہ و فیل و تیغ اور اتار تار کردند و خزانہ لکھنؤی غارت
 شد و منار گائو دست گائو از دست رفت و بدست فخر و باغیان دیگر افتاد و از ان
 پس در ضبط نیامد۔“

باب نہم

اقطاع بہار و بنگلے میں طائف الملوکی اور

آزادانہ حکومت کا آغاز

۱۱) ملک بیدار خلجی ملقب بہ قدر خان ۶۲۵ھ تا
۶۳۹ھ (۶۲۵-۶۳۸ء)

تغلق شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا محمد تغلق (عادل) بادشاہ ہوا۔ اس نے
تامار خاں حاکم ناراگاتو کو بہرام خاں کا خطاب عنایت کیا اور بہت سارے
مال دے کر اس کے اعزاز میں اضافہ کیا۔ اور اسی ہنگام میں سلطان ناصر الدین
(پسر شمس الدین فیروز) ضابطہ لکھنوتی نے انتقال کیا تھا۔ اس کی جگہ پر سلطان
نے قدر خاں کو اقطاع لکھنوتی کی حکومت دی۔ اس بندوبست سے ترہٹ
و لکھنوتی و تمام بلاد بنگلے کاخراج شاہی بے خرخشہ دہلی پہنچنے لگا۔

۱۲) ۶۳۹ھ میں تامار خاں کے مرنے پر اس کے شمشیر بردار فخر الدین نے
مشرقی بنگلے میں خود سر ہو کر اپنا سکہ جاری کیا۔ سلطان محمد تغلق کو یہ حال

اعظم الملک جنگ کرده شکست یافت و اسباب تجل و خزینہ وحشم او بردست قدرخان افتاد و چون پرتکال رسیده بود و او پان قدرخان سقط گشته و او رُپیہ و مال بیار جمع کرده توده توده بہ نیت پیش کش سلطان در منزل خویش نہادہ بود۔ ہر چند حسام الدین ابوجا اورا منع میکرد قدرخان نشنود۔ آخر الامر همان طور شد کہ حسام الدین گفتہ بود و ملک فخر الدین باز آمد و سپاہیان قدرخان بادیار شدہ صاحب خود را کشتند و زرنعیب فخر گشت و حکومت شادگان و بیک قلم اورا مسلم شد و مخلص غلام خود را بر لکھنوتی نامزد کرد و علی مبارک عارض لشکر قدرخان مخلص را کشتہ دم از استقلال زد و دعرائض مصلحت آمیز بدرگاہ سلطان نوشت و سلطان ملک یوسف را نامزد کرد و او در راہ فوت شد و سلطان را شغل دیگر در پیش آمد کہ دیگر بدان جانب نفرستاد۔ دریں مرتبہ علی مبارک بہجت عداوت فخر الدین علامات بادشاہی ظاہر ساختہ خود را بہ سلطان علاء الدین مخاطب گردانید و ملک الیاس حاجی کہ صاحب قبیلہ وحشم بود بعد از چند روز باتفاق بعضی از امرا و ملوک لکھنوتی علاء الدین را بقتل رسانیدہ خود را سلطان شمس الدین خطاب کرد۔“

(صفحہ ۲۳۱) ”و در ۸۲۷ھ سلطان محمد بقصد شادگان و رفتہ فخر الدین را

باسیری گرفتہ در لکھنوتی آورد و بقتل رسانیدہ بازگشت “

۲۵ ابو الفضل آئین الہیری حصہ دوم صفحہ ۶۵ میں لکھتا ہے کہ ”در مرزبانی سلطان

تعلق قدرخان از جانب او در بنگالہ بود ملک فخر الدین سلاحدار او از آرمندی و از رمی بجا نشکری خداوند خویش ہمت بست و کیں گرفتہ از ہم گزرا نیند و بدستان

سرای وحیلہ فروشی نام بزرگی بر خود نہاد و از فرمان دہان دہلی سر باز کشید ملک علی مبارک کہ از سرکشیدگان قدرخان بود سلطان علاء الدین خود را نام کرد

کی حکومت کے لیے نامزد کیا۔ اتفاقاً ملک یوسف یہاں پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا۔ اور مغربی بنگالہ تمام علی شاہ کے تصرف میں رہا۔ چونکہ اس وقت قحط اور عین الملک کی بغاوت کے سبب سلطان محمد تعلق سخت پریشان تھا اس لیے تربہت و بنگالہ کا کوئی نظم نہ کر سکا۔

(۳) موڑخوں کا اختلاف

علی شاہ اور فخر الدین کے متعلق موڑخوں کے بیانات اس قدر مختلف ہیں کہ اگر ایک کا یقین کیا جائے تو دوسرے کو غلط ماننا پڑے گا۔ اس زمانے کے واقعات کے متعلق ابن بطوطہ کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اور اس صاحب کے جمع کیے ہوئے سکوں سے بھی ابن بطوطہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ تبصرے کے لیے ہر ایک موڑخ کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ ضیاء الدین برنی کا بیان قدر خان کے حالات کے سلسلے میں بطور نوٹ مذکور ہو چکا ہے اور اس میں واقعے کی صراحت موجود نہیں، اس لیے اس کا اعلا فضول ہے۔

۲۔ شمس سراج عقیف (صفحہ ۱۳۷) لکھتا ہے کہ ”سلطان فخر الدین کہ عوام اور انحرار گویند در آن ایام در مملکت سنار کا تو بیغم بود سلطان شمس الدین سلطان فخر الدین را زندہ گرفتہ و ہمدراں لحظہ کشتہ در مملکت سنار کا تو قابض گشتہ۔“

۳۔ بدایونی (جلد ۱ صفحہ ۲۳۰) میں لکھتا ہے کہ ”در ۳۹۰ھ بہرام خاں وفات یافت و ملک فخر الدین سلاحدار اور سر بطنیان پر آوردہ خود را خطاب سلطانی داد و با قدر خان ضابط لکھنوی بہ اتفاق ملک حسام الدین ابورجا و عز الدین یحییٰ

که بعد از انصرام برشکال بخدمت سلطان رفته پیش تخت انبارهای زر و مسخ و سفید ساز و دو قضار فخرالدین خبر این معنی یافته پنهان کسان نزد لشکریان فرستاد همه را از خود ساخت و عده کرد که هرگاه بر قدرخان فتح یابم خزان را بر شما تقسیم نمایم چون فخرالدین از جنگل برآمده متوجه شمارگانوشد لشکریان عاصی و امرا یان باغی اتفاق کرده قدرخان را بکشتند و خزان را برداشته به فخرالدین پیوستند. فخرالدین و عده را و فغانموده خزان را برایشان ارزانی داشت و شمارگانوش را تحت گاه ساخته بحکومت آن دیار مشغول گشت. و غلام خود مخلص نام را با لشکر بسیار بضبط لکهنوتی تعیین کرد. علی مبارک که عارض لشکر قدرخان بود همت ورزیده و مردانگی نموده از دست خلاص و دولت خواهی جماعتی را با خود یار ساخت و با مخلص جنگ کرده شکست و فتح نامه و عریضه نزد سلطان محمد تغلق فرستاد که اگر حکم شود ضابطه لکهنوتی باشم و سلطان او را ندانسته بحجاب ملتفت نشده یوسف شهنشاه دہلی را ضابطه لکهنوتی گردانیده روان کرد او آنجا رسیده متوفی شد. و لکهنوتی به علی مبارک شاه ماند. چون اسباب بادشاهی بیتا بود خود را سلطان علاء الدین خطاب داده اما در همان زودی ملک الیاس که در آن نواحی می بود لشکر مستعد داشت به لکهنوتی تاخته بندگان سلطان علاء الدین را بقتل رسانید و خود را به سلطان شمس الدین مخاطب کرده در ۷۳۱ هجری لشکر به شمار گانوشد. و فخرالدین را زنده گرفته به لکهنوتی آورد و بخلق کشیده خطبه و سکه را بنام خود گردانید علی مبارک چون فخرالدین را بقتل آورد باستظمار تمام در لکهنوتی قفسه گذاشته متوجه بنگال گردید. و بعد از چند روز حاجی الیاس که حاجی پور را از آثار او ست لشکر سلطان علاء الدین را با خود متفق ساخته لکهنوتی و بنگال را بحوزه تصرف خود در آورد. و خود را شمس الدین نامید و مدت سلطنت علاء الدین یک سال و چند ماه بود.

باویرہ فخرالدین برخاست و در کارزار او را زنده بگرفتہ بگوشہ نیستی فرستاد حاجی
الیاس کہ از امرای بنگالہ بود۔ چندے را ہندوستان ساختہ علامہ الدین راجا
بشکر و خود را شمس الدین لقب نہاد “

۵۰ خواجہ نظام الدین احمد (طبقات اکبری جلد ۱ صفحہ ۲۴۱) لکھتا ہوں کہ
” ملک فخرالدین سلاحدار قدرخان بود و در لکھنوتی ولی نعمت خود بخدر کشتہ
نام سلطنت بر خود اطلاق کرد و مخلص نام غلام خود را بالشکر آراستہ باقصای
بنگالہ فرستاد ملک علی مبارک عارض لشکر قدرخان بہ مخلص جنگ کرد و او را
شکت و تمام اسباب و حشم کہ ہمراہ او بود متصرف شد و سلطان فخرالدین چون
نودولت بود از مردم اطمینان خاطر نہ داشت ملاحظہ کردہ بر سر علی مبارک نہ
رفت تا آنکہ علی مبارک سامان خود کردہ خود را سلطان علامہ الدین نام کرد
و در ۸۱۲ھ احدے واربیین و سبعائے فخرالدین بہ لکھنوتی رفت و در جنگ
آمدہ بدست علی مبارک بقتل رسید زان سلطنت فخرالدین مدت دو
سال و چند ماہ بود۔“

۵۱ فرشتہ اس طرح لکھتا ہوں کہ ملک فخرالدین کہ از سلاحداران قدرخان
حاکم بنگالہ بود شمیر او با خود می برداشت بہ چون تا تارخان و رنارگا ٹو فوت
شد ملک فخرالدین در ۸۳۹ھ او را متصرف شدہ خود را سلطان خطاب
دادہ خطبہ بنام خواند سلطان محمد بر این معنی آگاہی یافت قدرخان حاکم
لکھنوتی را با جمیع امرا چون اعز الدین وغیرہ بر سر او نامزد کرد۔ چون مقابل
شدند فخرالدین منہزم گشتہ در جنگل دور دست گریخت۔ قدرخان ہما نجا
ماند و امرا باقطاع خود رفتند چون موسم بر تنگال رسید قدرخان در مقام زر
جمع کردن شدہ از فراہم آوردن سپاہ غافل گردید و داعیہ اش آن بود

اگر بداؤنی۔ ابوالفضل۔ خواجہ نظام الدین احمد اور فرشتے کا یقین کیا جائے تو بداؤنی کے مطابق سلطان محمد تغلق نے فخر الدین کو قتل کیا۔ اور ابوالفضل اور خواجہ نظام الدین احمد کے مطابق علی مبارک نے فخر الدین کو قتل کیا۔ اور فرشتے کے مطابق ۷۳۵ھ میں حاجی الیاس نے فخر الدین کو پھانسی دی۔ یہ بیان شمس سمرایہ عقیف کے بیان کے موافق ہے، ان موزعوں میں بعض نے لکھا ہے کہ فخر الدین نے قدر خان کو مار ڈالا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ تاتار خان کو مار ڈالا۔ حالاں کہ قدر خان کو بہ ظاہر خود اس کے سپاہیوں نے فخر الدین کی سازش سے قتل کیا، اور تاتار کو کسی نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ جب وہ فرگیا تو فخر الدین نے خود سری اختیار کی۔

۴) شتر گربہ کی کیفیت

ایک بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ موزعوں نے جس کو علی مبارک لکھا ہے یسکوں میں اس کا نام علاء الدین علی شاہ ہے۔ اور فخر الدین کا نام فخر الدین مبارک شاہ ہے۔ لہذا موزعوں کے بیان میں شتر گربہ واقع ہوا ہے۔ فخر الدین کے بعد سارگائو میں اختیار الدین غازی شاہ نے حکومت کی۔ اس کے بچے ۷۵۰ھ اور ۷۵۳ھ کے پائے گئے ہیں۔ جن میں سلطان ابن السلطان لکھا ہوا ہے۔ لہذا گمان ہوتا ہے کہ یہ فخر الدین کا بیٹا ہو گا یا شاید غیاث الدین بہادر شاہ۔

۱۔ بداؤنی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ ”در ۷۳۵ھ سلطان محمد بقصد تسخیر نارنگاؤ رفتہ فخر الدین را با سیری گرفتہ در لکھنؤی آورد و بقتل رسانیدہ بازگشت“

علاء الدین نے کچھ دن اس کو قید میں رکھا۔ لیکن پھر اس کی ماں (جو علاء الدین کی رضاعی ماں تھی) کی سفارش سے اس کو رہا کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد حاجی الیاس نے لشکر کو اپنا طرف دار بنا کر خواجہ سراہوں کے ذریعے سے سلطان علاء الدین کو قتل کرایا اور لکھنوتی و تمام بنگالے پر قبضہ کر کے اپنا لقب شمس الدین رکھا اور سلطان علاء الدین کی مدتِ حکومت ایک برس اور پانچ مہینے تھی۔“

مندرجہ بالا بیان میں حاجی الیاس کی خطا کا جو ذکر ہے اس کے متعلق کتاب (Memoirs of Aur & Pandia) صفحہ ۲۱ میں مذکور ہے کہ (BUCHANAN HAMILTON) بکانن ہملٹن نے پنڈوہ میں سولھویں صدی کی لکھی ہوئی ایک قلمی تاریخ پائی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ حاجی الیاس نے ملک فیروز کی کسی عورت سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اور ملک فیروز نے علی مبارک (علاء الدین) کو اعظم الملک عظمت خاں حاکم بنگالہ کے پاس بھیجا تھا۔ یہاں آکر علاء الدین نے کسی اندیشے کے سبب حاکم صوبہ کو قتل کیا اور خود بادشاہ ہو کر بیٹس برس حکومت کی (غالباً یہ کتاب امپریل لائبریری کلکتہ میں موجود ہے) یہ بیان بھی غلطی کے احتمال سے خالی نہیں۔ لیکن سلسلہ بیان میں اس کا اعادہ بھی ضروری تھا۔

(۶) حاجی الیاس ملقب بہ سلطان شمس الدین بھنگرہ

۶۳۰ھ تا ۶۵۹ھ (۳۹-۱۳۵۸ء)

گزشتہ اوراق میں حاجی الیاس کے متعلق مورخوں کا بیان مذکور ہو چکا ہے۔

۱۵) علی مبارک اور حاجی الیاس کے متعلق ریاض السلاطین کا بیان

ریاض السلاطین (صفحہ ۹۳-۹۴-۹۵) میں علی مبارک اور حاجی الیاس کے متعلق روایت یوں ہے:-

”کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں علی مبارک ملک فیروز (بادشاہ فیروز تغلق) کے معتمد ملازموں میں تھا۔ ملک فیروز سلطان غیاث الدین تغلق کا معتبجا اور سلطان محمد تغلق کا چچا بھائی تھا۔ محمد تغلق نے اول سال جلوس میں ملک فیروز کو نائب باربک مقرر کیا تھا۔ انھی دنوں میں حاجی الیاس سے جو علی مبارک کا کوکا تھا کوئی خطا ہوئی جس کے سبب سے وہ دہلی سے بھاگ گیا۔ ملک فیروز نے علی مبارک سے پوچھا کہ حاجی الیاس کہاں ہے۔ علی مبارک نے حاجی الیاس کو نہ پایا اور ملک فیروز کو کہہ دیا کہ وہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ فیروز نے ناخوش ہو کر علی مبارک کو اپنے سامنے سے دور ہو جانے کا حکم دیا۔ علی مبارک نے بنگالے کی طرف آکر قدر خان کی ملازمت کر لی اور رفتہ رفتہ لشکر کا بخشی مقرر ہوا جب ملک فخر الدین نے بغاوت کر کے اپنے آقا قدر خان کو قتل کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اس وقت علی مبارک نے بھی اپنا لقب سلطان علاء الدین رکھ کر بادشاہت شروع کی اور فخر الدین پر چڑھائی کر کے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لیا اور لکھنؤی پر قبضہ کر کے بنگالے کے باقی حصص کے بندوبست میں مشغول ہوا۔ اسی زمانے میں حاجی الیاس بھی پنڈوہ میں وارد ہوا تھا۔ سلطان

سے کوچ کر کے، رنج الاول کو یکدالہ کا محاصرہ کیا۔ یہ یکدالہ ایک جزیرہ ناما مقام تھا۔ جس کے تین طرف پانی اور ایک طرف گھنا جنگل تھا۔ زمانہ حال کی تحقیق کے مطابق یہ مقام موضع بلڈی باڑی اور مسجد آوینہ کے قریب تھا۔ فیروز نے حکم دیا کہ کنگھرنہا کر پانی کو عبور کیا جائے۔ یہ ظاہر کوئی امید نہ تھی کہ حاجی الیاس قلعے سے نکل کر مقابلہ کرے گا۔ لیکن اتفاقاً فیروز شاہ نے اپنی خیمہ گاہ کے لیے ایک دوسرا مقام پسند کیا۔ اور اس کے ہٹنے سے حاجی الیاس نے اس کی پس پائی کا گمان کیا۔ اور اچانک مع فوج قلعے سے نکل پڑا۔ سخت جنگ کے بعد حاجی الیاس کا چتر و علم اور چوالیس زنجیر نیل فیروز کے ہاتھ آئے۔ اور بے شمار بنگالی سپاہ مقتول و اسیر ہوئی۔ حاجی الیاس نے پس پا ہو کر پھر یکدالہ میں پناہ لی۔

بنگلے کی برسات اور پھروں کے سبب فیروز شاہ نے اس وقت اتنی ہی کام یابی کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور باقی ہم کو آئندہ سال پر اٹھا رکھا۔ شمس سراج عقیف کا بیان ہے کہ پردہ نشین عورتوں نے بے نقاب

۱۔ لفظ کنگھرنہا خود ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے استعمال کیا ہے۔ غالباً پانی میں پتھروں کا ڈھیر کر کے چلنے کا راستہ نکالنا مراد ہے۔

۲۔ شمس سراج عقیف مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے صفحہ ۱۲۰ میں اس کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک بتائی ہے۔ ریاض السلاطین ۹۹ میں مذکور ہے کہ اس زمانے میں شیخ رضا بیابانی نے انتقال کیا۔ اور حاجی الیاس نے بھیس بدل کر اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کی اور فیروز شاہ سے بھی ملاقات کی اور اس نے نہ پہچانا۔ حاجی الیاس کا خود کو اس طرح ہلکے میں ٹھکانا اور اس کے امرا کا جو سابق سے حاجی الیاس کو نہ پہچانتا راقم کے خیال میں خلاف قیاس ہے۔

غالباً علی شاہ اور حاجی الیاس کے درمیان کئی برس تک کشمکش رہی کیوں کہ حاجی الیاس کے سگے (ضرب فیروز آباد پنڈوہ) سگے سے پلے جاتے ہیں علی شاہ غالباً ایک طرف حاجی الیاس اور دوسری طرف فخر الدین سے لڑتا تھا۔^{۱۳۱ھ} میں فخر الدین کے مارے جانے پر حاجی الیاس تمام مغربی بنگالے کا بادشاہ ہو گیا۔ اور اختیار الدین غازی شاہ کے بعد اس نے مشرقی بنگالے پر بھی قبضہ کیا۔ حاجی الیاس نے اڑیسہ کی طرف بھی اپنی فتوحات کو وسعت دی اور اتر ترہٹ اور چچم بنارس تک اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔^{۱۳۱ھ} عظیم آباد کے سامنے گنگا پار قبضہ حاجی پور حاجی الیاس ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ صوبہ بہار میں ملک ابراہیم حاکم صوبہ تھا، شمس الدین نے اس پر بھی چڑھائی کی۔^{۱۳۲ھ} (۱۳۵۱ء) میں سلطان محمد تغلق کے مرنے پر فیروز تغلق بادشاہ ہوا۔ فیروز نے شمس الدین پر چڑھائی کا قصد کر کے دسویں شوال ^{۱۳۲ھ} کو ایک لشکر گراں کے ساتھ دہلی سے کوچ کیا۔ گورکھپور اور کھروسہ پہنچنے تک تمام راجا اور زمین دار بھی فیروز کے ساتھ ہو لیے۔ اور جگت و ترہٹ پہنچتے پہنچتے ان علاقوں کے راجا و زمین داروں نے بھی فیروز کی اطاعت کی۔ حاجی الیاس نے اول اودھ کی سرحد سے ہٹ کر ترہٹ میں پناہ لی تھی۔ اب فیروز کے اُدھر آتے آتے ترہٹ سے پنڈوہ کی راہ لی اور فیروز کے پنڈوہ پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ اکدالہ میں محض اختیار کیا۔ فیروز نے گورکھپور اور ترہٹ میں فوج کو سختی سے حکم دیا تھا کہ باشندوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ پنڈوہ پہنچ کر بھی اہل شہر کو کسی قسم کی زحمت نہ دی اور یہاں

سوغاتیں اور تازی و ترکی گھوڑے ملک سیف الدین شہنہ کی معرفت حاجی الیاس کے لیے روانہ کیے۔ لیکن شاہی تحائف بہار ہی تک پہنچے تھے کہ اس اثنائیں حاجی الیاس نے انتقال کیا۔ سلطان فیروز کو معلوم ہوا تو اس نے ان گھوڑوں کو امرائے بہار میں تقسیم کر دیا۔

حاجی الیاس نے غالباً اٹھارہ برس اور چند مہینے حکومت کی۔ مگر فرشتے نے اس کی مدت حکومت سولہ برس لکھی ہے۔

(۷) ملک ابراہیم بیو ۷۵۲ھ تا ۷۵۳ھ (۵۱-۵۲-۵۳ء)

فیروز تغلق کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ملک ابراہیم بیو بن ابو بکر اقطاع بہار کا حاکم تھا۔ اس کا حال پیر پہاڑی کے کتبوں سے دریافت ہوا ہے۔ ان کتبوں میں اس کو مقطع بہار اور مدار الملک لکھا ہے اور اس میں فیروز تغلق کا عہد مذکور ہے۔ اس لیے راقم نے اس کا زمانہ فیروز شاہ کی تخت نشینی سے شمار کیا ہے۔ اگرچہ اغلب ہے کہ یہ محمد تغلق کے عہد سے مقطع بہار ہو۔ حاجی الیاس نے ملک ابراہیم حاکم بہار پر فوج کشی بھی کی تھی۔

ملک ابراہیم نے تیرھویں ذی الحجہ روز یک شنبہ کو ۷۵۳ھ میں انتقال کیا۔

۱۔ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۳۱۔

۲۔ حاجی الیاس کے حالات بیشتر ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۵۹۰ تا صفحہ ۵۹۶ اور شمس سراج حقیق کی تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۱۲۰ تا صفحہ ۱۲۲ سے ماخوذ ہیں۔

۳۔ دیکھو صفحہ ۲۲ نوٹ کتاب (MEMOIRS OF GAUR AND PANDUA)

ہو کر اور سر کے بال کھول کر قلعے کی تفصیل سے گریہ و زاری شروع کی اور فیروز شاہ نے متاثر ہو کر ازراہ ترحم خونریزی موقوف کرنے کا حکم دیا۔ ضیاء الدین برنی کا بھی بیان ہے کہ سلطان فیروز کو خیال ہوا کہ زیادہ جنگ کرنے سے بہت سے بے گناہ قتل ہو جائیں گے اور مسلمان عورتیں اور باشندوں پانکوں اور دھانکوں کے قبضے میں آجائیں گی۔ اور غریبوں، مظلوموں اور عاجزوں کا مال شکر کے دھکڑے غارت کر دیں گے۔ یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ فیروز تغلق ایسا شریف نفس تھا کہ محمد تغلق نے جن لوگوں پر کبھی ظلم و ستم کیا تھا، فیروز شاہ نے ہر ایک کو معاف و مدد کر راضی کیا اور ان سے عفو نامہ لکھوا کر محمد تغلق کی قبر میں دفن کیا کہ آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے۔ بہر کیف فیروز تغلق نے اس ہم پر گیارہ مہینے صرف کیے اور ۱۲ شعبان ۷۵۵ھ کو دہلی واپس پہنچا۔

حاجی الیاس کو آئندہ سال کا دھڑ کا لگا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرے برس بہت سے تحائف اور پیش کش بھیج کر فیروز شاہ کو ادھر آنے سے باز رکھا اور ایک طور سے صلح کر لی۔ اس وقت سے حاجی الیاس پھر آزادانہ حکومت کرتا رہا۔

۷۵۵ھ میں ظفر خان فارسی جو سلطان فخر الدین کا داماد اور سارگاہنوکا جاگیردار تھا، حاجی الیاس سے تنگ آ کر دہلی بھاگ گیا۔ (اور بعد میں سلطان کا وزیر بھی ہوا) اس وقت حاجی الیاس نے ملک تاج الدین کی معرفت بعض تحفے فیروز شاہ کے پاس روانہ کیے۔ فیروز شاہ نے بھی خوش ہو کر بعض نفیس

۱۵ پانک۔ دھانک اور دھکڑے یہ سب الفاظ خود ضیاء الدین برنی نے صفحہ ۵۹ میں استعمال کیے ہیں۔

دیا کہ میں خود بھی صلح کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن میرے یہاں آنے کا منشا یہ ہو کہ سنا رگاٹو کی حکومت بدستور ظفر خاں کے حوالے کی جائے۔ سکندر شاہ نے اس شرط کو منظور کیا اور فیروز شاہ نے ملک مقبول کی معرفت ایک قیمتی کلاہ سکندر شاہ کو تحفہ بھیج دی۔ سکندر شاہ نے بھی بعض تحفے فیروز شاہ کے پاس بھیجے اور ہر سال پیشکش بھیجنا قبول کیا۔ اس صلح کے بعد فیروز شاہ محاصرہ اٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ۵۹ھ کا ہے۔ ظفر خان دوبارہ سنا رگاٹو نہ آیا۔

سکندر شاہ نے بنگالے میں بہتیری نادر عارتیں بنوائیں۔ انھی میں مسجد آدینہ ہے جس کے آثار اب تک قائم ہیں۔ یہ مسجد مسلمانوں کے عہد کی بہترین عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے۔ پانچ سو سات فٹ لمبی اور دو سو پچاسی فٹ عریض ہے۔ اس کی چھت تین سو چھ گنبدوں سے آراستہ تھی۔ کتبے کے مطابق ۱۷۷۷ء میں مرتب ہوئی۔ فی الحال ضلع مالہ میں اس مسجد کے قریب ریلوے اسٹیشن کا نام آدینہ رکھا گیا ہے۔ مسجد کے ایک حصے میں خاص قسم کا گھلا دالان ہے۔ اس کو بادشاہ کا تخت کہتے ہیں۔ بعض اہل قلم نے اس کی تعمیر کے متعلق بہت خامہ فرسائیاں کی ہیں لیکن اصل حقیقت معلوم نہیں ہوئی کہ دالان کس لیے بنایا گیا۔

سکندر کے ایک محل سے سات اولادیں اور دوسرے محل سے ایک لڑکا غیاث الدین اعظم شاہ تھا۔ اعظم شاہ کی سوتیلی ماں نے اس کے خلاف سکندر شاہ کے کان اس قدر بھر دیے کہ باپ بیٹے میں سخت ان بن ہو گئی۔ رنجش اس حد کو پہنچی کہ اعظم شاہ نے شکار کے چیلے سے سنا رگاٹو جا کر فوج جمع کی اور باپ سے

کتبے میں مصرعہ چوں محل رفت در دل سنگ از برائے خواب“ سے گمان ہوتا ہو کہ یہ شاید اس کے قتل ہونے کا استعارہ ہو۔ اس کے متعلق تین کتبے راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

(۸) سکندر بن الیاس شاہ ۴۵۹ھ تا ۴۹۲ھ (۵۸-۱۳۹۰ء)

حاجی الیاس کے مرنے پر تیسرے دن اس کا بیٹا سکندر شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کو بھی فیروز شاہ کے حملے کا خوف لگا ہوا تھا اس لیے اس نے چالیس ہاتھی اور بعض تحائف سلطان کے پاس بھیج کر اس کو روکنے کی کوشش کی لیکن اس پیش کش کے پہنچنے سے پہلے فیروز شاہ تسخیر ہو گئے کا قصد کر چکا تھا اور فوج لے کر ظفر آباد (اودھ) آکر کثرتِ بارش کے سبب ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے کوچ کی خبر پا کر سکندر شاہ اپنے باپ کی طرح قلعہ یکدالہ میں متحصن ہوا۔ فیروز شاہ نے بنگلے پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا اور طرفین سے تیر اور منجنیق چلنے لگی۔ اتفاقاً ایک دن قلعے کا ایک برج گر پڑا۔ اسی وقت حسام الملک نے پوری فوج سے قلعے پر یورش کرنے کی اجازت چاہی۔ فیروز شاہ نے جواب دیا کہ قلعے میں پردہ نشین عورتیں موجود ہیں وہ بے موقع یورش مناسب نہیں۔ آج صبر کرو، دیکھو کل کیا ہوتا ہو۔ دوسرے دن سکندر شاہ نے اپنے وزرا کے شور سے صلح کا پیام دیا۔ فیروز شاہ نے جواب

لے کر لڑائی ڈالٹن جس کے نام پر ڈالٹن گنج آباد ہوا کتاب (ATHNOLOGY OF BANGAL) صفحہ ۲۱۱ میں لکھتے ہیں کہ ضلع ہزاری باغ میں چائے چٹا گڑھ کے منتال راجے جس کا نام جنگڑا تھا ابراہیم بڑو کی آمد کی خبر پا کر متحارب و عیال خود کشی کر لی تھی۔

(۱۰) بہار کا سلطانِ دہلی کے زیرِ حکومت رہنا

تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے بعد بنگالے میں جداگانہ حکومت قائم ہوئی جس کا حال سابق اوراق میں گزر چکا ہے۔ لیکن صوبہ بہار سلطان دہلی کے زیرِ حکومت رہا۔ شمس سراج عقیف اپنی تاریخ (صفحہ ۲۳۷) میں ٹھٹھہ کی مہم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان فیروز تغلق نے ملک کے انتظام کے لیے عماد الملک کو خان جہان کے پاس دہلی بھیجا۔ اور خان جہان نے تمام ہلا دھماکے سے فوج طلب کی۔ اور اسی سلسلے میں بہار و ترہٹ سے بھی فوج مانگی۔ اس وقت بنگالے سے فوج طلب کرنے کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔

(۱۱) غیاث الدین اعظم شاہ ۹۲ھ تا ۸۰ھ

(۱۳۹۰-۱۳۹۸ء)

سکندر بن حاجی الیاس کے بعد غیاث الدین اعظم شاہ سرپرارے سلطنت ہوا۔ اس نے نہایت امن و اطمینان اور عیش و آرام کے ساتھ حکومت کی۔ تاریخ فرشتے میں مذکور ہے کہ اُس نے بہت سا مال حرمین شریفین کو بھیج کر وہاں رباط اور مدارس بنوائے۔ دین دار و عادل ہونے کے علاوہ علماء اور اہل کمال کا بھی قدردان تھا۔ حافظ شیرازی کی ایک مشہور غزل میں جو بنگالہ اور سلطان غیاث الدین کا ذکر ہے۔ اس سے یہی غیاث الدین مراد ہے۔

بہ زور حکومت کا مطالبہ کیا۔ سکندر شاہ لشکر لے کر مقابلے کو نکلا اور اسی کشمکش میں اعظم شاہ کے ایک سپاہی کے ہاتھ سے نادانتہ مارا گیا۔ لے
 سکندر شاہ نے چوتیس برس حکومت کی۔ فرشتہ اور ریاض السلاطین نے
 اس کی مدت حکومت صرف نو برس اور چند ماہ لکھی ہے۔ لیکن اس کے سیکڑھ
 اور ۹۲ھ کے پائے جاتے ہیں۔

(۹) سلطان فیروز تغلق کا بہار کی راہ سے سفر کرنا ۶۹۰ھ (۱۲۸۸ء)

شمس سراج عقیف تاریخ فیروز شاہی (صفحہ ۱۶۲) میں لکھتا ہے کہ فیروز شاہ
 بنگالے کی ہم سے واپس ہو کر کٹرہ کی طرف واپس گیا اور وہاں سے بہار ہوتا ہوا جانا
 (اڑیسہ) پہنچا۔ یہ واقعہ ۶۹۰ھ کا ہے۔
 معلوم نہیں بہار سے اڑیسہ کس راہ سے سفر اختیار کیا گیا۔ قیاس ہے کہ
 ہزاری باغ اور چھوٹا ناگ پور ہو کر راستہ ہوگا۔
 طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۳۲ میں بھی فیروز شاہ کا ”ازراہ بہار“ سفر کرنا
 مذکور ہے۔

لے ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴۔

۱۰ کتاب (MENGIRS OF GAUR AND PANDUA) میں اسٹیلٹن صاحب نے
 ان سیکوں کی کیفیت لکھی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے ایک پوتے کا لقب بھی
 سکندر تھا۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زین قند پارسی کہ برنگال می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین خامش مشوک کار تو از نالہ می بعد

۱۱۳) اعظم شاہ اور قاضی سراج الدین

ایک بار اعظم شاہ تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا۔ اتفاقاً ایک تیر بہک کر کسی بیوہ کے لڑکے کے جا لگا۔ بیوہ نے قاضی کے یہاں استغاثہ کیا۔ قاضی کو ابھن ہوئی کہ اگر بادشاہ کی رعایت کرے تو خدا کے ہاں ماخوذ ہو۔ اور اگر بادشاہ کو طلب کرے تو اس میں بھی دشواریاں اور تباہتیں ہیں۔ آخر فاحکم بن الہنا بالعدل کو نصب العین سمجھ کر اس نے اپنے پیادہ کو بادشاہ کی طلبی کے لیے روانہ کیا اور خود مندر کے نیچے درہ رکھ کر محکمہ میں منتظر بیٹھ گیا۔ غریب پیادہ شاہی محل کے قریب پہنچا تو بادشاہ تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر اس کو یہ تدبیر موعجی کہ محل کے قریب اس نے اذان دینی شروع کی۔ بادشاہ نے خلاف وقت اذان کی آواز سن کر موذن کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پیادہ سامنے لایا گیا تو اس نے اذان دینے کا سبب اور بادشاہ کو محکمہ میں حاضر ہونے کا حکم سنایا۔ اعظم شاہ فوراً پیادہ کے ساتھ محکمہ میں حاضر ہوا۔ قاضی نے اس کو دیکھ کر کوئی التفات نہ کیا اور شرع کے مطابق حکم دیا کہ یا اس بیوہ کو راضی کر کے استغاثہ اٹھواؤ، یا اپنے کیے کی سزا بھگتو۔ اعظم شاہ نے بہت کچھ نقد دے کر لجاجت سے بیوہ کو دعوہ اٹھالینے پر راضی کیا۔ اور اس کے بعد بغل سے تلوار نکال کر قاضی سے کہا کہ میں شرعی حکم کی تعمیل میں حاضر ہوا۔ اگر تم ذرا بھی میری بادشاہی کی رعایت کرتے تو اسی تلوار سے تمھارا سر اڑا دیتا۔ قاضی نے جواب

(۱۲) سلطان غیاث الدین اور حافظ شیرازی

ایک بار غیاث الدین اعظم شاہ شہر قی بنگلے کی طرف گیا ہوا تھا۔ اتفاقاً اس سفر میں کوئی مرض ایسا لاحق ہوا کہ اس کو زیت سے یاس ہو گئی۔ اس وقت اس کی تین بیویاں بھی ساتھ تھیں جن کے لقب سرد محل، بگل محل اور لالہ محل تھے۔ اس نے ان کو وصیت کی کہ میرے مرنے پر نقش کو تم اپنے ہاتھوں سے غسل دینا۔ لیکن غیاث الدین اعظم شاہ نے مرض سے شفا پائی تو اس کی اور بیویوں نے ازراہ طعن ان تین حرموں کو غسل کہنا شروع کیا۔ انھوں نے موقع پا کر اعظم شاہ سے شرکایت کی۔ اس وقت عالم انبساط میں اعظم شاہ کی زبان پر برجستہ یہ مصرعہ آیا۔ ”ساتی حدیث سردو گل ولالہ می رود“ لیکن اس کے برابر کا دوسرا مصرعہ ذہن میں نہ آیا اور دربار کے شعرا بھی جب دل خواہ مصرعہ نہ لگا سکے۔ اعظم شاہ نے یہ مصرعہ طرح ایک قاصد کی معرفت کچھ تحائف کے ساتھ حضرت شمس الدین حافظ شیرازی کے پاس روانہ کیا۔ اور حضرت حافظ کو بنگالے آنے کی دعوت دی۔ حضرت حافظ بھی بنگالے آنے کے سائق تھے لیکن کبر سنی اور صنوبت سفر کا اندیشہ مانع ہوا۔ تاہم ایک غزل کہہ کر روانہ کی جس کے تین اشعار کو ہمارے بیان سے خاص تعلق ہو۔ اس لیے اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں۔ پوری غزل دیوان میں موجود ہے۔

ساتی حدیث سردو گل ولالہ می رود ایں بحث با ثلاثہ غسالہ می رود

لے ریاض السلاطین صفحہ ۵۰۵ میں یہ واقعہ مفصل مرقوم ہے۔ تاریخ فرشتہ، اردو مہ ۱۲۲۲

اور بعض تاریخوں میں مختصراً مذکور ہے۔

(۱۵) راجا کانس (گنیش)، اور اعظم شاہ کے متعلق

مسٹر اسٹیلٹن کا بیان

انجن ماہران ریکہ جات ہند (NUNESNATEC SOUITS OF INDIA) کے چلے (منعقدہ پٹنہ) میں ۱۸ دسمبر ۱۹۳۰ء کو مسٹر ایچ۔ای۔اسٹیلٹن نے بحیثیت صدر انجن ہونے کے ایک مضمون پڑھا جس کا لمحض یہ ہو کہ سلطان غیاث الدین کے عہد میں راجا گنیش نے تختینا ۱۳۰۸ھ میں بنگالے کے معاملات میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اور ریاض السلاطین کے مطابق اس بادشاہ کو فریب سے قتل بھی کرایا۔ اس کے بعد امرائے سلطنت نے بادشاہ کے بیٹے سیف الدین حمزہ کو تخت نشین کیا۔ اس نے دو برس تک (تختینا ۱۳۰۸ھ-۱۳۱۰ھ) حکومت کی اور اپنا لقب سلطان السلاطین ثانی رکھا۔ اس کے بعد اس کا غلام باستینی شہا الدین بایزید دو برس تک حکمران رہا اور شاید راجا گنیش کے ہاتھوں مارا گیا شہا الدین کے بعد اس کا بیٹا علاء الدین فیروز تخت نشین ہوا اور چوں کہ اس زمانے میں راجا گنیش کا کوئی ریکہ جاری ہونا معلوم نہیں ہوتا اس لیے قرین قیاس ہو کہ مسلمان امراراجا کی حکومت کے مخالف تھے۔ اور اسی سبب سے حضرت نور قطب عالم نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگالہ فتح کرنے کے لیے بلا دیا۔ اور راجا گنیش مجبور ہو کر اپنے بیٹے جدو کو مسلمان بنانے پر راضی ہو گیا اور وہ جلال الدین

لے صاحب موصوف نے اس مضمون کو کتاب (MENOURS OF GAUR AND

PANDUA) میں بھی شامل کیا ہے

۱۵ تاریخ فرستہ میں جدو کو جمل اور اسٹوارٹس کی تاریخ میں پتیس لکھا ہے (بقیہ نوٹ ص ۱۶)

دیا کہ میں ڈرہ لے کر بیٹھا تھا۔ اگر شرعی حکم کی تعمیل میں تم سے ذرا بھی تقصیر ہوتی تو بہ خدا اسی ڈرے سے تمھاری پیٹھ لال کر دیتا۔ اعظم شاہ نے خوش ہو کر قاضی کو انعام عطا کیے۔

غیاث الدین اعظم شاہ حضرت نور قطب عالم پسر و سجادہ نشین حضرت مخدوم علار الحق پنڈوی کا ہم عصر اور ہم مکتب تھا، اور ان دونوں نے حضرت حمید الدین کنج نشین ناگوری سے تعلیم پائی تھی۔ ریاض السلاطین کے قول کے مطابق اعظم شاہ کو راجا کانس نے ۷۷۷ھ میں دغاے قتل کرایا۔ تاریخ فرشتہ اور ریاض السلاطین نے اس کی مدت حکومت صرف سات برس اور چند مہینے لکھی ہے۔ لیکن اسٹیشن کا قیاس کچھ اور ہے، جو آئندہ مذکور ہوگا۔

۱۱۴) غیاث الدین اعظم شاہ کی اولاد

اعظم شاہ کے مارے جانے یا مرے پر اس کا بیٹا سیف الدین حمزہ ملقب بہ سلطان السلاطین سکندر ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین المعروف بہ شہاب الدین بایزید اس کا جانشین ہوا۔ اور آخر میں اس کا بیٹا علار الدین فیروز حکمراں ہوا، اور اسی پر حاجی الیاس کے خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ان بادشاہوں کی حکومت کا صحیح زمانہ کسی تاریخ سے واضح طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے تین یا دو برس سے زیادہ حکومت نہیں کی۔

صوبہ بہار میں حاکم کی حیثیت رکھتا تھا۔ مقبرے کے مجاور جاہلوں۔۔۔ پیسے کماتے کی غرض سے کتبے کے پتھر کو بھوت جملنے کا کٹھن اور اس کے حروف کو جناتی حروف بتاتے ہیں۔

۹۹ھ میں ضیاء الحق بہار کا حاکم تھا۔ اس کی حکومت کا پتہ اس کی بنوائی ہوئی ایک خانقاہ کے کتبے سے ملتا ہے۔ جو قصبہ بہار کے مشرقی جانب محلہ چھوٹا تکیہ میں مقبرے کی دیوار میں لگا ہوا ہے۔ اس کے اشعار یہ ہیں:-

کرد اندر عہد سلطنت جہاں محمود شاہ حاکم خطہ ضیاء الحق بنا ایں خانقاہ
ہفت صدیہ بانو د از سال ہجری رفتہ بود شد تمام ایں خانقہ باد اعتیان را پناہ
اس طور کے اور کتبے بھی پائے گئے۔ راقم نے تمام کتبوں کو ایک علیحدہ کتاب میں درج کیا ہے۔ اس لیے اس تحریر میں ان کو داخل کرنا محض طوالت کا سبب ہوگا۔

خواجہ نظام الدین احمد طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں سلطان ابوبکر شاہ (بن ظفر خان بن فیروز شاہ) اور محمد شاہ بن فیروز شاہ کے جھگڑے کے بیان میں لکھتا ہے کہ ”بعض ازامرے فیروز شاہی مثل ملک سرور شہنہ شہر و ملک الشرق و نصیر الملک حاکم ملتان و خواص الملک راکم بہار بہ محمد شاہ پیوستند۔“ یہ واقعہ ۹۱ھ کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواص الملک ۹۱ھ میں حاکم بہار تھا۔ مخدوم شرف الدین احمد بہاری کے تذکروں میں بھی خواص الملک کا خانقاہ بنوانا مذکور ہے۔



لقب رکھ کر علاء الدین کے مرنے پر تخت نشین ہوا۔ ۸۱۹ھ میں حضرت نور قطب عالم کی وفات کے بعد راجا گنیش نے جلال الدین کو پھر ہندو بنالینے کی کوشش کی لیکن وہ مسلمان ہی رہا۔ تب اس کو قید کر کے گنیش خود تخت نشین ہوا اور اپنا لقب دنوج مروہ رکھ کر پنڈوہ (فیروز آباد) سارگانوا اور چاٹ گانوسے اپنا سکہ جاری کیا۔ گنیش کے بعد مہندر تخت پر بیٹھا لیکن اس کا اور کوئی حال معلوم نہیں اور ۸۲۱ھ میں جدد عرف جلال الدین قید سے نکل کر ۸۳۵ھ تک حکمران رہا۔

صاحب موصوف نے اس بیان کی صحت کا کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ اگر زمانے کے متعلق تاریخ فرشتہ اور ریاض السلاطین کا بیان تسلیم کیا جائے تو سیف الدین اور شہاب الدین کی حکومتیں ۸۸۵ھ اور ۸۸۶ھ میں ختم ہو جاتی ہیں۔ بہر حال یہ بیان مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور چوں کہ ۸۹۶ھ سے صوبہ بہار میں سلاطین شرقیہ کی حکومت شروع ہوتی ہے اس لیے یہ بحث اسی جگہ کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے۔

(۱۶) ملک کافی۔ ملک ضیاء الحق اور خواص الملک کا ذکر

قصبہ بہار میں مخدوم بدر عالم کے مقبرے کے احاطے میں درخت کے نیچے ایک قدیم کتبہ رکھا ہوا ہے۔ یہ کسی عمارت کا کتبہ ہے جس کو ۸۹۹ھ میں ملک کافی نے تعمیر کرایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ملک کافی (مفہوم اکالیقیہ) اس کے مسلمان ہونے کا واقعہ ابراہیم شرقی کے حالات کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔

(۱) مبارک شاہ شرقی ۸۰۲ھ تا ۸۰۴ھ (۱۴۰۱-۱۳۹۹ء)

ملک الشرق کے مرنے پر اس کا متبنی قرفل نامی تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنا لقب مبارک شاہ رکھ کر حکومت شروع کی۔ اس خود مختاری کی خبر دہلی پہنچی تو جادی الاول ۸۰۳ھ میں اقبال خان وکیل سلطان محمود نے اس پر فوج کشی کی اور شمس خان حاکم بیاند و مبارک خان و بہادر ناہراور بیتانی (ضلع مرزاپور) کے تمام زمین داروں نے بھی اس کی موافقت کی، لیکن نہرم ہو کر اٹاوے کی طرف چلے گئے۔ اقبال خان قنوج پہنچا۔ مبارک شاہ بھی مقابلے کو چلا آیا۔ دونوں لشکروں نے آسنے سانسے گنگا کے کنارے پرے جمائے، لیکن کسی نے حملے کی جرأت نہ کی۔ دو مہینے کے بعد دونوں لشکر بغیر لڑے بھڑے واپس ہوئے۔

مبارک شاہ جو نہرم پہنچا تو کچھ دنوں کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اقبال خان پھر سلطان محمود کو فوج کشی کے لیے آمادہ کر رہا ہے۔ مبارک شاہ بھی جنگ کے تہیہ میں تھا کہ موت نے اس کا کام تمام کیا۔

(۳) ابراہیم شاہ شرقی ۸۰۲ھ تا ۸۰۴ھ (۱۴۰۱-۱۴۰۲ء)

مبارک شاہ کے مرنے پر اس کا بھائی ابراہیم شاہ اس کا قائم مقام ہوا۔ سلطان محمود تغلق نے پھر جو نہرم پر فوج کشی کی۔ ابراہیم شاہ نے مقابلہ کیا اور چند روز طرفین سے جنگ ہوتی رہی۔ بعض وجوہ سے سلطان محمود اپنے وکیل

باب دہم

صوبہ بہار میں سلاطین شرقیہ کی حکومت

(۱) ملک الشرق خواجہ جہان ۹۶ھ تا ۸۰۲ھ
(۹۹-۱۳۹۳ھ)

سلطان فیروز تغلق کے بعد ممالک شرقیہ پر سلاطین دہلی کا تسلط برائے نام باقی رہ گیا تھا۔ ۹۶ھ میں ناصر الدین محمود بن محمد شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے ماہِ رجب ۹۶ھ میں ملک سرور الملقب بہ خواجہ جہان کو سلطان الشرق کا خطاب دے کر قنوج سے بہار تک تمام صوبوں کی حکومت تفویض کر کے بیس زنجیر فیل اور لشکر گراں کے ساتھ جون پور روانہ کیا۔ ملک الشرق نے تھوڑی ہی مدت میں ان علاقوں کے تمام زمین داروں کو منطیع کر لیا۔ بعض حصار (قلعے) جو خراب ہو رہے تھے ان کو از سر نو مرت کر کے درست کر لیا۔ اور ایسی صولت و حشمت حاصل کی کہ اڑیسہ کا راجا اور سلطان بنگالہ جو سابق میں سلطان فیروز کے پاس پیش کش اور نذرین بھیجا کرتے تھے۔ اب ملک الشرق کے پاس جون پور بھیجنے لگے۔ ملک الشرق نے چھ برس حکومت کر کے ۸۰۲ھ میں انتقال کیا۔

اور خود دہلی واپس آیا۔ ۱۵۱۷ء میں سلطان محمود نے انتقال کیا۔ اس کے بعد ابراہیم شرقی نے کالپی پر بھی قبضہ کر لیا۔

ابراہیم شاہ شرقی نے ایک بار (غالباً ۱۵۱۶ء میں) بنگلے پر بھی فوج کشی کی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانے میں بنگالے میں راجا گنیش نے (جس کا ذکر سابق اوراق میں اعظم شاہ اور اس کی اولاد کے حالات میں گزر چکا ہے) بڑا اقتدار پیدا کر لیا تھا۔ جب اس نے ظلم اور بد سلوکی کا وتیرا اختیار کیا تو مخدوم نور قطب عالم پسر مخدوم علاء الحق پنڈوی نے ابراہیم شاہ کو بنگالہ فتح کرنے کی دعوت دی۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بنگالے پر فوج کشی کی، اس وقت راجا گنیش سے کچھ بنائے نہ بنی۔ مخدوم نور قطب عالم کے پاس حاضر ہو کر التجا کی کہ جو آپ حکم دیں کرنے کو تیار ہوں، کسی طرح ابراہیم شرقی کو جنگ سے باز رکھیے۔ مخدوم نے جواب دیا کہ میں ایک مسلمان بادشاہ کو خصوصاً اس صورت میں کہ میں نے خود اس کو طلب کیا ہو تمہارے مقابلے سے باز رکھنے کے لیے کوئی سبب نہیں دیکھتا۔ راجا گنیش نے کہا کہ میں حکومت سے دست بردار ہوتا ہوں اور میرا لڑکا جدو حاضر ہو اس کو مسلمان کر کے تخت نشین کیجیے۔ مخدوم نے اپنے منہ کا پان نکال کر

۱۵۱۷ء دہلی میں فیروز تغلق کے بعد اس کے بیٹے اور پوتوں نے رفتہ رفتہ سلطنت کی نیو کھو کھلی کر دی تھی۔ ۱۵۱۷ء سے ۱۵۱۸ء تک تو یہ حال رہا کہ سلطان محمود دہلی میں سلطنت کرتا تھا اور چند کوس ہٹ کر فیروز آباد میں نصرت شاہ بادشاہ تھا۔ اسی کو دیکھ کر ۱۵۱۷ء میں تیمور لنگ آہینچا اور دہلی کو فتح کر کے خضر خاں کے سپرد کیا اور خود سمرقند واپس گیا۔ تغلق خاندان کا آخری بادشاہ محمد تغلق شاہ (۱۵۱۸ء) براے نام ۱۵۱۷ء تک حکمران رہا۔ خضر خاں نے ۱۵۱۷ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کے تین ورثا یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ آخری حکمران علاء الدین عالم شاہ نے ۱۵۱۷ء (۱۵۱۸ء) میں بہلول لودی کو سلطنت خود حوالے کر دی۔

اقبال خاں سے بدن ہو گیا تھا اور ابراہیم شرقی کو اپنا نوکر اور خانہ زاد سمجھتا تھا اس لیے ایک شب کو تنہا اپنے لشکر سے ابراہیم شرقی کی خیمے گاہ میں چلا آیا لیکن ابراہیم شرقی نے اپنے خاندان کے ولی نعمت سے بدسلوکی کی۔ سلطان محمود بیزار ہو کر قنوج واپس گیا اور شرقی حاکم کو نکال کر خود متصرف ہوا۔

اقبال خاں کے قتل ہونے پر ۸۰۹ھ میں سلطان محمود نے پھر جونپور پر چڑھائی کی۔ ابراہیم شاہ بھی مقابلے کو نکلا اور چند دن لنگاکے کنارے جنگ ہوتی رہی، لیکن پھر صلح کر کے دونوں لشکر واپس ہو گئے۔ مراجعت کے بعد ابراہیم شاہ قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں محمود ترمذی جو سلطان محمود کی طرف سے قنوج کا حاکم تھا چار مہینے تک ابراہیم شاہ سے مقابلہ کرتا رہا۔ بالآخر سلطان محمود کی کمک نہ آنے پر اس نے قنوج کو ابراہیم شاہ کے سپرد کر دیا۔

دوسرے سال (۸۱۰ھ) نصرت خاں کرک انداز و تاتار خاں پسرانگ خاں و ملک مرجا غلام اقبال خاں وغیرہ اکثر امرا سلطان محمود سے جدا ہو کر ابراہیم شاہ سے مل گئے۔ ابراہیم شاہ نے سنبل پر چڑھائی کی اور اسد خاں گماشتہ سلطان محمود نے قلعہ ابراہیم شرقی کے حوالے کر دیا۔ ابراہیم شاہ تاتار خاں کو قلعے داری سپرد کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں خبر پہنچی کہ طغرلا حاکم گجرات نے مالوہ پر قبضہ کر کے اپ خاں پسر دلاور خاں (مخاطب بہ سلطان ہوشنگ) کو مقید کر لیا ہے۔ اس خبر سے مضطرب ہو کر ابراہیم شاہ نے جونپور کی راہ لی۔ موقعہ پا کر اسی سال ماہ ذقعد میں سلطان محمود نے سنبل پر چڑھائی کر دی۔ اور بلا ملازمت قابض ہو کر دوبارہ اسد خاں لودھی کو قلعہ دار مقرر کیا

اس عہد میں تصنیف کیں۔ اس بادشاہ کو عمارتوں کا بھی شوق تھا۔
 سید قطب الدین برادر پھول شاہ ابراہیم شاہ شرقی کے وزیر سے تھا۔
 سیر التاخرین اور تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ ان کا مزار محلہ کچوری گلی پٹنہ میں ہے۔
 کیفیت العارفین میں شاہ عطا حسین صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔

(۱۴) محمود شاہ شرقی (۱۲۲۲ھ تا ۱۲۶۲ھ) (۱۲۲۲ء تا ۱۲۵۸ء)

ابراہیم شرقی کے مرنے پر اس کا بیٹا محمود اس کا جانشین ہوا۔ اسی کے
 عہد میں ۱۲۲۲ھ میں محمد شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں نے انتقال کیا۔
 اور خاندان سادات کے آخری حکمران علاء الدین عالم شاہ نے ۱۲۵۵ھ
 میں دہلی کی سلطنت خود بہلول لودی کے سپرد کر دی۔

امراے سلطان علاء الدین نے جو بہلول لودی کی حکومت سے راضی
 نہ تھے، ۱۲۵۶ھ میں محمود شاہ شرقی کو دہلی فتح کرنے کی دعوت دی۔ اس
 وقت سلطان بہلول دیپال پور کی طرف تھا۔ محمود شرقی نے جو نپور سے دہلی
 پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا۔ خواجہ بایزید پسر سلطان بہلول اور بعض امرا قلعے
 میں متحکم ہو گئے۔ سلطان بہلول کو معلوم ہوا تو دیپال پور سے چل کر
 دہلی سے پندرہ کوس پر مقام نلیرہ میں ٹھہر گیا۔ اور اس کے لشکری دوبار
 محمود شرقی کی فوج کے اڈنٹوں اور بیلوں کو چراگاہ سے پکڑے گئے۔ محمود شرقی
 نے فتح خاں ہرادی کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان بہلول کے مقابلے
 کے لیے متعین کیا۔ لودیوں نے لشکر مرتب کر کے جنگ کی اور قطب خاں لودی
 نے جو بڑا مشاق تیر انداز تھا فتح خاں کے ہاتھی کو گھال کر دیا۔ اور دریافاں

جدو کے منہ میں دیا اور اس کو مسلمان بنا کر اس کا نام جلال الدین رکھا اور ابراہیم شرقی سے معذرت کی کہ میں نے آپ کو راجا گنیش سے لڑنے کو بلایا تھا۔ اب جنگ کا بادشاہ مسلمان ہو اس سے لڑنا روا نہیں۔ ابراہیم شرقی ناخوش ہو کر واپس گیا۔ اس کے بعد راجا گنیش نے پھر اپنا سابق رویہ اختیار کیا بلکہ مخدوم کے بیٹے کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور بہمنوں کے کہنے کے مطابق سونے کی گائے بنوائی اور اس کے خلا کے اندر سے اپنے بیٹے جلال الدین کو گزار کر شدھی کر کے اس کو دوبارہ ہندو بنانے کی کوشش کی لیکن وہ مسلمان ہی رہا۔ تب راجا گنیش نے اس کو قید کر کے خود حکومت شروع کی بعد کو جلال الدین نے قید سے نکل کر ۸۲۱ھ سے ۸۲۵ھ تک بادشاہت کی۔ یہ پورا واقعہ ریاض السلاطین میں مذکور ہو چکا ہے۔

۸۱۷ھ میں امیر تیمور نے دہلی فتح کر کے خضر خاں کے حوالے کی تھی۔ ۸۲۳ھ میں خضر خاں نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا مبارک شاہ اس کا قائم مقام ہوا۔ ۸۳۰ھ میں ابراہیم شاہ شرقی بدائون پر فوج کشی کا قصد رکھتا تھا لیکن مبارک شاہ کے دبدبے سے باز رہا۔ مبارک شاہ نے مقام چندوار میں ابراہیم شرقی پر لشکر کشی کی لیکن جنگ کا کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا تھا کہ ابراہیم شاہ جوہنپور واپس آیا۔

ابراہیم شاہ شرقی نے چالیس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے زمانے میں دہلی کی شان و شوکت جاتی رہی تھی اور جوہنپور کی ایسی عظمت تھی کہ علماء و فضلا نے جوہنپور ہی کو مزع قرار دیا تھا۔ قاضی شہاب الدین جوہنپوری نے حاشیہ کافیہ تفسیر بحر المواجه اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ بہت سی کتابیں

۱۵) محمد شاہ شرقی ۱۷۴۲ء تا ۱۷۵۸ء

محمد شاہ کے مرنے پر اس کی ماں بی بی راجی نے امرا کے اتفاق سے شہزادہ بھیکن کو محمد شاہ کا لقب دے کر تخت نشین کیا اور سلطان بہلول سے بھی اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنے اپنے مقبوضہ ملک پر قابض رہے۔ اس صلح کے بعد جب بہلول دہلی پہنچا تو قطب خاں کی بہن شمس خاتون نے بہلول کو غیرت دلائی کہ قطب خاں کو محمد شاہ شرقی کی قید میں چھوڑ کر صلح کرنا سخت بے مروتی اور ذلت ہے۔ بہلول نے مقام دھنگور سے پھر مراجعت کی۔ ادھر محمد شاہ نے رائے کرن سے شمس آباد چھین کر پھر جونا خاں کے حوالے کر دیا۔ اس دفعہ رائے پرتاب جو سابقاً بہلول کی طرف تھا، محمد شاہ سے مل گیا۔ محمد شاہ نے سرستی میں اور بہلول لودی نے اس کے قریب ہی راہری میں فوج آراستہ کی۔ جنگ چھڑ جانے کے بعد محمد شاہ نے جونپور کے کوتوال کو لکھا کہ حسن خان (برادر محمد شاہ شرقی) اور قطب خان لودی کو قتل کر ڈالو۔ کوتوال نے جواب دیا کہ یہ دونوں بی بی راجی کی پناہ میں ہیں۔ محمد شاہ نے اپنی ماں کو اس فریب سے طلب کیا کہ ملک کا کچھ حصہ حسن خان کے لیے تجویز کر کے اس سے صلح کرادیجیے۔ ادھر بی بی راجی صلح کرانے کی غرض سے روانہ ہوئی۔ ادھر کوتوال نے حسن خاں کا فیصلہ کر دیا۔ راجی خبر پا کر تعزیت میں مصروف ہوئی تو محمد شاہ نے اس کو لکھا کہ میں اپنے سب بھائیوں کے حق میں یہی کرنے والا ہوں اس لیے ہر ایک کی تعزیت کے لیے آمادہ رہو۔

چوں کہ محمد شاہ شرقی کی قہاری کے سبب تمام امراے سلطنت بیزار ہو رہے تھے۔ ایک دن شہزادہ حسین خاں (برادر محمد شاہ شرقی) نے سلطان

لودی کو (جو اس وقت محمود شاہ شرقي کی طرف تھا) بھی یہ غیرت دلائی کہ تم لودیلوں کو چھوڑ کر ان کے مخالف کے طرف دار ہوتے ہو۔ دریا خاں کے جدا ہوتے ہی فتح خاں شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ رائے کرن نے اس کا سر کاٹ کر سلطان بہلول کے پاس بھیج دیا۔ محمود شاہ شرقي پیاہو کر جوہپور کی طرف واپس ہوا۔ بہلول لودی نے اس کا تعاقب کیا اور اٹا دے کے قریب پھر جنگ واقع ہوئی۔ لیکن دوسرے ہی دن قطب خان اور رائے پرتاب کی وساست سے یہ بات قرار پائی کہ ہر ایک اپنی اپنی سابق مملکت پر متصرف رہے۔ بہلول نے سات زنجیر نیل جو فتح خاں ہروی کی جنگ میں ہاتھ آئے تھے محمود شاہ شرقي کو واپس دیے۔ اور یہ قول و قرار ہوا کہ بعد برسات بہلول لودی شمس آباد پر (جو محمود شرقي کی جانب سے جو ناخان کی حکومت میں تھا) قابض ہو۔ اس صلح کے مطابق جب بہلول لودی نے جو ناخان سے شمس آباد واپس لینا چاہا جو ناخان لیت و لعل کرنے لگا لیکن بہلول فوج لے کر ادھر بڑھا تو جو ناخان کو بھاگتے ہی بنی۔ بہلول نے شمس آباد کو لے کر ان کے سپرد کیا۔ اس کے بعد محمود شرقي نے پھر بہلول پر فوج کشی کی اور قطب خان و دریا خان لودی نے محمود شرقي کی فوج پر شخون مارا۔ اتفاقاً گھوڑے کے ٹھوکر کھانے کے سبب قطب خان گرفتار ہو گیا۔ اور محمود شرقي نے اس کو قید کر کے جوہپور بھیج دیا۔ (یہ سات برس مقید رہا)۔ بہلول نے شہزادہ جلال و شہزادہ سکندر و عماد الملک کو رائے کرن کی مدد پر متعین کر کے خود محمود شرقي سے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی اثنا میں محمود شرقي نے بیمار ہو کر انتقال کیا۔

سے گرتے ہی ڈھیر ہو گیا۔

(۶) حسین شاہ شرقی ۸۶۳ھ تا ۸۹۲ھ (۵۸-۱۲۸۹ء)

حسین شاہ نے تخت نشین ہو کر سلطان بہلول سے چار برس کے لیے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنے اپنے سابق مقبوضات پر قابض رہے۔ اس کے بعد حسین شاہ نے قطب خان لودی کو اور بہلول نے جلال خان کو رہا کر دیا۔ اسی اثنا میں سلطان علاء الدین عالم شاہ (پسر نیرۂ خضر خاں) نے بدادون میں انتقال کیا۔ حسین شاہ تعزیت کو اٹاؤے سے بدادون پہنچا۔ اور مراسم تعزیت ادا کرنے کے بعد علاء الدین عالم شاہ کے بیٹے کو بدادون سے بے دخل کر کے خود قابض ہو گیا۔ اور وہاں سے سنبل جا کر مبارک خاں پسترتار خاں کو قید کر کے سارن روانہ کیا۔ اور خود دریائے جمنا کے کنارے آ کر خیمہ زن ہوا۔ سلطان بہلول اس کے مقابلے کو سرہند سے دہلی آیا۔ کچھ مدت تک طرفین سے جنگ ہوتی رہی اور اکثر معرکوں میں حسین شاہ غالب رہا۔ آخر الامر قطب خاں نے کہلایا کہ میں بی بی راجی کا ممنون احسان ہوں، بہتر ہو کہ صلح کر لی جائے۔ حسین شاہ نے صلح کے اعتماد پر جنگ موقوف کر کے کوچ کیا لیکن لے طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۶۔

۵۷ سی۔ جی۔ براؤن صاحب اپنی کتاب کوانس آف انڈیا صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ ۸۸۷ھ (۱۴۷۶ء) میں بہلول لودی نے حسین شاہ شرقی کو جو پنپور سے بے دخل کیا لیکن اس کے بعد تیس برس تک حسین شاہ کے سٹے جاری رہے اور بارہک بہلول نے بھی سٹے جاری کیے۔ لے طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۰۹ میں اس واقعے کی تاریخ ذی الحجہ ۸۸۳ھ لکھی ہے۔

شہ و جلال خان اجمودھنی کے مشورے سے محمد شاہ کو یہ فریب دیا کہ سلطان بہلول کا لشکر شہ خون کے ارادے سے ادھر آ رہا ہے۔ اس کو سر راہ روکنا چاہیے۔ اس جیلے سے شہزادہ حسین نے تیس ہزار سوار اور تیس زنجیر نیل لے کر محمد شاہ سے علیحدگی اختیار کی اور ایک جھرنے کے قریب ٹھہر کر شہزادہ جلال خان کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارا منتظر ہوں۔ جلد آ کر ہمراہ ہو جاؤ۔ اس آفتاب میں سلطان بہلول نے ایک لشکر شہزادہ حسین کے مقابلے کو روانہ کیا۔ اس لیے سلطان شہ نے شہزادہ حسین خان کو صلاح دی کہ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ شہزادہ جلال آ کر خود ہمراہ ہو جائے گا۔ حسین خان کے کوچ کرتے ہی بہلول کا لشکر اس جگہ پہنچ گیا۔ شہزادہ جلال جب ادھر آیا۔ اچانک بہلول کی قید میں آ گیا اور بہلول نے قطب خان کے عوض میں اس کی گرفتاری کو غنیمت سمجھا۔ اب محمد شاہ کو بہلول کے مقابلے کی تاب نہ رہی تھی۔ اس لیے اس نے تنوج کی راہ لی۔ بہلول نے تعاقب کر کے کچھ مال و اسباب اس کا چھین لیا۔

شہزادہ حسین خان نے اپنی ماں راجی کے پاس پہنچ کر امرا کے اتفاق سے تخت پر جلوس کیا اور ملک مبارک گنگ و ملک علی گجراتی وغیرہ امرا کو اپنے بھائی محمد شاہ کے مقابلے کے لیے گنگا کے کنارے مقام راج گڑھ کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت قریب قریب تمام امرا نے محمد شاہ کی رفاقت ترک کی۔ عالم بے چارگی و بے کسی میں اس نے صرف چند سواروں کے ساتھ ایک باغ میں پناہ لی۔ امراے حسین شاہ نے باغ کا محاصرہ کیا اور محمد شاہ تنہا مقابلے کو مستعد تھا۔ لیکن اس کے سلاح دار نے بی بی راجی کی سازش سے ترکش کے تمام تیروں سے پیکان نکال لیے تھے۔ اس پر بھی اس نے تلوار سے چند آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آخر مبارک گنگ نے اس کے گلے پر ایک تیرا بارا کر گھوٹے

ولایت بھٹہ میں چلا آیا تھا۔ بھٹہ کے راجائے چند لاکھ ٹنڈک اور اس پ ذیل بطور پیش کش دے کر جو پور تک کچھ فوج بھی حسین شاہ کے ساتھ کر دی۔ اس کے بعد ہی بہلول نے جو پور پر چڑھائی کا قصد کیا۔ لیکن حسین شاہ کے (بہر لچ کی راہ سے) قنوج جانے پر اس نے بھی قنوج جانے کا قصد کیا۔ آپ رہت کے کنارے مقابلہ ہونے پر حسین شاہ نے پھر شکست کھائی۔ اور اس دفعہ اس کی حرم بی بی خوزنہ [ؑ] جو علاء الدین عالم شاہ کی لڑکی تھی، بہلول کی قید میں آگئی۔ بہلول نے اس کو عزت و حرمت کے ساتھ حسین شاہ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ہی بہلول نے جو پور فتح کر کے مبارک خاں لوحانی کے سپرد کیلا اور قطب خاں لودی و خان جہان وغیرہ بعض امرا کو جھولی میں چھوڑ کر خود بداؤں کی طرف روانہ ہوا۔ حسین شاہ نے موقع پا کر جو پور پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ امرائے بہلول پس پا ہو کر جھولی چلے آئے اور ملک کے انتظار میں حسین شاہ سے زمانہ سازی کرتے رہے۔ سلطان بہلول نے اپنے بیٹے باریک شاہ کو ان کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ اور خود بھی جو پور کی طرف متوجہ ہوا۔ حسین شاہ گھبرا کر بہار کی طرف چلا آیا۔ اسی اثنا میں قطب خاں لودی کا انتقال ہو گیا اور بہلول نے پھر جو پور پر قبضہ کر کے اپنے بیٹے باریک کو تخت نشین کیا ^{۹۹۴ھ}۔

^{۹۹۴ھ} میں سلطان بہلول لودی نے پرگنہ سکیت میں انتقال کیا اور

اس کا بیٹا نظام خاں المعروف بہ سلطان سکندر لودی بادشاہ ہوا۔ بہلول کے

۱۔ معلوم نہیں خوزنہ کیا نام ہے۔ اصل عبارت طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۳

میں یہی نام ہے۔ دکن کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان مرتضیٰ شاہ نظام الملک بحری

(۹۹۳ھ تا ۹۹۵ھ) کی ماں کا بھی یہی نام تھا۔

۲۔ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۳۔

بہلول نے تعاقب کر کے اچانک حسین شاہ کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اور بعض اصرار نامی مثل قاضی سہار الدین قتلغ خاں کو بھی گرفتار کر لیا۔ حسین شاہ کے بعض پرگنات بھی بہلول کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اس لیے حسین شاہ نے مجبوراً مقابلہ پر کمر باندھی۔ آخر موضع آرام ہجور میں سخت جنگ ہونے کے بعد ایک طور کی صلح ہو گئی۔

لیکن اس کے بعد حسین شاہ لشکر فراہم کر کے یکایک بہلول کے سر پر آپہنچا۔ موضع سونہار کے پاس سخت لڑائی ہوئی اور حسین شاہ نے ایسی شکست کھائی کہ اس کا خزانہ لودیوں کے ہاتھ لگا۔ حسین شاہ نے کسی طرح رابری پہنچ کر پھر جنگ کا تہیہ کیا۔ اس دفعہ دھوپامو میں بہلول کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ حسین شاہ نے پھر ایسی سخت ہزیمت اٹھائی کہ جن کو عبور کرتے وقت اس کے اہل و عیال میں بھی بعض لوگ ہلاک ہوئے۔ آخر اس نے گوالیار کی طرف آ کر وہاں سے راجا گیت سنگھ کو ہمراہ لیا اور کالپی پہنچا۔

اس اثنا میں سلطان بہلول نے اٹاؤہ پہنچ کر ابراہیم خاں براہو حسین شاہ کو شکست دی اور اس علاقے کو ابراہیم خاں پسر مبارک خاں لوہانی کے سپرد کیا۔ اور بڑے سامان کے ساتھ حسین شاہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ موضع راکانڈ (از توابع کالپی) میں سخت جنگ واقع ہوئی۔

اسی زمانے میں رائے تلوک چن۔ حاکم ولایت بکسر بہلول کے پاس پہنچا۔ اور جس جگہ پر ندی پایاب تھی بہلول کو لے جا کر پار کیا۔ اس وقت حسین شاہ ۱۷ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۰ میں ہنر صاحب کے امپریل گزیر صفحہ ۵۰ م کے حوالے سے ڈے صاحب نے جلد اول کے انگریزی ترجمے کے نوٹ میں اس بکسر اور یہاں کا پورے قریب بتایا ہے۔

تھے، شکست کھا کر قلعے میں متحصن ہوئے۔ سلطان سکندر اس قلعے کو چھوڑ کر کنت کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت راجا بھیڑنے سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان کنت کو اس کے دخل میں چھوڑ کر خود اریل کی طرف چلا آیا۔ لیکن اس اثنا میں راجا بھیڑ کسی سبب سے متوہم ہو کر پٹنہ کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان سکندر نے اس کا سارا مال و اسباب اس کے پاس بھجوا دیا اور خود اریل سے کٹرہ ہوتا ہوا دلمو آ کر شیر خاں برادر مبارک خاں لوحانی کی بیوہ کو اپنے عقد میں لایا۔

سنہ ۹۰۰ھ میں سلطان سکندر لودی نے راجا بھیڑ کی سزا دہی کے لیے پٹنہ کا عزم کیا۔ اور اتنا راہ میں بعض سرکشوں اور متمرودوں کو قتل و اسیر کرتا ہوا کھا کر گھاٹی پہنچا۔ یہاں نرننگہ سپر راجا پٹنہ نے مقابل ہو کر جنگ کی لیکن شکست کھا کر پٹنہ واپس گیا۔ سلطان سکندر بھی متعاقب پٹنہ پہنچا۔ نرننگہ سرگجہ کی طرف بھاگ کر اتنا راہ میں مر گیا۔ اس لیے سلطان سکندر سرگجہ سے سڑہ چلا آیا۔ چوں کہ افیون کو کنار نمک اور روغن نہایت گراں اور کم یاب تھا۔ سلطان کو یہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ مجبوراً جو نہ پور واپس جانا پڑا۔ اس سفر میں اس کی فوج نے بے حد مشقت اٹھائی اور نوے فی صدی کے قریب گھوڑے اور لوازمات بھی ضائع ہو گئے تھے۔ رائے لکھن چند سپر راجا بھیڑ اور بعض زمین داروں نے سلطان حسین کو خبر دی کہ سکندر لودی کی فوج تباہ حال ہے۔ اس وقت اس کو شکست دینا بہت آسان ہے۔ سلطان حسین ایک لشکر گراں فراہم کر کے تلوزنجیر فیصل لے کر صوبہ بہار سے مقابلے کو روانہ ہوا۔ اس عرصے میں سلطان سکندر کنت لے طبقات اکبری میں کنت کہ از مضافات پٹنہ لکھا ہے۔ دیکھو طبقات اکبری جلد اول ص ۳۱۸

۵ بد اون جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ میں اریل کو الہ آباد کے قریب بتایا ہے۔

۶ طبقات اکبری صفحہ ۳۱۹ سنہ از اعمال پٹنہ لکھا ہے۔ ضلع پٹنہ میں پرگنہ سانڈہ مشہور ہے۔

امرا میں حسن قرملی ضلع سارن کا حاکم مقرر ہوا۔ غالباً اسی زمانے میں حسین شاہ
ے اڑیسہ فتح کیا۔

(۷) حسین شاہ شرقی اور سکندر لودی ۹۴۲ھ تا ۹۵۱ھ

سکندر لودی نے اول اپنے بھائی باربک پر فوج کشی کر کے اس کو
مطیع کیا اور اس کو جونپور کی حکومت پر بحال رکھ کر اوز پرگنات دوسرے
امرا کے سپرد کیے۔ ۹۴۶ھ کے قریب جونپور کے اطراف میں زمین داروں
نے ایک لاکھ پیادے اور سوار فراہم کر کے شیر خاں برادر مبارک خاں لوحانی
کو مار ڈالا۔ اتفاقاً مبارک خاں بھی مقام جھوسی میں ملاحوں کے ہاتھ
گرفتار ہو گیا تھا۔ راجا بھیڑ نے اس کو اپنے پاس قید کر لیا۔ باربک شاہ زمینداروں
کا غلبہ دیکھ کر جونپور سے محمد قرملی عرف کالا پہاڑ کے پاس دریا باد چلا گیا۔
جب سکندر لودی نے اودھر کا رخ کیا۔ راجا بھیڑ نے مبارک خاں کو اس
کے پاس بھیج دیا۔ سکندر لودی نے جونپور کو پھر باربک شاہ کے حوالے کیا۔
لیکن باربک زمین داروں کے غلبے کے سبب جونپور میں قدم نہ جاسکا۔ اس
لیے محمد قرملی و اعظم ہمایوں و خان خانان لوحانی نے اودھ سے اور مبارک خاں
نے آگرے سے جونپور آکر باربک کو قید کر کے سکندر لودی کے پاس بھیج دیا۔
سکندر لودی نے اس کو ہیبت خان و عمر خان شروانی کے سپرد کیا اور خود
جونپور سے چنار کی طرف روانہ ہوا۔ حسین شاہ کے بعض امرا جو اس جگہ موجود

۱۵ صفحہ ۲۱۵۔ ۱۶ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۷ میں راجا بھیڑ راجا پٹنہ لکھا ہے۔ فرشتہ

میں بھیڑ کو بلجھدر لکھا ہے۔ پٹنہ کو بعض لوگوں نے پٹنہ قیاس کیا ہے۔

بنگالہ نے سلطان حسین شرتی کو پناہ دی تھی، سکندر لودھی نے سلطان بنگالہ سے جنگ کا عزم کیا۔ سکندر لودھی تغلق پورے پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان بنگالہ نے اپنے بیٹے شہزادہ داینال کو مقابلے کے لیے روانہ کیا ہے۔ سلطان سکندر نے بھی محمود خان لودھی اور مبارک خان لوحانی کو جنگ کے لیے تعینات کیا۔ لیکن باڑہ پہنچ کر طرفین سے صلح کی گفتگو چھڑ گئی۔ اور بالآخر یہ صلح قرار پائی کہ سلطان سکندر سلطان بنگالہ کی مملکت میں داخل نہ ہو۔ اور سلطان بنگالہ سلطان سکندر کے مفتوحہ ممالک (یعنی بہار و ترہت و سارن) سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ صلح کے بعد محمود خان و مبارک خان واپس آئے۔ لیکن پٹنہ پہنچ کر مبارک خان لوحانی نے انتقال کیا۔ سلطان سکندر نے تغلق پورے درویش پور اگرچہ مہینے قیام کیا اور اس علاقے کو اعظم ہمایوں کے سپرد کیا۔ اور صوبہ بہار کی حکومت دریا خان پسر مبارک خان لوحانی کو تفویض کیا۔

(۸) زکوٰۃ اور زیارت مزار کے متعلق سکندر لودھی کا حکم

غالباً ۹۰۲ھ کے قریب تمام ملک میں غلے کا قحط ہوا۔ سکندر لودھی نے رفاہ عام کے خیال سے حکم جاری کیا کہ غلے کی زکوٰۃ موقوف کی جائے۔ اسی زمانے سے صوبہ بہار اور تمام ہندستان میں باوجود قحط نہ ہونے کے بھی غلے کی زکوٰۃ بالکل موقوف ہو گئی۔ اسی سال سکندر لودھی نے عورتوں کو مزاروں پر جانے کی سخت ممانعت کی تھی۔

۱۰ طبقات اکبری میں تغلق پورہ از اعمال بہار لکھا ہے۔ ۱۱ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۲۰

۱۲ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۳۶۲۔

کے پاس گنگا کو عبور کر کے چنار ہو کر بنارس پہنچ گیا تھا۔ اور خان خانان کو روانہ کیا تھا کہ دلاسا دے کر راجا بھٹیڈ کو بھی لے آئے۔ سلطان حسین کا لشکر بنارس سے اٹھا رہا کہ اس پر پہنچا تو سلطان سکندر نے پیش قدمی کر کے مقابلہ کیا۔ اس اشنا میں راجا سالباہن بھی آ ملا تھا۔ حسین شاہ حبِ عادت پھر شکست کھا کر پٹنہ واپس آیا۔ اس دفعہ سکندر لودھی نے ایک لاکھ سوار فراہم کر کے تعاقب کیا۔ راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان حسین نے بہار واپس آ کر ملک کندو کو حصار بہار کی حفاظت سپرد کر کے خود کھل گانوں کی راہ لی۔ سکندر لودھی نے مقام دیوبار سے ملک کندو کے مقابلے کو ایک فوج متعین کی۔ اس کے پیچھے ہی ملک کندو سے فرار کیا اور سکندر لودھی کے گماشتوں نے بلا مزاحمت بہار پر قبضہ کر لیا۔

سکندر لودھی نے محنت خان اور بعض امرا کو بہار میں چھوڑ کر خود درویش پور میں قیام کیا۔ اور خان خانان اور خان جہان لودھی کو فوج کی نگہبانی سپرد کر کے یہاں سے تربت کا رخ کیا۔ تربت کے راجائے اطاعت قبول کر کے چند لاکھ رُپے (ٹنکے) اخراج دینا منظور کیا۔ لہذا مبارک خان لوہانی کو اس کی وصولی کے لیے تعینات کر کے سکندر لودھی پھر درویش پور واپس چلا آیا۔

۱۸ شوال ۹۵۹ھ کو خان جہان لودھی نے انتقال کیا۔ سلطان سکندر نے اس کے بڑے بیٹے احمد خان کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد خود بہار آ کر شیخ شرف الدین مینری کے مزار کی زیارت کی۔ اور فقرا و ساکین کو بہت سالانعام دے کر درویش پور میں قیام کیا۔ چونکہ سلطان علاء الدین حسین والی

۱۰ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۱۵ میں سالباہن پسر راجا بھٹیڈ اور تاریخ بدائنی میں راجا پٹنہ لکھا ہے۔ ایٹ صاحب کی تاریخ جلد پنجم صفحہ ۹۳ میں تاریخ خان جہان لودھی کے ترجمے میں بجائے پٹنہ کے پٹنہ لکھا ہے۔ ۱۰ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۳۲۰ -

پاکر چند رنقا کے ساتھ سلطان حسین والی بنگالہ کی پناہ میں لکھنؤ کی طرف چلا گیا۔

بد اونی لکھتا ہو کہ ۳ صفر ۱۱۹۱ھ کو سارے ہندستان میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ بڑی بڑی مستحکم عمارتیں گر پڑیں اور زمینیں شق ہو کر سوراخ پیدا ہو گئے اور درخت اپنی جگہ پر قائم نہ رہے۔ واقعات باہری اور دوسری تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ ہندستان تک محدود نہ تھا بلکہ دوسری ولایات میں بھی شدت سے واقع ہوا۔ اس کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

در نہ صد واحدی عشر از زلزلہا۔ گردید سواد اگرہ چوں مر جلیہا
با آنکہ بنا ہاش بے عالی بود۔ از زلزلہ شد عالیہا سافلہا



باب یازدہم

صوبہ بہار میں پٹھانوں کی حکومت

(۱) پٹھان کی وجہ تسمیہ

تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ افغان جب اول اول ہندستان آئے تو پٹن میں سونٹ، پزیر ہوئے۔ اسی سبب سے خود کو پٹھان کہنے لگے۔ پٹن اور پٹنہ کے معنی شہر کے ہیں۔ اس لیے راقم کے خیال میں

۹۱) حسین شاہ شرقی کا باقی حال

حسین شاہ شرقی نے اس کے بعد سلطنت کی ہوس نہ کی۔ تاریخ آئینہ اودھ (صفحہ ۱۹۱) میں مذکور ہے کہ ۹۵ھ میں حسین شاہ نے سکندر لودی پر شب خون مارا اور اس کے بعد ۹۵ھ میں سکندر لودی نے جونپور میں سلاطین شرقیہ کی تمام عمارتیں اور مقبرے سمار کر دیے۔ علما کے کہنے سے صرف مسجدیں سلامت چھوڑ دی گئیں۔

سلطان حسین نے باقی عمر اپنے ہم نام سلطان علاء الدین حسین والی بنگالہ کی رفاقت میں بسر کی اور اپنے بیٹے جلال الدین کے پاس جو شاہ بنگالہ کا داماد تھا انتقال کیا۔ جلال الدین نے باپ کی لاش کو جونپور بھیج کر صحن خانقاہ جامع مسجد میں دفن کرایا۔ جب خود جلال الدین مرا تو اس کی لاش بھی اس کے بیٹے محمود نے حسین شاہ کی قبر کے پہلو میں دفن کرائی۔ (آئینہ اودھ صفحہ ۱۹۱)

۱۱۰) سکندر لودی کے زمانے کے بعض قابل ذکر واقعات

۹۰ھ میں سکندر لودی نے قصبہ سارن جا کر بعض پرگنات کو زینداروں کے قبضے سے نکال کے اپنے مستندوں کے سپرد کیا اور خود ہہلی گر کی راہ سے جونپور واپس گیا۔

۹۱۵ھ میں سلطان سکندر نے حسین قرطی ضابط قصبہ سارن سے بظن ہو کر حاجی سارنگ کو اس کی گرفتاری کے لیے تعینات کیا۔ حسین قرطی اس کی خبر

لیکن وہ نہ آیا۔ تب انھوں نے تمام امرا اور حکام کو جن میں دریاخان حاکم ولایت بہار سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا اور تیس چالیس ہزار ملازم رکھتا تھا، جلال خان کی اطاعت سے باز رکھا۔ جلال خان نے اول جونپور کو چھوڑ کر کالپی میں اپنے نام سے خطبہ دیکر جاری کیا۔ لیکن بالآخر محض جاگیردار ہو کر کالپی میں رہنے کو غنیمت سمجھا۔ اسی زلزلے میں بانگر سوار رتنوج کی طرف اقبال خاں نے بغاوت کی۔ سلطان ابراہیم لودی نے دریاخان حاکم بہار کو بھی باغیوں کے مقابلے کے لیے لکھا۔ دریاخان نے باغیوں سے مقابلہ کر کے سعید خاں لودی کو گرفتار کیا اور سلطان ابراہیم لودی کو فتح ہوئی۔ لیکن اس وقت میں تمام امرا باغی اور خود سر ہو گئے تھے۔ زمانے کی ہوا کو دیکھ کر بہار میں دریاخان کو بھی جوش آگیا اور خود مختار ہو کر حکومت کرنے لگا۔ دولت خاں نے سلطان ابراہیم سے متوہم ہو کر بارشاہ کو ہندستان فتح کرنے کی دعوت دی لیکن بابر کے آنے سے پہلے ہی دولت خاں مر گیا اور اسی زمانے میں دریاخان نے بھی انتقال کیا۔

(۳) بہادر خان لوحانی ملقب بہ محمد شاہ ۹۲۲ھ تا ۹۳۷ھ

(۱۵۱۷-۱۵۳۱ء)

دریاخان کے مرنے پر اس کا بیٹا بہادر خاں حاکم ہوا۔ اس زلزلے میں اکثر امرا مثل خان جہان لودی حسن قرملی ضابط قصبہ سارن و نصیر خاں لوحانی حاکم غازی پور باغی ہو کر بہادر خان سے مل گئے جس سے تقریباً ایک لاکھ کی جمیعت فراہم ہو گئی۔ بہادر خان نے علی الاعلان خود سری اختیار کی اور اپنا لقب

کچھ ضرور نہیں کہ پٹنہ سے صوبہ بہار کا شہر پٹنہ مراد ہو۔ عجیب بات یہ ہو کہ بنگالے کے اکثر دیہاتوں میں اور تمام اڑیسہ میں مسلمانوں کو بچکان کہتے ہیں۔ عام اس سے کہ اس کی قومیت کچھ ہو۔ لودی اور سور قبیلوں کی وجہ تسمیہ کے متعلق فرشتہ لکھتا ہے کہ خالد بن عبداللہ کامل کی حکومت میں ایک شخص اپنے عہدے سے معزول ہو کر مع اہل و عیال کوہ سلیمان میں مقیم ہوا اور اپنی لڑکی کی شادی ایک نو مسلم افغان سے کر دی۔ اسی کی اولاد میں لودی اور سور نامی دو لڑکے تھے جن سے یہ دونوں قبیلے مشہور ہیں۔ کتاب مخزن افغانی میں اس کے متعلق کچھ اور روایت ہے۔ اور غزوہ مکہ معظمہ کے واقعات تک سلسلہ ملایا ہے۔ پنجتوزبان میں لودی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

بہر حال ان دونوں قبیلوں میں بہلول لودی اور شہ شاہ سوری اور اوران کی اولادوں نے ہندستان میں سلطنت کی۔

(۲۱) دریا خان لوحانی ۹۰۲ھ تا ۹۲۲ھ ۹۵۱ھ تا ۱۵۱۶ھ

مبارک خاں لوحانی کے مرنے پر اس کی خدمات کے صلے میں سکندر لودی نے دریا خان پسر مبارک خاں لوحانی کو صوبہ بہار کی حکومت تفویض کی ۹۲۲ھ میں سکندر لودی کے مرنے پر ابراہیم لودی بادشاہ ہوا۔ اس وقت امرے ذی اقتدار کی صلاح سے یہ امر طر پایا کہ سلطان ابراہیم سرحد جو نپور تک فرماں روا رہے۔ اور اس طرف ممالک شترقی میں جلال خان (برادر ابراہیم لودی) حکمرانی کرے۔ لیکن خان جہان لوحانی نے وزرا کو سخت ملامت کی کہ حکومت کو مشترک ٹھہرا تا سخت غلطی ہو۔ ارکان دولت نے تلافی مانا کہ اس کے لیے جلال خان کو حیلے سے دہلی بلوانا چاہا

مخدوم یحییٰ منیری کے مزار کی زیارت کی اور مسجد میں غار ادا کر کے بہت سی خیرات کی۔ اور بہیہ و بھونچ پور ہو کر پانچویں رمضان کو آگرہ واپس گیا۔ بہادر خان (محمد شاہ) نے اس کی واپسی کو بہت غنیمت سمجھا ہوگا۔

(۵) جلال خان لوحانی ۹۳۴ھ تا ۹۴۲ھ (۱۵۳۹ء-۳۱)

محمد شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا جلال خاں اس کا جانشین ہوا۔ اس کی کم سنی کے سبب اس کی ماں ملکہ لاڈو فرید خاں (شیر شاہ) کی مشورت سے حکومت کا انتظام کرتی تھی۔ فرید خاں محمد شاہ کے وقت سے جلال خاں کا اتالیق تھا۔ کچھ دنوں کے ملکہ لاڈو بھی مر گئی۔ اور فرید خاں جلال خاں کو وجود معطل بنا کر خود حکومت کرنے لگا۔ جلال خاں کی حکومت حقیقتاً شیر شاہ کی بادشاہت تھی۔ اس لیے باقی حالات شیر شاہ کی حکومت کے سلسلے میں بیان کیے جائیں گے۔

(۶) فرید خاں ملقب بہ شیر شاہ ۹۳۲ھ تا ۹۵۲ھ

(۳۶-۱۵۴۶ء)

اس ذی لیاقت پٹھان کی بدولت صوبہ بہاؤ کو یہ فخر حاصل ہو کہ یہاں کا ایک باشندہ معمولی جاگیر دار کی حیثیت سے ترقی کر کے سارے ہندستان کا بادشاہ ہوا۔

فرید الدین خاں بن حسن سور قصبہ ہسرام کارہنے والا تھا۔ حسن سور کا

لہ اکبر نامہ صفحہ ۱۲۹- تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۰ جلد ۱ میں بابر شاہ کا منیر میں قیام کنرا صریح طور پر مذکور ہے۔

محمد شاہ رکھ کر خطبہ دیکر جاری کیا۔ بہادر خاں (محمد شاہ) کے زمانے میں ۹۳۵ھ میں بابر نے صوبہ بہار پر فوج کشی کی جو آئندہ سطروں میں مذکور ہوگی۔ محمد شاہ نے ۹۳۶ھ میں انتقال کیا۔

(۳) ظہیر الدین بابر شاہ کی آمد اور جنگ ۹۳۵ھ (۱۵۲۹ء)

۹۳۲ھ میں بابر شاہ نے پانی پت کی جنگ میں سلطان ابراہیم لودی کو شکست فاش دے کر ہندوستان کی سلطنت حاصل کی۔ ۹۳۵ھ کے قریب بابر کو معلوم ہوا کہ صوبہ بہار و بیٹنہ کے پٹھانوں نے محمود لودی برادر ابراہیم لودی کو بادشاہ بنا کر ایک جمیعت فراہم کر لی ہے اور جنگ کے تہیہ میں ہیں۔ بابر نے مرزا عسکری کو ایک فوج کے ساتھ ادھر روانہ کیا اور چند دنوں کے بعد، اجمادی الاول کو خود بھی روانہ ہوا۔ جتنا کو عبور کرنے پر نصرت شاہ والی بنگالہ کا ایلچی بعض تحائف لے کر اظہار اطاعت کو حاضر ہوا۔ گھاگھرانہ کی قریب پہنچنے پر بابر نے حکم دیا کہ مرزا عسکری کی فوج دوسرے کنارے پر بٹھیرے۔ پٹھانوں نے خبر پا کر ایک لشکر کے ساتھ دھاوا کیا۔ بابر نے کوئی انتہائی سواروں سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور اسی وقت مرزا عسکری کی فوج بھی کمک میں آگئی اور پٹھانوں نے فرار کیا یہ معرکہ گھاگھرانہ اور گنگا ندی کے کنارے پیش آیا۔ بابر نے اس فتح کے بعد صوبہ بہار کا بندوبست مرزا محمد زمان کو سپرد کیا۔ اور خود منیر میں قیام کر کے

۱۵ طبقات اکبری صفحہ ۳۴۶۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۶۱، اور اکبر نامہ جلد اول

صفحہ ۱۲۱ وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔

۱۶۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ اور انجمن مثلاً اکبر نامہ وغیرہ میں بھی یہی ہے۔

متفکر ہو کر بہادر خان لوحانی ملقب بہ محمد شاہ حاکم بہار کا سہارا پکڑا اور اس کے کم سن بیٹے جلال خاں کا اتالیق مقرر ہو گیا۔ اسی محمد شاہ کی ملازمت میں فرید خاں نے ایک شیر کو شمشیر سے ہلاک کر کے شیر خاں کا لقب حاصل کیا۔ مغلوں کے آنے سے تمام ملک میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ شیر خاں اپنی جاگیر کے بندوبست کا حیلہ کر کے کچھ دنوں کی رخصت پر سہسرام چلا گیا اور بعد انقضائے میعاد واپس نہ آیا۔ اس وقت محمد خان سور حاکم جو پور نے (جو شیر خاں کا مخالف اور اس کے سوتیلے بھائیوں کا طرف دار تھا) محمد شاہ حاکم بہار سے شکایت کی کہ شیر خاں بڑا مکار ہے۔ وہ محمود لودی پسر سکندر لودی کے آنے کا منتظر ہے، بہتر ہے کہ اس کی جاگیر اس کے بھائی سلیمان اور احمد کو دے دی جائے۔ محمد شاہ نے بلا سبب تغیر جاگیر کو مناسب نہ سمجھا لیکن بالآخر سہام شرعی کے مطابق تقسیم جاہداد کی اجازت دے دی۔ محمد خان سور نے اپنے غلام شاہی نامی کو تقسیم جاگیر کے لیے سہسرام بھیجا۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ مجھ کو ترک دینے میں عذر نہیں لیکن جاگیر شاہی فرمان سے حاصل ہوئی ہے اور حکومت میں شرکت نہیں ہوتی۔ محمد خان سور نے برہم ہو کر سپاہیوں کو متعین کیا کہ خواص پور ٹانڈہ کی جاگیر بزرگ شمشیر سلیمان کو دے دی جائے شیر خاں ہراساں ہو کر سلطان جنید برلاس کے پاس (جو بابر کی طرف سے کٹرہانگ پور کا حاکم تھا) چلا گیا اور اس کی مدد سے پھر اپنی جاگیر پر قابض ہوا۔

محمد خان سور نے ہزیمت اٹھا کر رہتاس کے پہاڑوں میں پناہ لی لیکن شیر خاں نے ازراہ شرافت اس کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کو چاکی جگہ پر سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی جاگیر سے غرض تھی۔ آپ سے کچھ پر خاش نہیں۔

شیر خاں جاگیر پر قابض ہو کر جنید برلاس کی ملازمت میں رہنے لگا۔

کا باپ ابراہیم سوراول اول ولایت روہ سے (تندھار کے قریب) ہندستان آکر سلطان بہلول لودی کے ایک سردار کا ملازم ہوا۔ سکندر لودی کے عہد میں جمال خاں حاکم جوہپور نے حسن سور کو منصب پانصدی اور ہسرام اور خواص پور ٹانڈہ میں جاگیریں عطا کیں۔ حسن سور نے فرید خان کی ماں کے علاوہ ایک کینز سے بھی شادی کر لی تھی۔ خانگی معاملات کی بے لطفی کے سبب فرید خاں گھر سے بیزار ہو کر جوہپور چلا گیا۔ اور تحصیل علم میں مشغول ہو کر گلاتاں و بوستان و سکندر نامے کا فیہ مع حواشی اور بعض کتب سیر و توارخ کے درس سے فارغ ہوا۔ دو تین سال کے بعد اتفاقاً حسن سور جوہپور آیا۔ اس وقت بعض قرابت مندوں نے فرید خاں کو باپ سے ملایا اور باپ نے خوش ہو کر جاگیر کا انتظام فرید خان کے سپرد کیا۔ تھوڑی ہی مدت میں فرید خاں سرکش زمینداروں کو سرکر کے رعب و اقتدار قائم کر لیا۔ لیکن اس کے بعد ہی حسن سور نے بعض وجوہ سے جاگیر کا انتظام بجائے فرید خاں کے اس کے سوتیلے بھائیوں (یعنی سلیمان و احمد) کے سپرد کر دیا۔ فرید خاں آزرہ ہو کر آگرہ چلا گیا اور سلطان سکندر لودی کے ایک امیر کبیر دولت خان لودی کی ملازمت میں بسر کرنے لگا۔ اور اسی کی سفارش سے باپ کی جاگیر اپنے نام منتقل ہونے کی سلطان سے درخواست کی۔ سلطان سکندر لودی نے جاگیر منتقل نہ کی بلکہ یہ جواب دیا کہ جو شخص باپ سے گلہ رکھتا ہو وہ بد ہو لیکن حسن سور کے مرنے پر ابراہیم لودی نے جاگیر فرید خان کے نام منتقل کر دی۔ فرید خاں نے جاگیر پر قبضہ کیا۔ لیکن ابھی اس کو پورا اطمینان نہ ہونے پایا تھا کہ ۹۳۲ھ (۱۵۲۶ء) میں لودیوں کی بساط الٹ گئی۔ اور سلطان ابراہیم لودی کے منہزم اور مقتول ہونے پر بابر شاہ بادشاہ ہوا۔ فرید خاں نے

بہر کیف شیرخان مغلوں سے مایوس ہو کر بہار واپس آیا۔ اور بدستور جلال خان پسر محمد شاہ کا اتالیق مقرر ہو گیا۔ ۹۲۶ھ میں محمد شاہ نے انتقال کیا۔ اور جلال خان اس کا جانشین ہوا۔ جلال کی کم سنی کے سبب اس کی ماں ملکہ لاڈو شیرخان کی مشورت سے حکومت کرتی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھی مر گئی اور شیرخان مدارالمہام ہو کر حکومت کرنے لگا۔

اس زمانے میں مونگیر، حاجی پور اور ترہٹ کے علاقے بادشاہ بنگالہ کے زیر فرمان تھے۔ نصرت شاہ والی بنگالہ نے ۹۲۷ھ کے قریب اپنے دو قرابت مندوں یعنی علاد الدین اور مخدوم عالم کو (جو سلطان علاد الدین حسین والی بنگالے کے داماد تھے) ترہٹ اور حاجی پور کا حاکم مقرر کیا تھا۔

۹۲۸ھ میں نصرت شاہ خواجہ سراؤں کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کا بیٹا فیروز شاہ بادشاہ بنگالہ ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی زمانے میں اس کے چچا محمود شاہ نے اس کو قتل کر کے بنگالے کی سلطنت پر قبضہ کیا۔ اس اثنا میں شیرخان نے مخدوم عالم حاکم حاجی پور سے ایسا ربط و اتحاد پیدا کیا تھا کہ محمود شاہ والی بنگالہ نے قطب خان حاکم مونگیر کو مخدوم عالم کی گوشمالی کا حکم دیا۔ شیرخان نے اول صلح کی گفتگو چھیڑی۔ لیکن بالآخر جنگ کر کے قطب خان کو شکست دی اور اس کو قتل کر کے تمام مال و اسباب چھین لیا۔ اس واقعے سے بہار کے لوہانی پٹانوں نے ازراہ خوف و حسد جلال خان کو شیرخان کی بڑی بیانی کی صلاح دی۔ شیرخان

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۱۳۸ کے مطابق فیروز شاہ نے تین برس اور ستوارش ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۳۱ کے مطابق صرف تین چھینے حکومت کی۔

۱۷ اس کے بعد مخدوم عالم محمود شاہ سے جنگ کر کے مارا گیا۔ (ریاض السلاطین صفحہ ۱۴۰ اور تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۰۴)

اس نے مغلوں کے طور طریقے دیکھ کر اپنے مطلب کی بہت سی باتیں حاصل کر لیں۔ انھی دنوں میں اپنے یاروں سے کہا کرتا تھا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکال دینا کچھ بڑی بات نہیں۔ ان کا بادشاہ اپنے کاموں میں خود فکر نہیں کرتا اور وزرا پر دار و مدار رکھتا ہے جو اکثر راشی اور ناحی شناس ہیں۔ اگر ہم افغانوں میں آپس کا نفاق مٹ جائے تو بادشاہ ہونا قسمت سے کچھ بعید نہیں۔ ۱۷

جنید برلاس کی سمیت میں ایک دن شیر خاں بابر کے دسترخوان پر حاضر ہوا۔ اس روز کھانوں میں استخوان ماہیچہ بھی تھا۔ شیر خاں نے یہ کھانا پہلے کبھی نہ کھایا تھا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر اس کے ٹکڑے کر ڈالے اور پیالے میں رکھ کر چھپے سے کھانا شروع کیا۔ بابر کی اس پر نظر پڑی تو دریافت کیا کہ یہ پٹھان کون ہے۔ میرا میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان کی آنکھوں سے فتنہ ٹپکتا ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ (یا قید کرنا چاہیے) ۱۸

شیر خاں نے متوہم ہو کر آدمی مات کو فرار کیا اور اپنی جاگیر میں آکر جنید برلاس کو لکھ بھیجا کہ محمد خان سوار مجھے جاگیر سے بے دخل کرے کی فکر میں تھا اس لیے بلا رخصت چلا آیا ہوں۔ آپ کچھ اور خیال دل میں نہ لائیے۔ میں آپ کے دولت خواہوں میں ہوں۔

۱۷ طبقات اکبری جلد ۲ صفحہ ۹۳ تاریخ ۱۳ صفر ۱۵۷۲ء کی تحویلوں میں مذکور ہے۔

۱۸ طبقات اکبری صفحہ ۹۲، اکبر نامہ صفحہ ۱۶۷ جلد ۱۱ اور سیر ملتا خیرین صفحہ ۷۷ وغیرہ تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس سے بابر کی موسم شناسی کا پتا ملتا ہے کیوں کہ بابر کے بعد اس کے بیٹے ہمایوں کے لیے شیر شاہ سے بڑا کوئی فتنہ نہ تھا۔ اس قسم کا ایک واقعہ پروفیسر دیملری کے سفر نامہ میں بھی مذکور ہے۔ دیملری قسطنطنیہ سے سرحد افغانان تک مسلمان کے بھیس میں پہنچا لیکن دوست محمد خان نے دیکھتے ہی کہا کہ از شاہوئے کفری آید۔ اور اس کا یورپین عیسائی ہونا معلوم کر لیا۔

۱، شیرخان ہمایوں بادشاہ، سلطان محمود لودی اور

سلطان محمود والی بنگالہ

جس وقت شیرخان چنار کی طرف تھا بہار کے پٹھانوں نے محمود لودی برادر سلطان ابراہیم لودی کو جو اس وقت آوارہ حال چتور میں تھا بہار بلوا کر بادشاہ بنایا۔ جو مختصراً بابر شاہ کے حال میں مذکور ہو چکا ہے۔ شیرخان نے یہ دیکھ کر کہ پٹھان سب محمود لودی کے طرف دار ہو رہے ہیں، خود بھی ان سے مل گیا۔ پٹھانوں نے تمام علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا اور ایک حصہ شیرخان کے لیے چھوڑ دیا، اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ شیرخان محمود لودی کی ملک کو مستعد رہے اور جو نپورہ وادہ مغلوں کے قبضے سے برآوردہ ہونے پر صوبہ بہار شیرخان کے لیے متخلص چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد محمود لودی جو نپور کی طرف روانہ ہوا۔ شیرخان ہسرام واپس گیا اور محمود لودی کے بلانے پر اول تولیت و صل کرتا رہا اور بہت اصرار کے بعد فوج لے کر پہنچا بھی تو ہمایوں سے (جو ۹۳۷ھ میں بابک کے بعد بادشاہ ہوا تھا) مل گیا۔ محمود لودی شکست کھا کر پھر پٹنہ واپس آیا۔ اور جب ہمایوں نے ادھر کا رخ کیا، محمود لودی نے اڑیسہ کی راہ لی اور ۹۳۹ھ میں وہیں انتقال کیا۔

محمود لودی کی شکست کے بعد شیرخان نے بہ ظاہر ہمایوں کی متابعت قبول کر کے قلعہ چنار اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ اور اپنے بیٹے قطب خان اور شیر خاص عیسیٰ خاں، حجاب کو ہمایوں کی ملازمت میں گجرات کی مہم پر روانہ کیا تھا۔

نے اس رمز سے آگاہ ہو کر مخالفوں کو تحصیل مال گزاری کے حیلے سے مختلف پرگنات میں بھیج دیا اور لودی و سوار قبیلوں کے پٹھانوں کو ملا کر ایسی جمیعت فراہم کی کہ جلال خان اور لوحانی پٹھانوں سے کچھ بنائے نہ بنی۔ انھوں نے عاجز آ کر محمود شاہ والی بنگالہ کی رفاقت اختیار کی۔ محمود شاہ نے ابراہیم خاں پسر قطب خاں کو شیر خاں سے انتزاع حکومت کے لیے متعین کیا۔ شیر خاں اب اور بھی شیر ہو گیا تھا۔ اس نے شہر کے گرد خندق کھدوا کر اس کی مٹی سے حصار گلی تیار کیا۔ ابراہیم خاں نے اس بندوبست کو دیکھ کر بنگالے سے کمک مانگی۔ شیر خاں نے دیکھا کہ کمک آنے سے پہلے ہی فیصلہ کر لینا چاہیے۔ اس نے کچھ آدمیوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے حصار سے باہر نکالا۔ اور ان کو یہ ہدایت کی کہ جب ابراہیم خاں کی فوج حملہ آور ہو تو تم خوف و ہراس ظاہر کر کے بھاگنا۔ ابراہیم خاں کی فوج تھوڑے آدمیوں کو دیکھ کر دوڑ پڑی اور شیر خاں کے آدمی بے ترتیبی سے بھگنے لگے۔ جب ابراہیم خاں کی فوج تعاقب میں اپنے نیل اور توپ خانے سے جدا ہو گئی اس وقت شیر خاں کی تازہ دم فوج جو ٹیلوں کی آڑ میں دونوں طرف چھپی ہوئی تھی ابراہیم خاں پر ٹوٹ پڑی۔ ابراہیم خاں مقتول ہوا، اور جلال خان لنگڑا ہو کر افتاں و خیزاں بنگالے واپس گیا۔ اس فتح سے بہت سامان اسباب شیر خاں کے ہاتھ آیا اور اس کے علاوہ اس نے تاج خان حاکم چنار کی ایک بیوہ سے (جو عقیم تھی) عقد کر کے بہت سامان حاصل کیا اور تاج کے لڑکوں کی خانہ جنگی کے سبب قلعہ چنار پر بھی قبضہ کر لیا۔

ہو۔ ہمایوں نے فوج کو کوچ کا حکم دیا اور خود بھی روانہ ہوا۔ کھل گانہ پہنچے پر معلوم ہوا کہ محمود شاہ کے دواڑے کے جو شہر گڑ کے محاصرے میں جلال الدین پسر شیر خاں کی قید میں آگئے تھے قتل کر دیے گئے۔ محمود شاہ جو پہلے سے زخمی اور رنجور تھا اس اندوہناک خبر سے جاں بر نہ ہوا۔ بہر کیف ہمایوں نے ایک دستہ جہاں گیر بیگ کے تحت میں تیلیا گڑھی کی طرف روانہ کیا لیکن جلال خاں و خواص خاں نے اس کو شکست دی اور ہمایوں کو دوسری فوج بھیجی پڑی۔ اس اثنا میں شیر خاں (مع جلال خاں و خواص خاں) بنگالے کا خزانہ اور تمام مال و اسباب لے کر جھارکند کی راہ سے رہتاس کی طرف آیا۔ اور چنتاس داس قلعہ دار رہتاس کو ایک برہمن کی سفارش سے حرص و لاکھ خزانہ اور عورتوں کو قلعے میں رکھنے کے چیلے سے ڈیویوں میں سپاہیوں کو بھیج کر اچانک اس قلعے پر قبضہ کر لیا۔

ہمایوں نے میدان خالی سمجھ کر بنگالے پر قبضہ کر لیا اور دار السلطنت گڑ کے نام میں تینیس مذہب ہونے کے سبب اس کو جنت آباد کے نام سے موسوم کیا۔ چند مہینے عیش و عشرت اور سرسرخ غفلت میں بسر کرنے کے بعد ہمایوں کو معلوم ہوا کہ اس کا بھائی سیرزا ہندال دہلی کی طرف اپنی بادشاہت کی فکر میں ہو۔ اور شیر خاں مغل سرداروں کو قتل کر کے مونگیر پر قابض ہوا چاہتا ہو۔

ہمایوں متروک ہو کر بنگالے سے روانہ ہوا اور مونگیر کے قریب گنگا کو عبور کر کے

۱۷ اکبر نامہ صفحہ ۶۹ میں خود چنتاس داس کو برہمن لکھا ہو۔ لیکن اور کسی تاریخ میں ایسا نہیں ہو۔

۱۸ توک جہانگیری صفحہ ۲۲ میں لکھا کہ ہمایوں کی مراجعت کے وقت دلاور خاں پسر خود دولت خاں لودی تھا۔ مونگیر میں مقیم تھا۔ اور بعد کو شیر خاں کی قید میں آگیا تو شیر خاں نے اس کو نوکر رکھ لینا چاہا لیکن اس نے قبول نہ کیا۔

لیکن بعد میں یہ گجرات سے بھاگ کر شیرخان کے پاس چلے آئے۔
 صوبہ بہار میں شیرخان کی شہ زوری کا حال معلوم کر کے ہمایوں نے
 میں ادھر کا رخ کیا اور قلعہ چنار کا محاصرہ کر کے اس کو مفتوح کیا۔ شیرخان
 نے اسی زمانے میں بنگالے کے دارالحکومت شہر گوڑا لکھنؤنی کا محاصرہ کیا تھا
 محمود شاہ والی بنگالہ نے ضیق محاصرے سے تنگ آکر مقابلہ کیا اور تھوڑی
 لڑائی کے بعد شکست کھا کر کشتی پر سوار ہو کر حاجی پور کی طرف چلا آیا۔ اتفاقاً
 اسی عرصے میں شیرخان بھی کسی زمیندار کے فساد کے سبب بہار کی طرف چلا
 آیا۔ اس کے بیٹے جلال خان بھی اور ایک سردار خواص خاں نے بنگالے پر
 قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ہی شیرخان خود بھی بہار سے فارغ ہو کر بنگالے
 واپس پہنچا۔ محمود شاہ بنگالہ نے مونگیر کے قریب (مقام سورج گڑھ میں)
 اس سے مقابلہ کیا۔ لیکن شیرخان کو پھر فتح ہوئی اور محمود زخمی ہو کر ہمایوں
 کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کا خواستگار ہوا۔

ہمایوں نے بنگالے کا عزم کیا۔ اور جب چنار سے آگے بڑھا شیرخان نے اپنے
 بیٹے جلال خاں کو تیلیا گڑھی اور سکری گلی کی گھاٹیوں پر تعینات کر دیا۔ ہمایوں
 کے پٹنہ آنے پر برسات آگئی تھی، اس لیے اکثر امرا نے برسات تک اس ہم کو
 ملتوی رکھنے کی صلاح دی۔ لیکن محمود شاہ نے کہا کہ شیرخان کو اب تک بنگالے
 میں استقلال نہیں ہوا ہے۔ اس لیے اس وقت اس کو شکست دینا زیادہ آسان

۱۷ اکبر نامہ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ کے ایک نسخے میں اس جگہ بجائے
 محمود شاہ کے نصیب شاہ لکھ دیا ہے۔ حالانکہ تمام تاریخوں کی رو سے محمود شاہ ہی صحیح ہے اور
 نصیب شاہ (نصرت شاہ) اس سے بہت پہلے مارا گیا تھا جو قبل میں مذکور ہو چکا ہے۔

میں مذکور ہو۔ جس کی تفصیل کو خاص اس صوبے کی تاریخ سے چنداں تعلق نہیں۔

شیرشاہ نے ۹۴۷ھ میں خضر خاں شروانی کو بنگلے کا حاکم مقرر کیا اور غالباً اسی کے بعد سلیمان خاں کرارانی کو صوبہ بہار کا حاکم بنایا تھا۔ خضر خاں نے محمود شاہ سابق سلطان بنگلے کی لڑکی سے شادی کر لی اور بادشاہوں کا طرز معاشرت اختیار کیا۔ شیرشاہ اس کی خبر لینے کو آگرے سے بنگلے کی طرف روانہ ہوا اور خضر خاں راہ سے استقبال کر کے اس کو لے جانے کو آیا تو اچانک قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد شیرشاہ نے امر کو آپس میں لڑوا کر طوائف الملوکی پیدا کر دی اور قاضی فضیلتؒ کو تمام امور کے فیصلے کے لیے چھوڑ کر خود آگرے واپس گیا۔

(۸) قلعہ پٹنہ کی تعمیر ۹۴۹ھ (۱۵۴۵ء)

تاریخ داؤدی میں مذکور ہو کہ شیرشاہ نے بنگلے سے واپس آکر پٹنہ میں گنگا کے کنارے قلعہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ معماروں اور خشت سازوں نے پانچ لاکھ روپے اس کے خرچ کا تخمینہ کیا۔ شیرشاہ نے بعض مستعمروں کی نگرانی میں کام شروع کرایا اور کچھ عرصے میں مستحکم قلعہ تیار ہو گیا۔

کرنل ویڈل نے لکھا ہے کہ غالباً یہ قلعہ پاٹلی پٹنر کی اینٹوں سے تیار ہوا۔ اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ تاریخ شیرشاہی کے مطابق یہ قلعہ درجیل لمبا تھا۔

۱۔ لطیفات اکبری اور ریاض السلاطین صفحہ ۴۷۲ میں قاضی فضیلت اور تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۲۳ میں قاضی فصیح لکھا ہے۔ بداؤنی صفحہ ۳۶۵ جلد اول میں قاضی فضیلت کا اسم باسمی بقاضی فضیلت درمیان عوام مشہور بود“ لکھتا ہے۔

پٹنہ ہوتا ہوا بکسر پہنچا۔ شیر خاں نے اپنی فوج ہمایوں کے پیچھے لگادی اور صوبہ بہار سے نکلنے کے راستے بھی مسدود کر دیے۔ کچھ مدت تک طرفین کی فوجیں چوسا کے قریب خیمہ زن رہیں اور صلح کی گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر دو مہینوں کے بعد شیر خاں نے اپنے مرشد شیخ خلیل کو بھیج کر اس شرط پر صلح کی کہ بنگالہ و بہار شیر خاں کے قبضے میں رہے اور سکہ و خطبہ ہمایوں کے نام جاری ہو۔ شیر خاں ”الحرب خذعتہ“ کا قائل تھا۔ اس نے قول و قسم سے ہمایوں کو مطمئن کر کے شب کو اچانک حملہ کر دیا۔ ہمایوں کی فوج کو ہتھیار اٹھانے کی بھی ہمت نہ ملی اور بدحواسی میں ندی کی طرف بھاگنے لگی۔ شیر خاں نے کرمناسہ ندی کا بل پہلے ہی ٹرڈا ڈالا تھا۔ مغل سپاہی جو تیغ کے گھاٹ نہ اترے کرمناسہ اور گنگا میں غرق ہوئے۔ مرزا محمد زمان۔ مولنا ببر علی۔ مولنا قاسم علی صدر اور مولانا جلال تتوی وغیرہ کئی امرا ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ خود ہمایوں اتفاقاً نظام سقے کی مدد سے مشک کے سہارے پار اتر کر چند رفقا کے ساتھ تباہ حال آگرہ پہنچا۔ یہ واقعہ ۱۵۹۲ء کا ہے۔ اس ہنگامے میں ہمایوں کی ایک بیوی حاجی بیگم بھی شیر خاں کی قید میں آگئی تھی لیکن شیر خاں نے عزت و احترام کے ساتھ اس کو واپس بھیج دیا۔ جان بچانے کے صلے میں سقے نے گھڑی بھر کے لیے ہندستان کی بادشاہت پائی۔ اور اسی واقعے سے ”سقے کی بادشاہت“ (یعنی گھڑی بھر کا عیش یا حکومت) اژدہ زبان کا محاورہ ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ہمایوں کا قنوج کی طرف شیر خاں سے شکست کھانا اور وہاں سے لاہور کی طرف جانا، اور وہاں بھی قدم نہ بجنے پر سندھ ہو کر فرار کر کے ایران کی راہ لینا۔ اور شیر خاں کا فتح مند ہو کر ہندستان کے تخت پر جلوس کرنا اور شیر شاہ کا لقب اختیار کر کے پانچ برس سے کچھ زیادہ بادشاہت کرنا تمام تاریخوں

اس کے مرنے کی تاریخ "زائش مرد" ہو۔ اس کی لاش ہسرام لاکر عالی شان مقبرے میں دفن کی گئی تھی۔ اس نے رفاہ عام کے کام بھی بہت کیے۔ سنا رکھا تو (ڈھاکہ) سے پنجاب تک ایک سڑک بنوائی اور اس کے دونوں جانب درخت نصب کرائے۔ اور جا بجا سرائیں بنوائیں جہاں ہندو اور مسلمان مسافروں کو رسد اور کھانا دیا جاتا تھا۔ جس وقت شیر شاہ کھانے کو بیٹھا گنڈہ بجایا جاتا تھا جس کی آواز ایک سرائے سے دوسری سرائے تک معاً پہنچ جاتی تھی۔ اور اس طور پر سارے ملک میں بیک وقت کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ ہاشم علی خاں خانی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بھٹیاری انھیں سرائوں میں کھانا تقسیم کرنے والوں کی اولاد سے ہیں۔

زمین کے اقسام کے مطابق مال گزاری کی تشخیص اور بندوبست کے

۱ شیر شاہ کی لاش کا ہسرام میں مدفون ہونا تاریخ بدافقہ صفحہ ۳، ۴ جلد اول میں صریح طور پر مذکور ہے۔ اور قطعہ تاریخ موت یہ ہے۔

شیر شاہ آن کہ از منہاست او شیر و بز آب و اہم بخورد از جہاں رفت و گفت پیر خرد
سال تاریخ آن زائش مرد

انگریزی حکام نے مقبرے پر ایک کتبہ اس مضمون کا نصب کر دیا ہے کہ یہ مقبرہ خود شیر شاہ ہے۔ اپنی زندگی میں تیار کرایا تھا۔ لیکن مقبرے کی عمارت پر عربی میں اصلی کتبہ موجود ہے جس میں صاف و صریحاً مذکور ہے کہ یہ مقبرہ سلیم شاہ نے ۹۵۶ھ میں تعمیر کرایا۔ اصل عبارت یہ ہے:

"فی عہد الدولت نصیر الملت والمسلمین قاطع البدعت والحق السنن المویہ
من السماء المظفر من الاعداء سلیم شاہ السلطان علیہ اللہ ملکہ و
سلطانہ اعلی اللہ شانہ بنی فی سنہ خمسین و ستہ و تسع مایۃ"

اور اتنے بڑے قلعے کے لیے پانچ لاکھ روپے صرف مزدوری کو کافی ہو سکتے ہیں۔
 راقم کے خیال میں یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ پاٹلی پتر کے کھنڈروں میں
 جو اینٹیں پائی جاتی ہیں وہ اس قلعے کی اینٹوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اور
 پاٹلی پتر کے خوش نما ترشے ہوئے پتھروں کا بھی کوئی وجود اس قلعے کے کسی
 حصے میں نہیں پایا گیا۔ برخلاف اس کے قلعے کا وہ پشتہ جو گنگا کے دھارے
 سے ٹکرا رہتا ہے اور جس کو بشب ہبرے غلطی سے پہاڑی ٹیلہ سمجھا تھا۔
 اس کی تعمیر ہو ہو اس طور کی ہے جیسی راج گیر میں بن گنگا نامی نالے کے
 قریب قدیم ترین قلعے کی تفصیل ہے۔ غالباً یہ حصہ راجا اجات ستر کے بنائے
 ہوئے قلعے کی یادگار رہ گیا ہے جس کی کیفیت اس راجا کے حالات میں بھی
 مذکور ہو چکی ہے۔ چینی جاتری یوانگ چوانگ کی تحریر سے بھی پایا جاتا ہے کہ
 ۶۳۳ء کے قریب گنگا کے کنارے جو سہرا باد تھا وہ فصیلوں سے محیط تھا۔
 اس سے بھی قریب قیاس ہے کہ شیر شاہ نے کوئی نیا قلعہ نہیں بنوایا۔ بلکہ پڑائے
 قلعے کو مجدد دوست کرایا اور اس کے لیے اس زمانے میں پانچ لاکھ کی رقم کافی ہوگی۔

۹) شیر شاہ کی موت اور اس کے ورثا کا حال

شیر شاہ نے پندرہ برس حکومت کی اور اس مدت میں پانچ برس سے
 کچھ زیادہ سارے ہندستان کی بادشاہت کی۔ اور ۱۵۴۵ء مطابق ۱۵۴۵ء میں
 قلعہ کانچر کی تسخیر میں ایک سرنگ کے پھٹنے سے باروت سے جل کر انتقال کیا۔

لے ڈسکوری آف دی انڈیا سائٹ آف پاٹلی پتر۔ مصنفہ کرنل ویڈل ۱۸۷۳ء۔

بنگلے بھیجا۔ بہادر شاہ نے جنگ کر کے شہباز خاں کو قتل کیا۔ اور خود برسر حکومت ہو کر اپنے نام سکد و خطبہ جاری کیا۔ عدلی شاہ نے خود بنگلے پر فوج کشی کی اور مونگیر کے قریب (غالباً سورج گڑھ میں) سخت جنگ ہوئی۔ بہادر شاہ نے ۹۱۳ھ میں عدلی کو قتل کر کے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا۔ بہادر شاہ سؤر نے چھو برس حکومت کر کے ۹۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی جلال خاں سورتین برس حکمران رہا۔ اس کے مرنے پر اس کے خور و سال بیٹے کو غیاث الدین نامی ایک سردار نے مار ڈالا۔ اور خود حکومت کرنے لگا۔ اس وقت سلیمان کرارانی حاکم بہار نے اپنے بھائی تاج خاں کرارانی کو بنگلے روانہ کیا۔ تاج خاں نے غیاث الدین کو شکست دے کر بنگلے پر قبضہ کر لیا۔

جس زمانے میں عدلی نے جو پور پر قبضہ کیا احمد خان سورا ابراہیم خاں سؤر جو شیر شاہ کے بیٹی عم میں تھا اور عدلی کی بہن بھی اس کے عقد میں تھی۔ خود اپنی اپنی سلطنت قائم کرنے کی فکر میں پڑے۔ احمد خاں نے اپنا لقب سکندر سؤر رکھ کر پنجاب میں حکومت قائم کی اور ابراہیم سؤر نے دہلی پر قبضہ کر کے سکندر سؤر سے جنگ کی۔ لیکن مغلوب ہو کر سنبل اور کالپی کی طرف چلا آیا۔ عدلی کی فوج نے اس کو یہاں سے بیانہ کی طرف بھگادیا جس زمانے میں ہیمو بقال بیانہ کے محاصرے میں مصروف تھا۔

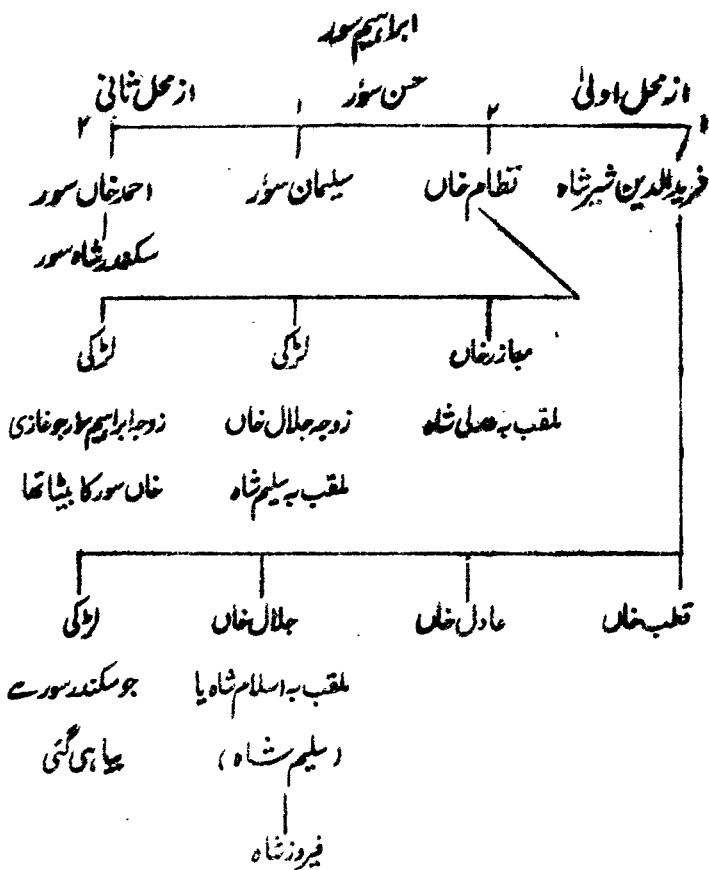
محمد سؤر نے جون پور پر چڑھائی کی۔ عدلی نے ہیمن کو بیانہ سے طلب کیا۔ راہ میں آگرے کے پاس ہیمن اور ابراہیم سؤر میں مقابلہ ہوا۔ ابراہیم سؤر شکست کھا کر پٹنہ آیا اور راجا رام چندر سے جنگ کر کے گرفتار ہوا۔ لیکن راجا نے اس سے بادشاہوں کی طرح

آئین جو اکبر شاہ کے زمانے میں زیادہ مکمل ہوئے اور بعض ترمیم کے بعد انگریزی حکومت میں اب تک جاری ہیں حقیقتاً شیر شاہ کی مجاہد سے تھے رعایا کے معاملے میں اس کا عدل و انصاف بے نظیر تھا۔ البتہ مورخوں کا اعتراض ہو کہ ہمایوں اور پورن مل کے ساتھ اس نے عہد شکنی کی۔ بعض اہل وطن نے وطنیت کے غلو میں مہل تو جہین بیان کر کے اس کے الزام کو سر سے ٹالنا چاہا ہے۔ لیکن جو فعل فی غشہ مذہوم ہو کسی طرح مستحسن نہیں ہو سکتا۔

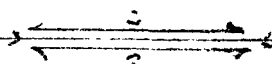
شیر شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا سلیم شاہ بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے ایک قرابت مند محمد خان سؤر کو حاکم بنگالہ مقرر کیا اور سلیمان خاں کرلانی کو صوبہ بہار کی حکومت پر بحال رکھا۔ سلیم شاہ کے مرنے پر ۹۶۴ھ میں مبارز خان نے اپنے خرد سال بھانجے شیروز خان پسر سلیم شاہ کو صریح ظلم سے قتل کر کے تخت سلطنت پر قبضہ کیا اور اپنا لقب عادل شاہ رکھا جو عوام الناس میں عدلی کے نام سے مشہور ہوا۔ محمد سؤر حاکم بنگالہ نے عدلی کو اپنے آقا کے بیٹے کا قاتل جان کر اس کی مخالفت پر کمر باندھی اور جوئیور پر چڑھائی کی۔ عدلی نے اپنے سپہ سالار ہیمن بقال کو مقابلے کے لیے تعینات کیا۔ اس جنگ میں محمد سؤر مار لگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا خضر خان سؤر اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنا لقب بہادر شاہ رکھا۔ عدلی نے شہباز خان نامی ایک سردار کو بہادر شاہ کی مقاومت کے لیے

۱۷۵۰ء بدلاؤنی شیر شاہ کا ایسا مداح ہے کہ اس نے (متعجب التواریخ صفحہ ۳۶۶) اس بادشاہ کے عہد میں پیدا ہونے پر فخر کیا ہے۔ لیکن پورن مل کے معاملے میں شیر شاہ کی عہد شکنی کا اعتراف کیا ہے۔ ابو الفضل نے اکبر نامہ صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۶ میں محض تعصب سے شیر شاہ کا ذکر حقارت کے ساتھ کیا ہے اور اس کو ڈاکو اور غاصب بتایا ہے جو مغلوں کے مقابلے میں کسی طرح معجز نہیں۔

(۱۰۰) شجره خاندان شیرشاه سؤر



سلوک کیا اور ابراہیم سؤر آزاد ہو کر ادھر ادھر مارے پھرنے کے بعد اڑیسہ پہنچا۔ بالآخر ۹۷۵ء میں سلیمان کمرانی نے اڑیسہ فتح کر کے ابراہیم سؤر کو قتل کیا۔ اور اسی طرح آوارہ حال ہو کر سکندر سؤر کی زندگی کا بھی خاتمہ ہوا۔



۱۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳۔ اکبرنامہ صفحہ ۲۰۔ تاریخ یاداؤنی جلد اول صفحہ ۳۲۲۔ فرشتہ صفحہ ۲۲۰۔ ریاض السلاطین صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۸ اور اسٹوارٹس ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۱۷ سے پورا بیان ماخوذ ہے۔ ہسٹری آف اڑیسہ مرتبہ بالو آڈی بینرجی (HISTORY OF ORISSA BY R.D. BANERJEE) مطبوعہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۲۲ میں مذکور ہے کہ اڑیسہ کے راجا گندھری چندن نے ابراہیم سؤر کو پناہ دی تھی۔ اور ایک جاگیر بھی سقر کر دی تھی۔ اکبر نے سلیمان خاں کمرانی کو علی قلی خاں زماں کی مدد سے باز رکھنے کے لیے راجا مذکور سے یہ صلح کر لی تھی کہ اگر سلیمان اکبر کی مخالفت کرے تو راجا مذکور سلیمان کی مخالفت کرے۔ لیکن جس زمانے میں اکبر قلعہ پتوڑ کے محاصرے میں معروف تھا۔ سلیمان کمرانی نے موقع پا کر اڑیسہ پر چڑھائی کر دی۔ اور اس سحر کے میں راجا گندھری چندن اور ابراہیم سؤر دونوں قتل ہوئے۔

۱۱۱ شیخ علائی اور شیخ بڈھ طیب کا ذکر

سلیم شاہ کے زمانے میں شیخ علائی نے ہمدی ہونے کا دعوا کیا تھا۔ اور
 ملا عبد اللہ سلطان پوری و دیگر علما نے اس کے قتل کا فتوا دیا تھا۔ اس زمانے
 میں صوبہ بہار میں شیخ بڈھ نامی ایک عالم و طبیب حاذق تھا جس سے شیر شاہ کولہسی
 عقیدت تھی کہ اپنے ہاتھوں سے اس کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔ اور شیخ بڈھ کی
 تصنیف شرح ارشاد قاضی بھی ہندستان میں بہت مشہور تھی۔ سلیم شاہ نے اور
 علما کو صاحب غرض جان کر شیخ علائی کو شیخ بڈھ کے پاس بہار روانہ کیا کہ اس کے
 فتوے کے مطابق عمل کیا جائے۔ شیخ علائی نے شیخ بڈھ کے گھر میں سرود و ساز اور
 بعض خلاف شرع باتیں دیکھ کر اہل المعروف و ثبی عن المنکر کے اصول پر ان باتوں
 کو رد کرنا چاہا۔ شیخ بڈھ نہایت معمر و قریب بہ مرگ ہونے کے سبب بات کرنے کی
 سکت نہ رکھتا تھا۔ اس کے بیٹے اور پوتوں نے جواب دیا کہ ہندستان میں بعض
 رسومات و عادات اس طور کی ہیں کہ اگر ان کو روکا جائے تو نقصان دینی و جانی کا
 احتمال ہو اور ہندستان کی ناقص العقل عورتیں اس نقصان کو نتیجہ احتساب جان کر
 کفر اختیار کرے گا و آئادہ ہو جائیں گی۔ ایسی صورت میں فسق کفر سے بہتر ہو۔ شیخ
 علائی نے جواب دیا کہ یہ خیال فاسد ہو۔ اس لیے کہ جب ان کے عقیدے میں
 شرع کی وقعت دنیاوی نقصان سے کم ہو اور امر معروف کو شخصی موت اور ضرر
 مال و جاہ سمجھتی ہوں تو ان کا اسلام ہی کیا ہو اور ان سے نکاح کب درست ہو کہ
 ان کی مسلمانی کا انفسوس کیا جائے۔ شیخ بڈھ کے لڑکے خاموش ہو رہے اور شیخ بڈھ
 نے معذرت اور استغفار کر کے شیخ علائی کی بے حد تحسین کی اور سلیم شاہ کے نام

سہ شاید ملک العلماء دولت آبادی کی تصنیف ارشاد مراد ہو۔

صوبہ بہار کی حکومت پر مامور تھا۔ شیر شاہ کے بعد سلیم شاہ کے عہد میں بھی یہ اپنے عہد و منصب پر قائم رہا۔ جب سور خاندان کی سلطنت کو زوال آیا اور بنگالے میں محمد خان سور کے خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اس وقت سلیمان خان نے اپنے بھائی تاج خان کو بنگالے بھیج کر یہاں بھی دخل جایا۔ تاج خان کے مرنے پر ۹۷۵ھ میں سلیمان خان بلا شرکت احدیٰ بہار کے علاوہ بنگالے کا بھی بادشاہ ہو گیا۔ ۹۷۷ھ میں سلیمان نے اڑیسہ فتح کر کے اکثر حصص کو اپنی حکومت میں شامل کیا۔ سلیم شاہ کے مرنے پر ۹۶۱ھ میں ہمایوں نے دوبارہ ہندستان آکر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے مرنے پر ۹۶۳ھ میں اکبر تخت نشین ہوا۔ زمانے کی نیرنگی کو دیکھ کر سلیمان خان نے آشتی و مدار سے کام لیا اور اکبر کے پاس تحائف بھیج کر اس کو راضی رکھا۔ سلیمان خان نے باوجود خود مختار حکمران ہونے کے بادشاہ کا لقب اختیار نہ کیا اور محض حضرت اعلیٰ کہلانے پر قناعت کی۔

۹۷۷ھ میں اکبر شاہ نے خان زمان علی قلی خاں حاکم چوچور پراس کی بغاوت کے سبب فوج کشی کی۔ خان زمان نے قبل میں شاہی فوج کو شکست دی تھی لیکن اس دفعہ نہزم ہو کر حاجی پور میں پناہ لی۔ خان زمان سلیمان کرارانی سے قوی ربط رکھتا تھا۔ اس لیے اکبر نے حاجی محمد خان یستانی کو سلیمان کرارانی کے پاس اس غرض سے بہ طور سفیر روانہ کیا کہ سلیمان کو خان زمان کی مدد سے باز رکھے۔ لیکن محمد خان یستانی قلعہ رہتاس ہی تک پہنچا تھا کہ پٹھانوں نے جو خان زمان سے اتحاد رکھتے تھے محمد خان کو گرفتار کر کے خان زمان کے پاس بھیج دیا۔ خان زمان محمد خان کا قدیم آشنا تھا۔ اس لیے اس نے اسی کو شفیع بنا کر بادشاہ سے معافی چاہی۔

اس مضمون کا خط لکھا کہ ایمان مسئلہ ہدویت پر موقوف نہیں اور ہدی ہونے کی علامتوں میں اختلاف ہو۔ اس لیے شیخ علما کے کفر و فسق کا فتوا نہیں دیا جاسکتا غایت یہ ہو اس کا شبہ رفع کر دیا جائے۔ شیخ بڑھ کے لڑکوں نے شیخ بڑھ کو سمجھایا کہ یہ فتوا ملا عبد اللہ صدر الصدور کے فتوے کے خلاف ہو اس لیے اس کے بعد دوبارے یقینی طلبی کا فرمان آئے گا اور اس پیری میں تم دؤر و دراز کے سفر کی مشقت نہ اٹھا سکو گے۔ آخر انھوں نے خواہ مخواہ شیخ بڑھ کی جانب سے خود درو مل خط سلیم شاہ کے نام اس مضمون کا لکھ دیا کہ اس وقت ملا عبد اللہ بڑا محقق عالم ہو۔ اس کا فتوا بہت سچا ہے فتوا ہو۔

۱۱۲) سلیمان خان کرارانی ۹۵۰ھ تا ۹۸۲ھ (۱۵۴۲-۱۵۷۳ء)

سلیمان خان کرارانی امرائے شیر شاہی میں تھا اور شیر شاہ کے وقت سے

۱۰ بدائنی جلد اول صفحہ ۲۰۹ میں مفصل مذکور ہے۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۱۱ میں اور اسی کے مطابق تاریخ فرشتے میں بھی مختصراً پایا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۹۵۹ھ کا ہے۔

طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۲۳ میں شیخ بڑھ کا ذکر ضمناً اس طور پر بھی پایا جاتا ہے کہ ایک برہمن کے اس قول پر کہ ”اسلام حق است و دین من نیز درست است“ اس سخن بگوش علما رسید قاضی پیارہ و شیخ بڑھ کہ ہر دو در لکھنؤی بودند بتقیض فتوا می دادند ”حیدر آباد میں تاریخ فرشتے کا جو ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں غلطی سے شیخ بڑھ کا وطن بجائے بہار کے ایک غیر معروف جگہ بتایا ہے۔

۱۰ اکبر نامہ اور بدائنی میں کرارانی اور طبقات اکبری صفحہ ۱۱۱ جلد دوم میں کرارانی اور فرشتہ و ریاض السلاطین میں بھی کرارانی ہے۔ اس اختلاف کا سبب معلوم نہیں۔

میں ساری رات ذکر و عبادت میں گزار دیتا تھا۔ قصب بہار میں مخدوم الملک کی درگاہ کے حلقے کے اندر جو سندن دروازہ مشہور ہے۔ اس جگہ ۹۷۶ھ کا ایک کتبہ ہے جس میں سلیمان کا نام بھی مذکور ہے۔

(۱۱۳) بایزید خان ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء)

سلیمان کرارانی کے مرنے پر اس کا بڑا لڑکا بایزید اس کا جانشین ہوا۔ لیکن چند مہینوں کے اندر اس کے چچا زاد بھائی ہانسونامی اور بعض پٹھانوں نے دغا سے اس کو دیوان خانے میں قتل کر ڈالا۔ ہانسو چاہتا تھا کہ نود مندیاست پر شکن ہو جائے مگر نودی خان افغان نے جو سلیمان کرارانی کے معتمد سواروں میں تھا۔ اس کی مدد پر چلے نودی آئے۔

(۱۱۴) داؤد خان ۹۸۱ھ تا ۹۸۴ھ (۱۵۷۶-۷۷ء)

ایزید کے مارے جانے پر اس کے چھوٹے بھائی داؤد خان نے تخت نشین ہو کر بہار و بنگالہ و اڑیسہ میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ ابتدا میں داؤد خان نے بہت کچھ مستعدی سے کام لیا۔ نیکن سلیمان کرارانی کے جمع کردہ خزانے اور فوجی سامان نے جس میں چالیس ہزار سوار۔ ایک لاکھ چالیس ہزار پیادے۔ بیس ہزار بندوق اور توپیں۔ تین ہزار چھوٹے و فیل اور کئی سو فوٹے (جنگی کشتیاں) لے۔ داؤدانی جلد دوم صفحہ ۱۶۳ و ۲۰۰۔ ۵۷۔ داؤدانی صفحہ ۱۶۳ و ۲۰۰، جلد دوم کے

مطابق بایزید پانچ چھ مہینے حکمران رہا اور ہانسو بایزید کا بیٹا بن گیا۔

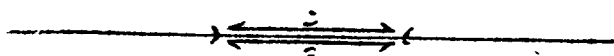
اسی زمانے میں اکبر نے حسین خاں خزانچی اور ہمایوں کو جو شیر شاہ اور سلیم شاہ کے درباریوں میں تھا۔ اور فن موسیقی اور ہندی شاعری میں بھی بے عدیل تھا۔ اپنا وکیل مقرر کر کے اڑیسہ کے راجا کے پاس اس منشا سے روانہ کیا کہ اس کو خان زمان کی مدد سے باز رکھے اور سلیمان کرارانی سے بھی ساز باز نہ رکھے۔ راجا مذکور نے ان شرطوں کو خوشی سے قبول کیا اور بعض تحفے اور ہاتھی بھی اکبر کے پاس روانہ کیے۔

۹۶۳ھ میں سلیمان کرارانی نے قلعہ رہتاس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ فتح خاں افغانی قلعہ دار رہتاس نے اکبر کی حکمت عملی کا حال معلوم کر کے اپنے بھائی حسن خان کو اس کے پاس بھیج کر یہ درخواست کی کہ کوئی معتمد شاہی عملہ یہاں بھیج دیا جائے تو قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اکبر نے اس قلعے کے یوں مفت ملنے کو غنیمت سمجھ کر جو نیور سے قلعہ خان کو حسن خان کے ساتھ روانہ کیا۔ سلیمان کرارانی نے اس کی خبر پا کر خود محاصرہ اٹھالیا۔ اس کے ہٹ جانے پر فتح خاں نے خفیہ اپنے بھائی حسن خان کو اطلاع دی کہ قلعے میں ذخیرہ بہت کافی جمع ہو گیا ہے۔ کسی جیلے سے جلد واپس چلے آؤ۔ اس اثناء میں قبیج خاں چلا ہی آیا۔ تب فتح خان نے ظاہری مدارات اور زبانی اظہار اطاعت سے کام لیا لیکن قلعہ خان اس کے نفاق سے آگاہ ہو کر بغیر قلعے پر قبضہ کیے واپس گیا۔

سلیمان کرارانی نے ۹۸۰ھ میں انتقال کیا۔ یہ اپنے زمانے میں نہایت بیدار مغز اور ہر دل عزیز حکمران تھا۔ اس نے صوبہ بہار و بنگالہ و اڑیسہ میں خود مختارانہ حکومت کی۔ علماء اور مشائخ کا بھی فائدہ تھا۔ اس کی مجلسوں میں ستوڑ پڑھ مویشاہیر علماء و مشائخ موجود رہتے تھے۔ اور یہ اکثر ان کی محبتوں

اور جب ان کی فوج چڑھ آئے گی پھر کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اور اگر ان سے جنگ ہی ہی کرنا ہو تو پیش دستی کر کے اول خود ہی حملہ کر دو کہ اس کا اثر کچھ اور ہو۔ داؤد خان نے ان باتوں کو غرض آلود سمجھ کر لودی خان کو قتل کر کے اس کا سارا مال ضبط کر لیا۔

شرائط صلح سے اکبر کی نارضا مندی اور داؤد خان کی بیزاری اور لودی خان کے قتل کا حال معلوم کر کے خان خانان لشکر گراں کے ساتھ پٹنہ پر چڑھ آیا۔ داؤد خان نے سون اور گنگا کے ملاپ کی جگہ کے قریب مقابلہ کیا۔ لیکن اول ہی حملے کے بعد پس پا ہو کر قلعہ پٹنہ میں جس کو اس نے مرمت کر کے مستحکم بنا رکھا تھا قلعہ بند ہو گیا۔ خان خانان نے اس کا محاصرہ کیا۔ لیکن داؤد خان کے سامان کو اپنے اندازے سے زیادہ دیکھ کر اکبر سے کمک کی استدعا کی اور خود بادشاہ سے بہ نفس نفیس اس ہم پر آنے کی درخواست کی۔



۱۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۱۷۵ اور تاریخوں میں بھی ہر۔

۲۔ ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۱۷۶۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۱۳۔

شامل تھے، رفتہ رفتہ طبیعت میں انانیت پیدا کر دی۔ اس نے اکبر بادشاہ کی کچھ پروا نہ کی اور تحفے و عرائض جو سلیمان کے وقت سے دربار شاہی کو ار سال کیے جلتے تھے یک قلم موقوف کر دیے اور قلعہ زمانہ (صلح غازی پور) پر جس کو خان زمان حاکم جو پور نے آباد کیا تھا اور اس وقت ممالک شاہی کی مشرقی سرحد پر ایک مرکزی مقام تھا بہ زور قبضہ کر لیا۔

اکبر کو گجرات (قلعہ سورت) میں اس کی خبر پہنچی تو فوراً منعم خان خانان حاکم جو پور کو داؤد خاں کی تنہا اور ملک بہار کی تسخیر کا حکم دیا۔ خان خانان نے لشکر گراں ساتھ لے کر بہار پر چڑھائی کر دی۔ اس کے پٹنہ اور حاجی پور پہنچنے پر تھوڑی سی چھیڑ چھاڑ کے بعد داؤد خاں کے نامی سردار لودی خان نے درمیان میں پڑ کر اس شرط پر صلح کرادی کہ داؤد خاں دو لاکھ رُپہ نقد اور لاکھ رُپہ کی اشیاء پیش کش دے کر اکبر کا بلج گزار رہے۔ خان خانان نے سلیمان کرارانی کا قدیم آشنا ہونے کے سبب یہ صلح قبول کر لی اور جلال خاں کو روری کو بھیج کر بادشاہ سے اس کی منظوری چاہی۔ اتفاق سے یہ صلح اکبر اور داؤد خاں دو میں سے کسی کو پسند نہ آئی۔ اس اثنا میں قتلہ خاں حاکم اڑیسہ اور سریدھر بنگالی کے بہکانے سے داؤد خاں نے بدظن ہو کر لودی خان پر خان خانان سے ساز باز رکھنے کا گمان کیا۔ لودی خاں اس وقت قلعہ ہتاس پر قابض تھا۔ داؤد خاں نے کسی حیلے سے اس کو گرفتار کر کے سریدھر بنگالی کے حوالے کیا۔ لودی خان نے قید خانے ہی سے قتلہ خاں اور سریدھر کو بھجایا کہ اگر مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو قتل کرو۔ لیکن مغلوں سے صلح نہ کر دے تو بھپٹائے

پٹنہ سے نکل کر بادشاہی فوج سے جنگ کی اور شکست کھا کر مارا گیا۔ اکبر نے چوسا سے موضع دومنی (ملاقہ بھونچ پور) پہنچ کر قاسم خان کو خان خانان کے پاس روانہ کر کے دریافت کیا کہ اب کس راہ سے آنا مناسب ہو۔ خان خانان نے اطلاع دی کہ شاہی سواری بذریعے کشتی اور باقی لشکر براہِ خشکی چلا آئے۔ ۱۶ رجب الثانی ۹۸۲ھ کو اکبر پٹنہ کے قریب پہنچا۔ خان خانان نے استقبال کر کے اس کو اپنی فرودگاہ میں ٹھہرایا اور پیش بہاندریں پیش کیں۔

۱۲) حاجی پور کی فتح ۹۸۲ھ

اب تک خان خانان نے ہر چند پورا زور لگایا تھا لیکن قلعہ پٹنہ مفتوح نہ ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اہل قلعہ کو حاجی پور سے بذریعے کشتی تمام ضروریات بہم پہنچتی تھیں اور خان خانان اس کی روک تھام سے عاجز تھا۔ امرائے مشورہ کر کے اکبر نے ۸ رجب الثانی کو خان عالم چلہ بیگؒ کو تین ہزار سپاہ اور لوازمات قلعہ گیری کے ساتھ متعدد کشتیوں پر حاجی پور روانہ کیا اور راجا گھنٹی زمین دار صوبہ بہار کو بھی کمک میں تعینات کیا باوجودیکہ اس موسم (یعنی ماہ اگست) میں گنگا کا پاٹ کئی میل کا ہوتا ہے۔ خان عالم نے گنگا پار پہنچ کر خشکی دتری ہر دو طرف سے حاجی پور کا محاصرہ کیا۔

اکبر نے پٹنہ میں گنگا کے کنارے شاہم خان جلائر کے مورچے پر ایک

۱۶ یادآونی جلد دوم صفحہ ۱۶۹۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۸۳۔ واکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۱۱۳

۱۷ خان عالم چلہ بیگؒ پسر ہمدان کو کہ مرزا کامران برادر ہمایوں بادشاہ۔ اس کا حال باثرالامرایں موجود ہے۔

باب دوازدہم

بہار و بنگالے میں شہنشاہ اکبر کی حکومت

(۱) پٹنہ میں اکبر کی آمد اور فتح ۹۸۲ھ (۱۵۷۲ء)

خان خانان کے التماس پر اکبر ۲۹ صفر ۹۸۲ھ (مطابق ۱۵ جون ۱۵۷۲ء) کو بذریعے کشتی آگرے سے روانہ ہوا۔ اس سفر میں شہزادوں اور بعض اہل حرم کے علاوہ راجا بھگوان داس، راجا مان سنگھ، شہباز خاں راجا بیریل، قائم خان امرکھرو وغیرہ وغیرہ انیس امرا ساتھ تھے۔ اس لیے متعدد بڑی بڑی کشتیاں خاص اہتمام سے تیار کرائی گئی تھیں اور شاہی فوج برابر میں خشکی کی راہ سے روانہ کی گئی تھی۔ ۲۳ ربیع الاول ۹۸۲ھ کو اکبر نے پریاگ پہنچ کر یہاں عالی شان عمارت تیار کرنے کا حکم دیا اور شہر کا نام الہ آباد رکھا اور ۲۵ ربیع الاول کو بنارس آکر شیرینگ تو اچی کو ایک سرسبز اسیر کشتی میں روانہ کر کے اپنے پٹنہ آنے کے متعلق خان خانان کی صلاح دریافت کی۔ خان خانان نے جلد تشریف لائے کی صلاح دی۔ اس لیے ۲ ربیع الثانی کو عورتوں اور شہزادوں کو جو نہوڑ بھیج کر اکبر خود چوسا کی طرف روانہ ہوا۔ اس عرصے میں فوج بھی خوشکی کی راہ سے روانہ ہوئی تھی۔ غازی پور کے قریب آگئی۔ ۸ ربیع الثانی کو چوسا پہنچ کر خان خانان کی تحریر سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ خان نیازی نے قلعہ

سب کچھ موجود تھا۔ اس نے بزدلی کو راہ دی، اور ۲۱ ربیع الثانی روز یکشنبہ کو آدھی رات گئے کشتی پر سوار ہو کر قلعے سے نکل بھاگا۔ سریدھر بنگالی جس کو داؤد خان نے بکرا جیت کا لقب دیا تھا، مال و خزانہ کشتی پر لاد کر پیچھے پیچھے ساتھ ہولیا اود گوجر خان نے فیلوں کو لے کر فتوحہ کی طرف سے خشکی کی راہ اختیار کی۔ ہل چل اور گھبراہٹ کے سبب کچھ لوگ دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے اور کچھ خندق اور گڑھوں میں گر کر ہاتھیوں سے پامال ہو گئے۔

جس وقت گوجر خان پن پن ندی کے قریب (فتوحہ) پہنچا۔ آدمیوں کے ہجوم کے سبب پل نہج سے ٹوٹ گیا۔ بھاگنے والوں نے بے بسی میں اپنے سامان اور ہتھیار پھینک دیے اور کسی طرح تیر کر پار ہو گئے۔ اکبر نامے میں مذکور ہے کہ دوسرے روز غلام الناس نے ندی میں اور اِدھر اُدھر بہت سے ہتھیار اور اشرفیاں پائیں۔

آخر شب میں اکبر کو داؤد خان کے فرار کا حال معلوم ہوا۔ علی الصباح بادشاہ نے دہلی دروازے (یعنی چھم دروازہ) سے قلعے میں داخل ہو کر چار گھڑی قیام کر کے شہر میں امن و امان کی منادی کرائی۔ اس کے بعد خان خانان کو یہاں چھوڑ کر خود گوجر خان کے تعاقب میں سوار ہوا۔ پن پن ندی سے گزر کر اکبر نے موضع دریا پور (از پٹنہ بست و شش کردہ) پہنچ کر باگ روک لی۔ اور یہاں سے شہباز خان میر بخشی اور مجنوں خان قاتل کو گوجر خان کی تلاش میں روانہ کیا۔ انھوں نے سات کو س آگے جا کر معلوم کیا کہ گوجر خان افتال و خیزاں نکل بھاگا۔ اکبر نے چھو دن دریا پور میں قیام کیا۔ اس اثنا میں خان خانان بھی پٹنہ سے یہاں چلا آیا۔ پٹنہ میں علاوہ اور مال غنیمت کے داؤد خان کے چھپن ہاتھی شاہی فوج کے ہاتھ آئے تھے۔ اس تعاقب سے

بلند ٹیلے سے جنگ کا معانیہ کرنا چاہا۔ لیکن دؤری اور دھتواں اور گردوغبار کے
 سبب کچھ صاف نظر نہ آیا اس لیے عصر کے قریب کچھ آدمیوں کو تین کشتیوں
 میں بٹھا کر تحقیق حال کے لیے روانہ کیا۔ پٹھان ان کشتیوں کو دیکھ کر متعدد
 کشتیوں پر مقابلے کو نکل آئے۔ لیکن یہ تینوں کشتیاں صحیح سلامت خان عالم
 تک پہنچ گئیں۔ خان عالم نے حاجی پور فتح کر کے فتح خان بارہ قلعہ دار اور
 اس کے ساتھیوں کے سرکاٹ کر اکبر کے پاس بھیج دیے۔ اس فتح کی تاریخ
 حسب ذیل ہے۔

انداخت چو سایہ در سواد پٹنہ

چتر شہ دین بہر کشاد پٹنہ

منشی خسرو فتح بلاد پٹنہ

فی الحال رقم زدا ز پڑ تاریخش

۹۸۲ھ

(۳) داؤد خان کا فرار اور اکبر کا تعاقب

اکبر نے فتح خان اور اس کے ساتھیوں کے سرداروں کو داؤد خان کے پاس
 بھیج دیا کہ دیکھو اب تمہارا بھی یہی حال ہونے والا ہے۔ سروں کے شاہدے
 سے داؤد خان کے پائے ثبات میں مغزش آگئی۔ اس نے فی الفور صلح کا پیام
 دیا لیکن اکبر نے جواب دیا کہ داؤد خان تنہا آکر اعتذار کرے۔ یا اگر ہمت رکھتا
 ہے تو تنہا مجھ سے مقابلہ کرے۔ یہ بھی نہیں تو اپنے کسی سردار کو میرے کسی
 سردار سے تنہا لڑو اگر دیکھے یا کم از کم اپنا کوئی ہاتھی ہی میرے ہاتھی سے بھڑا
 کر دیکھ لے جس طرف غلبہ ہو ملک اسی کا رہے۔

باوجودیکہ اس وقت داؤد خان کے پاس بیس ہزار سوار اور فیل و توپخانہ

لے طبقات اکبری جلد دوم ص ۲۸۵۔ بدایونی جلد دوم ص ۱۶۹۔ اکبر نامہ جلد دوم ص ۱۳۷

۵۲ یہ مسئلہ ریاض السلاطین صفحہ ۱۵۸ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

اس کے سر کے اڈ پرستے گزر گیا۔ اس لیے اس کا بیان اس بارے میں زیادہ کوجہ کے قابل ہو۔ خواجہ نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری اور بدایونی دونوں کا بیان مجسّمہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

(طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲۹۲) وہم بتاریخ مذکور کہ ہیز دہم ماہ (ربیع الثانی ۹۸۲ھ) باشد حضرت شہر یار جہان بعزم ملاحظہ قلعہ و اطراف و محالی شہر مدغیل سوار شدہ بر پنج پہاڑی نام چائے کہ محاذی قلعہ واقع است برآمدند۔ و این پنج پہاڑی پنج گنبد بست کہ کفر و در سوابق ایام بخت پخت بر قطار ہم بر آوردند۔ و آنحضرت اطراف و جوانب قلعہ را بہ نظر احتیاط ملاحظہ فرمودند۔ و افغانان را کہ از بالائے بازوئے حصار و بروج قلعہ چشم بر چشم بادشاہی و کوکبہ شاہنشاہی افتاد و مرگ خود معائنہ نموده یہ یقین دانستند کہ طوار عمر شان بیچیدہ شد و نہال اُمید از پنج افتادہ و با وجود آن حرکت المذبحہ نمودہ چند ضربہ زن بجانب پہاڑی انداختند و از مطلق گزندے بر پنج کس نہ رسیدہ۔

(بدایونی جلد سوم صفحہ ۱۱۹) در شانزدہم ایام ماہ قریب پنج پہاڑی کہ بہ دوسہ کروہے پٹنہ پنج گنبدیست متغارب بلند کہ کفار سابق ہند خشت پختہ بر آوردہ بودند و در منزل خان خانان نزول واقع شد۔۔۔۔۔ (صفحہ ۱۸) و روز دیگر بر پنج پہاڑی برآمدہ نظر جمالی بر قلعہ پٹنہ انداختہ اطراف و جوانب آنرا ملاحظہ فرمودند و افغانان حرکت المذبحہ کی کرد۔ مرگ خود را نصب العین گردایندند و توپ ہائے بزرگ می انداختند کہ از سافت سر کردہ و در آرد می افتاد و توپے از بالائے سر فقیر کہ در خیمہ سید عبداللہ خان چوگان بیگی (حاکم بیانہ دہخونہ می بود) گزشت و حق تعالی نگہ داشت و چند روز مہلت یافتہ

چار سو ہاتھی اور بھی قبضے میں آ گئے۔ اکبر نے اپنی ہمرکاب فوج سے دس ہزار سوار اور تمام کشتیاں جو ساتھ آئی تھیں خان خانان کی ملک میں دے دیں۔ اور فوج کی محتواہ میں تیس وچالیس فی صدی کا اضافہ کر کے خان خانان کو تمام بہار و بنگلے کے بندوبست پر مامور کیا۔

دریا پور سے واپس ہوتے ہوئے اکبر نے قصبہ غیاث پور میں چار روز قیام کیا۔ اور مظفر خان تربتی اور فرحت خاں کو قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کر کے خود ۳ جماد الاول ۹۸۲ھ کو قلعہ پٹنہ میں واپس آیا۔ اور دوسرے روز یہاں سے فتح پور بھٹہ جا کر ۶ جمادی الاول کو جوئی واپس آ گیا۔
داؤد خاں کی اس شکست کی تاریخ مورخوں نے اس طرح لکھی ہے۔

ملک سلیمان زو داؤد رفت

۹۸۲

۱۳۱۔ تیج پہاڑی کا ذکر

داؤد خاں کے فرار سے پہلے تاریخ ۲۵ مارچ کو اکبر نے پٹنہ میں تیج پہاڑی پر چڑھ کر اطراف و حوالی قلعے کا معائنہ کیا۔ اس وقت پٹھانوں نے قلعے کے حصا اور برہمنوں سے توہیں چلائیں۔ لیکن اس حرکت المذبحی سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ انگریز مورخوں نے اس تیج پہاڑی کا ذکر تاریخ ہند مرتبہ ELLIOT AND DAWSON جلد پانچ کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور گورنمنٹ گریٹر میں بھی اس کا ذکر ہے۔ لیکن ان سب کا ماخذ طبقات اکبری ہے۔ چون کہ بلاؤنی اس وقت اکبر کی فوج کے ساتھ غور پٹنہ میں موجود تھا۔ اور وہ لکھتا ہے کہ توپ کا ایک گولہ

تعیینات کیا۔ لیکن یہ دونوں جنید خاں سے مغلوب ہو کر مارے گئے۔ ٹوڈرل نے اور بعض امرا کو ساتھ لے کر مقابلے کا قصد کیا۔ لیکن جنید خاں خود بھاگ کر جنگ کی طرف چلا گیا۔ ٹوڈرل مدنی پور میں قیام کر کے آگے بڑھنے کے تہیہ میں تھا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں محمد قلی خان برلاس نے بیمار ہو کر انتقال کیا۔ اور اسی کے بعد قیا خان گنگ کسی خفیف سبب سے رنجیدہ ہو کر شاہی فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ خان خانان کو یہ حال معلوم ہوا تو شاہم خاں جلاڑ، لشکر خان میر بخشی و خواجہ عبداللہ گجک کو راجا ٹوڈرل کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ لوگ بردوان پہنچ کر راجا کو رے ملحق ہوئے۔ ٹوڈرل نے سمجھا بھجا کر قبا خان کو بھی ساتھ لے لیا۔ چاسوسوں نے اطلاع دی کہ داؤد خاں اہل و عیال کو کٹک میں چھوڑ کر خود جنگ کے تہیہ میں ہو۔ اس وقت خان خانان خود ٹوڈرل سے آلا اور کوچ کر کے اڑیسہ کی طرف روانہ ہوا۔ پٹھانوں نے مقام بھورہ ضلع بالا شہ کے قریب خندق بنا کر جنگ کی تیاریاں کی تھیں۔ خان خانان کے پہنچنے پر خواہی نہ خواہی جنگ چھڑ گئی۔ ۹۸۲ھ (۳ مارچ ۱۵۷۶ء) کو طرفین نے صفیں آراستہ کیں۔

اس دفعہ پٹھانوں نے ایسی زبردست یورش کی کہ خان خانان کی فوج بالکل درہم برہم ہو گئی۔ عین معرکہ میں گوجر خاں نے قریب پہنچ کر خان خانان کو چند ضرب شمشیر سے زخمی کیا۔ اور ہر چند خان خانان نے کوڑے سے اس کا جواب دیا لیکن پٹھان دھاوا کرتے ہوئے نصف میل تک بڑھ آئے۔ قریب تھا کہ شاہی فوج کو شکست ہو جائے۔ لیکن اتفاقاً کسی جانب سے ایک تیرا کر گوجر خان کے لگا۔ اور اس کے گرتے ہی پٹھانوں

۱۵ یہ جنگ ضلع بالا سور میں واقع ہوئی۔ غالباً گڑی نامی بستی کے قریب۔

اگرچہ معلوم نیست کہ ایں امہال تا کی خواہد بود۔

۱۵) منعم خان خان خانان ۸۲-۹۸۳ھ (۱۵۶۵-۱۶۲۷ء)

پٹنہ کی فتح کے بعد منعم خان خان خانان سپہ سالار نے داؤد خاں کا تعاقب کیا۔ داؤد خاں نے پٹنہ سے فرار کر کے تلیا گڑھی کو مستحکم کیا اور یہاں سے ٹانڈہ پہنچا۔ خان خانان کی فوج نے دھاوا کر کے مونگیر بھاگل پور اور کھل گانوں تک قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑے مقابلہ کے بعد تلیا گڑھی کو بھی فتح کر لیا۔ شاہی فوج کے پیچھے کی خبر پا کر داؤد خاں نے ٹانڈہ سے بھی فرار کیا اور اڑیسہ جا کر سامان جنگ درست کرنے میں مشغول ہوا۔

پٹھانوں نے آگ محل (راج محل) کی گھاٹیوں کو بہت مستحکم کر رکھا تھا۔ لیکن شاہی فوج نے غیر سلوک راہ سے گزر کر ٹانڈہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پٹھانوں کے ہٹ جانے پر محمد قلی خان برلاس نے ست گانوں تک اپنے دخل میں لے لیا۔

خان خانان نے ٹانڈہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد راجا ٹوڈر مل کو داؤد خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام مدارن پہنچ کر ٹوڈر مل نے کمک طلب کی اور خان خانان نے محمد قلی خاں برلاس۔ محمد قلی توقیائی مظفر خان مغول وغیرہ کئی سرداروں کو ٹوڈر مل کی کمک میں روانہ کیا۔ اس اثنا میں داؤد خاں کا چچا زاد بھائی جنید خان کرارانی جو اکبر کی ملازمت میں تھا۔ بھاگ کر داؤد خاں کے مدد کو ہنگالے چلا آیا۔ خان خانان نے ابوالقاسم اور نظر بہادر دوسرے سرداروں کو موضع ہرہ پور کے قریب جنید کی مقاومت کے لیے

اڑیسہ کو تمھارے خرچ کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ اور بادشاہ بھی ضرور اس بات کو منظور کرے گا۔ اس کے بعد یہ کہہ کر کہ اب تم بندگان شاہی سے ہو۔ اپنی طرف سے ایک شمشیر مرصع داؤد خان کی کمر سے باندھ دی۔

(۷) خان خانان کی موت

صلح کے بعد اڑیسہ سے واپس آکر خان خانان نے بجائے ٹانڈہ کے گوڑ (لکھنوتی) سابق دارالحکومت بنگالے میں سکونت اختیار کی۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں کی عظیم الشان عمارتوں کو درست کرائے اور مقام گھوڑا گھاٹ سے قریب رہ کر بنگالے کے فتنہ و فساد کی روک تھام کرے۔ لیکن یہاں آئے ہی آب و ہوا کی خرابی کے سبب سپاہی اس کثرت سے مرنے لگے کہ ان کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ ہر چند سرداروں نے خان خانان کو یہاں سے ہٹ جانے کی صلاح دی۔ لیکن اس نے کسی کی نہ مانی۔ آخر خود بھی بیمار ہو کر ۹ رجب ۹۸۳ھ کو انتقال کیا۔ امراء نے جو اس وقت یہاں موجود تھے۔ شاہم خان جلائر کو اپنا سردار بنا کر اکبر کو اس حادثے کی خبر دی۔

(۸) حسین قلی خان خان جہان ۹۸۳ھ تا ۹۸۶ھ

(۱۵۶۸-۱۵۷۸ء)

خان خانان کے مرنے کی خبر پا کر اکبر نے حسین قلی خان خان۔ ان حاکم پنجاب کو خان خانان کا قائم مقام نام زد کیا۔ خان جہان کو لاہور سے بنگالے

نے پس پا ہو کر فرار کیا۔ ان کا سارا سامان خان خانان کے ہاتھ آیا۔

۶۱۔ داؤد خان اور خان خانان کی ملاقات و صلح

داؤد خان نے شکست کھا کر کٹک کی راہ لی۔ اور خان خانان نے خود غم کے علاج کے لیے ٹھیکر فوج کو داؤد کے تعاقب میں روانہ کیا۔ چند دنوں کے بعد خان خانان خود بھی کٹک کی طرف جا کر جہاندی کے قریب خیمہ زن ہوا۔ داؤد خان نے دیکھا کہ صوبہ بہار جا چکا۔ بنگالے پر بھی شاہی فوج نے قبضہ کر لیا اڑیسہ بھی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اور گوجران بھی اب نہ رہا۔ جمپور خان خانان کو پیام دیا کہ بنگالے کے وسیع ملک میں ایک گوشہ ہماری اوقات ب سری کے لیے چھوڑ دیا جائے تو ہم بھی اس پر قناعت کر کے بادشاہ کے دولت خواہوں میں رہیں گے۔ راجا ٹوڈل اور بعض امرا کسی طرح صلح پر راضی نہ تھے۔ آخر بڑی دوند کے بعد خان خانان نے یہ فیصلہ کیا کہ داؤد خان خود حاضر ہو کر حلقاً معاہدہ کرے۔

یکم محرم ۱۰۲۷ھ کو داؤد خان بڑی شان و شوکت کے ساتھ حاضر ہوا۔ خان خانان نے بھی نہایت کمزور سے سر دربار استقبال کر کے اس کو اپنے برابر بٹھالیا۔ داؤد خان نے یہ کہہ کر کہ جب آپ کو زخم لگا تو میں بھی سپاہ گری سے بیزار ہوں۔ اپنی تلوار کمر سے کھول کر خان خانان کے سامنے رکھ دی۔ خان خانان نے اس تلوار کو تو رچی خانے میں رکھوا دیا۔ اور بڑی تواضع کے بعد داؤد خان سے کہا کہ جب عہد کر کے بادشاہ کے دولت خواہوں میں شامل ٹھوسے تو میں

خان جہان ابھی مظفر خان اور راجا ٹوڈرل اور سرداروں کو ساتھ لے کر جنگ کے
تہیہ ہی میں تھا کہ داؤد خان نے قلعے سے برآمد ہو کر لڑائی چھیڑ دی۔ اتفاقاً
خان جہان کی طرف سے توپ چلتے ہی پہلے گولے میں جنید خان کی ٹانگ اڑ گئی
اور اس صدمے سے وہ دوسرے دن مر گیا اور داؤد خان کا ایک اور نامی
سردار کالا پہاڑ بھی زخمی ہوا۔ پٹھانوں کی صفیں ایسی درہم برہم ہو گئیں کہ
داؤد خان کو باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ اور اس کا گھوڑا چند میں پھنس گیا۔ اسی
جگہ حسن بیگ نامی نے اس کو گرفتار کر کے خان جہان کے پاس حاضر کیا۔
داؤد خان نے پیاس کی شدت میں پانی طلب کیا تو کسی سپاہی نے جو تیس
پانی بھر کر پیش کیا۔ لیکن داؤد خان نے ازراہ خود داری نہ پیا۔ تب خان جہان
نے اپنی خاص صراحی سے اس کو پانی پلایا۔ داؤد خان حسین خوش رو اور خوش
اخلاق تھا اس لیے خان جہاں اس کو قتل کرنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن امر نے اصرار
کیا کہ اس کے زندہ رکھنے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو۔ مجبوراً خان جہان نے
قتل کا حکم دیا۔ داؤد کی گردن پر تلوار کی دو چوٹیں کچھ کا گر نہ ہوئیں تو پاہیوں
نے بے دردی سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور اس میں بھوسا بھر کر اور خوش بو
مل کر عبداللہ خان کے ہاتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ داؤد خان بہار و بنگالے
کا آخری خود سر فرمان روا گزرا ہو۔ اول بار بنگالے سے بے دخل ہو کر پھر اس
کے دوبارہ قابض ہو جانے سے ظاہر ہو کہ یہ ذی اثر اور ذی اقتدار حکمران تھا۔
خان جہان نے ۹۶ھ کے اختتام پر بنگالے میں بیمار ہو کر انتقال کیا۔
اس کے زمانے میں آصف خان (مرزا قوام الدین جعفر) پٹنہ میں شاہی
محکمات کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا تھا۔

آنے میں کچھ دیر لگی۔ اگرچہ اکبر نے تاکید کی حکم بھیج کر زیادہ التوا کا موقع نہ دیا۔ لیکن اس اثنا میں اکثر شاہی امرا بنگلے کی دبا سے گھبرا کر پٹنہ و حاجی پور چلے آئے۔ اور داؤد خان نے خان خانان کے مرنے پر خود کو معاہدے کی پابندی سے آزاد سمجھ کر دوبارہ بنگلے پر قبضہ کر لیا۔

بہر حال خان جہان نے بنگلے آکر اڈل تیلیا گڑھی میں پٹھانوں کو شکست دی۔ اس کے بعد ٹانڈہ کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ داؤد خان راج محل کے قلعے میں متحصن ہو کر بادشاہی عمال سے برسرِ جنگ ہو اور اسی جگہ کے قریب خواجہ عبداللہ نبیرہ خواجہ عبداللہ احرار پٹھانوں سے لڑ کر مارا گیا۔ خان جہان نے پوری کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ اور اکبر نے مظفر خان تربتی کو جو اس وقت چوسا سے تیلیا گڑھی تک تمام علاقوں کی نگرانی پر مامور تھا۔ صوبہ بہار کی فوج اور جاگیرداروں کو ساتھ لے کر خان جہان کی کمک کے لیے پہنچنے کا حکم دیا۔ اور اگرے سے پانچ لاکھ زپ نقد اور متعدد کشتیوں میں غلے بھی لشکر کے خرچ کے لیے روانہ کیے۔

اتفاقاً اسی زمانے میں راجا گچیتی زمین دار صوبہ بہار کے صوبے میں بدامنی دیکھ کر آہ کے تھالے پر چڑھائی کر دی۔ اور فرحت خان جاگیردار ضلع آہ اور اس کے بیٹے میرک روائی کو قتل کر ڈالا۔ اور اس ضلع سے آدورفت کی راہ میں دو کر دی۔ اکبر ان واقعات سے خبردار ہو کر ۲۵ رجب الآخر ۹۸۴ھ کو خود بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اگرے سے ایک ہی منزل طر ہوئی تھی کہ عبداللہ خان گیارہ دن میں بنگالے سے مرندہ فتح اور داؤد خان کا سر لے کر پہنچ گیا۔ اس فتح کی کیفیت یہ ہے کہ ۱۵ رجب الآخر ۹۸۴ھ کو مظفر خان صوبہ بہار سے پانچ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر کھل گاؤں کے پاس خان جہان کے لشکر سے ملحق ہو گیا۔

(۱۰) صوبہ بہار و بنگالے میں بغاوت

صوبہ بہار کے شاہی عاملوں نے سفلہ پن اور زیادتی سے تمام سپاہ و رعایا کو ہریم کر دیا۔ معصوم خان کابلی کی جاگیر بھی قبضے میں آگئی تھی۔ وہ چار و ناچار باغیوں کا سرغنہ بن گیا۔

اکثر جاگیرداروں و سرداروں نے خفیہ سازش کر کے بجائے اکبر کے مرزا حکیم کو بادشاہ بنانا چاہا۔

علماء اور فہمی پیشواؤں کا فرقہ بادشاہ کی بد مذہبی سے اس قدر بیزار تھا کہ ملا محمد یزدی نے بجنپور سے فتویٰ صادر کیا کہ ایسے بے دین باوخواہ پر خروج واجب ہے۔ اور اس بنا پر محمد معصوم فی فتح دی و میر معز الملک و نیابت خان و عرب بہادر (جاگیردار سہرام) نے میان سے تیغیں نکال کر تمام علاقوں میں جہاد و قتال شروع کر دیا۔

مظفر خان نے بنگالے میں بابا قاتل اور خالدی خان اور اکثر امرا کی جاگیریں بازیافت کر لی تھیں۔ اتفاقاً اسی زمانے میں روشن بیگ ملازم مرزا حکیم کابل سے آکر قاتل کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مظفر خان نے شاہی حکم کے مطابق سردار اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور بابا قاتل سے بھی درشتی سے پیش آیا۔ قاتلوں نے آزرہ ہو کر بغاوت پر کمر باندھی۔ اور سپاہ بھی

لے بدلاؤنی لکھتا ہو کہ پلے رار نچا بندہ معصوم خان رابز در باغی سلفقتد۔ ۵۷ بدلاؤنی جلد دوم

صفحہ ۲۹، بعد کو اکبر نے ملا محمد یزدی کو بجنپور سے اور قاضی یعقوب کو بہار و بنگالے سے طلب کر کے خفیہ ہلاک کر دیا اور اسی طرح کامعالمہ اور علماء کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کسی کی کشتی غرق ہوئی۔ کسی کا کچھ پتہ نہ ملا۔ عرب بہادر کا جاگیردار سہرام ہونا اثر الامر صفحہ ۲۶۶ میں مذکور ہے۔

۹۱) مظفر خان تریبتی ۹۸۷ھ تا ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء - ۱۵۸۱ء)

خان جہان کے مرنے پر اوائل ۹۸۷ھ میں اکبر نے مظفر خان کو جو اس وقت ہی دربار میں دیوان کے عہدے پر ممتاز تھا۔ بنگالے کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ رضوی خان کو بخشی اور حکیم ابوالفتح کو صدر اور رائے پتر داس و میر دھم کو یہ شرکت یک دیگر بنگالے کا دیوان نام زد کیا۔

صوبہ بہار کے لیے اس کے کچھ پہلے ہی (شوال ۹۸۷ھ میں) ملاطیب دیوان صوبہ بہار و حاجی پور اور رائے پرکھوتم بخشی اور ملا مجدی (جو سابق میں سلیم شاہ کا پروانہ نویس تھا) امین اور شمشیر خان خواجہ سرا ہتھم خاں مقرر ہوئے تھے۔ اور انھی دنوں میں معصوم خاں کابلی کو کہ مرزا حکیم (برادر اکبر شاہ) مرزا مذکور سے رنجیدہ ہو کر اکبر کی ملازمت میں آیا تھا۔ اکبر نے اس کو منصب نصیب دے کر صوبہ بہار میں جاگیر دی تھی۔

اس زمانے میں شاہی دیوان خلیے سے حکم صادر ہوا کہ ہر ایک منصب دار اپنے منصب و جاگیر کے مطابق گھوڑے پیش کر کے داغ دلوائے۔ اور جو لوگ اپنی جاگیر کا استحقاق ثابت نہ کر سکیں ان کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں۔ مزید برآں یہ ہوا کہ اکبر نے ایک خاص مذہب ایجاد کر کے اس کا نام مذہب الہی رکھا تھا۔ اور اسلام کے اکثر مناسک مثلاً غزوات کی آذان تک کو منوع کر دیا تھا۔

لمّا طبیب بخشی اور پرکھوتم سے مقابل ہوا، اور ان کو ہزیمت پہنچا کر بھاگنے پر مجبور کیا۔ چند دنوں کے بعد پرکھوتم نے ایک جمیعت فراہم کر کے چوساے لگے ان باغیوں کے مقابلے کا قصد کیا۔ لیکن عرب بہادر نے پیش دستی کر کے اقل ہی حملے میں پرکھوتم کا کام تمام کر دیا۔

بنگالے میں قاتالوں نے بہار کی بغاوت کا حال سن کر ان باغیوں سے خط کتابت شروع کی اور ان کو اپنی مدد میں بلا لیا۔ معصوم خاں کابلی جس کو شاہی مورخوں نے اس کے ہم نام معصوم فرخودی کی طرح لفظ عاصی سے تعبیر کیا ہے۔ تیلیا گڑھی میں شمس الدین خان خوانی کو شکست فاش دیتا ہوا قاتالوں سے جا ملا۔ اس وقت وزیر جمیل اور خان محمد بہبودی وغیرہ چند امرائے شاہی بھی مظفر خان سے ٹوٹ کر باغیوں سے مل گئے۔ مظفر خان عالم بے کسی میں ٹانڈہ کے قلعے میں متحصّن ہوا۔ اور باغیوں نے حکیم ابوالفتح و خواجہ شمس الدین خوانی وغیرہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ لیکن انھوں نے کسی طرح خلاصی پا کر پایادہ

(صفحہ ۲۰۷ کا بقیہ نوٹ)

سواروں کے ساتھ اس قلعے کے ساتھ کر دیا۔ اس کے چوسا پہنچے پر عرب بہادر نے بعض ہاتھیوں کو بہت زبردستی لیا۔ اس کے بعد پرکھوتم دیوان سے جو بکسوں میں پیادہ فراہم کر رہا تھا۔ جنگ کر کے اس کو قتل کیا۔ اس کے دو سر دن محب علی خاں کے پہنچے پر عرب بہادر نے فرار کیا۔ پھر جرب شہباز خاں صوبہ بہار آیا عرب بہادر نے دلپت او جینیہ زمین دار بھوج پور کے علاقے میں پناہ لی۔ شہباز خاں نے قلعہ نیچے گڑھ (از توابع رہتاس ضلع مرزا پور) کو سعادت خاں کے سپرد کیا۔ عرب بہادر نے دلپت زمین دار کو ساتھ لے کر سعادت خاں سے جنگ کی۔ اور اس کو قتل کیا۔ پھر معصوم فرخودی کی معیت میں اس نے دوبارہ شہباز خاں سے جنگ کی۔ اور بالآخر شکست کھا کر سنبل کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں بھی نہ ٹھیر سکا اور بہار کی طرف واپس آیا۔ آخر میں خان اعظم سے شکست کھا کر جوہور آیا۔ اور ۱۹۹۲ء میں مارا گیا۔

ان کی طرف دار ہو گئی۔

انھوں نے لکھنؤ میں جمع کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور مظفر خان کا مال و اسباب جہاں پایا اپنے قبضے میں کر لیا۔ مظفر خان نے کشتیاں فرام کر کے حکیم ابو الفتح اور پتر داس کو ان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ لیکن یہ دونوں بزم کے یار تھے رزم سے آشنائے تھے۔

اکبر نے قاتل کی بغاوت کا حال سن کر مظفر خاں کو تہدید ہی فرمان بھیجا کہ طائفہ قاتل قدیم الخدمت دولت خواہوں میں ہیں۔ تم نے ان کو ناخوش کیا۔ اچھا نہ کیا۔ اب جس طرح مناسب ہو ان کی جاگیریں واپس کر کے ان کو راضی کر لو۔ یہ فرمان عین اس وقت پہنچا کہ مظفر خاں ان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ قاتلوں کو جب اس فرمان کی خبر پہنچی انھوں نے مظفر خاں کو پیام دیا کہ رضوی خان و پتر داس کو بھیج دو کہ عہد و پیمان کر کے ہماری خاطر جمعی کر جائیں۔ مظفر خاں نے ان دونوں کو میر ابو اسحاق کے ساتھ روانہ کیا۔ قاتلوں نے ان تینوں کو مقید کر کے اور زوروں سے جنگ شروع کر دی۔

(۱۱) معصوم خاں کا بلی کی بغاوت

اُدھر بنگالے میں شاہی حکام باغیوں سے عاجز ہو رہے تھے۔ اُدھر بہار میں معصوم خاں کا بلی عرب بہادرؒ اور سعید خاں بدخشی کو متفق کر کے لہ بڈاؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۰ و طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۳۲۹۔ لہ انٹر الامرا میں عرب بہادر جاگیر دار ہمسلم کا حال یوں لکھا ہے کہ جب حسین قلی خان کے مرے پر مظفر خاں نے اس کا مال و اسباب دربار کو روانہ کیا۔ بہار سے محب علی خاں نے حبش خاں کو کچھ (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۸ پر)

حاکم جو نہودین ہزار سوار لے کر ملک کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن اُس کے حرکات و سکنات سے بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ اس لیے راجا نے اس کو دم دلا میں رکھ کر بادشاہ کو اس کا حال لکھ بھیجا۔ مونگیر پہنچ کر راجا کو معلوم ہوا کہ باغی تین چالیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی اور توپ خانہ و جنگی کشتیاں لے کر جنگ کو آمادہ ہیں۔ اس نے اپنے لشکر پر پورا اعتماد نہ ہونے کے سبب کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور قدیم قلعے کے دور میں ایک اور قلعہ تیار کر کے موقعے کا منتظر رہا۔ چار مہینے تک راجا کو سخت کشمکش رہی۔ اور اس عرصے میں ہر روز طرفین سے کچھ آدمی مقابل ہو کر جنگ کرتے رہے۔ اس مدت میں اکبر نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ بدفعات لاکھ لاکھ پڑکشتی کے ذریعے سے شاہی لشکر کے خرچ کے لیے راجا کے پاس روانہ کیے۔ اتفاقاً اسی زمانے میں خواجہ منصور دیوان ممالک شاہی نے ہمایوں قرملی و ترخان دیوانہ و معصوم فرخوردی کے ذمے بعض شاہی مطالبات عاید کر کے تہدید فرماں جاری کیے تھے اس لیے ہمایوں قرملی و ترخان دیوانہ آزرہ ہو کر باغیوں سے مل گئے۔ یہ ظاہر ٹوڈرل کو کامیابی کی امید نہ تھی لیکن علاقے کے ہندو زمین داروں نے اس سے متفق ہو کر رسد کی ایسی روک تھام کی کہ باغیوں کو اناج ملنا دشوار ہو گیا۔ اور ٹانڈہ میں بابا قاتال کی بیماری اور موت کے سبب جباری اور جنوں قاتال جو باغیوں کے رکن رکن تھے ٹانڈہ کی طرف چلے آئے۔ ان واقعات سے باغیوں کی جماعت میں سخت کمزوری آگئی۔ معصوم خاں کا بی بیٹ کر بہار چلا آیا۔ اور عرب بہادر نے ایلغار کر کے شاہی خزانے پر چھاپہ مارنے کے قصد سے پٹنہ کا رخ کیا۔ اس کے پہنچنے ہی بہار خاں عرف سید عارف قلعہ پٹنہ میں متحضر ہو گیا۔ اور راجا ٹوڈرل نے معصوم فرخوردی اور

حاجی پور کی راہ لی۔ اب معصوم خان نے مظفر خان کو علی الاعلان پیام دیا کہ میری ملازمت میں حاضر ہو یا اپنے عہدے سے دست بردار ہو کر مکہ معظمہ چلے جاؤ۔ مظفر خان نے پوشیدہ آٹھ ہزار اشرفیاں بھیج کر اپنے ننگے ناموس کی حفاظت چاہی۔ اس سے باغس پر اس کا بھرم کھل گیا۔ انھوں نے کسی حیلے سے اس کو قلعے سے ہر نکال کر عقوبت کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے تمام ملک بنگالہ و بہار کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور میرزا شرف الدین حسین کو (جو شاہی حکم کے بموجب کالپی سے بنگالے لاکر مظفر خان کی قید میں رکھا گیا تھا) رہا کر کے سردار بنایا۔ باقی واقعات سلسلہ بیان میں ملتے جائیں گے۔

(۱۲) راجا ٹوڈر مل ۸۸-۹۸۹ھ (۱۱-۱۵۸۱ء)

اکبر کو ان حادثات کی اطلاع ملی تو راجا ٹوڈر مل کو بہار و بنگالے کا فتنہ و فساد دفع کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور محمد صادق خان و ترسون خان و شیخ فرید خاں بخاری و اُنغ خان حبشی و باقر و طبیب پسران طاہر خان و تیمور بدخشی اور چند اہل کو بھی راجا مذکور کی مدد میں ساتھ کر دیا۔ اور محب علی قلعہ دار رہتاس و معصوم فرخزادی حاکم جونپور اور تمام جاگیر داروں و زمین داروں کو بھی راجا کی کمک میں رہنے کا حکم دیا۔ راجا ٹوڈر مل ابھی راہ ہی میں تھا کہ شاہم خاں جلائرے سعید بدخشی سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا۔ راجا کے جونپور پہنچنے پر معصوم فرخزادی آٹھ ہزار اشرفیاں بیعنے کا حال ریاض السلاطین میں مفصل مذکور ہے اور واقعات طبقات اکبری و بدایونی و اکبر نامہ میں مذکور ہیں۔

سال ۹۸۵ھ راجا ٹوڈر مل اور شاہی علی بھی برسات گزارنے کو حاجی پور چلے آئے تھے۔ محمد معصوم فرخودی نے بواب نمک راجا کی سمیت میں تھا بلا رخصت حاصل کیے ہوئے واپس جا کر بغاوت شروع کی۔

دوسرے سال ماہ ذیقعد ۹۸۵ھ میں بہادر خاں پسر سعید بدخشی نے جو ترہت کا فوج دار رہ چکا تھا باغی ہو کر تمام زرِ محاصلات سپاہیوں میں تقسیم کر کے خود اپنے نام ترہت میں خطبہ دے گا جاری کیا۔ اس نے اپنے سگے میں حسب ذیل جمع درج کیا تھا ۱۰

بہادر ابن سلطان بن سعید ابن شہ سلطان

پسر سلطان پدر سلطان نے سلطان بن سلطان

آخر خان اعظم کے نوکر رہے۔ بہادر کو گرفتار کر کے قتل کیا۔

خان اعظم اور شہباز خاں نے حتی المقدور باغیوں کو شکست دے کر صوبہ بہار

سے بدر کیا۔ اس اثنائیں اکبر کا بل کے سفر میں تھا۔ اس کے واپس آنے پر

۹۸۵ھ محرم ۹۹۰ھ کو خان اعظم اور تمام امراء صوبہ بہار سے آگرہ واپس جا کر دربار

میں حاضر ہوئے اور خان اعظم نے بہار بنگالے کے احوال مشروحاً بیان کیے۔

اکبر نے خان اعظم کو معصوم خاں کا بی کے استیصال کے لیے بنگالے جانے کا

حکم دیا۔ اور کابل سے جو شاہی فوج واپس آئی تھی اس کو بھی کمک میں ساتھ

کر دیا۔

خان اعظم اور امراء بہار کے فتح پور جانے پر صوبہ بہار میں میدان خالی

پاکر باغیوں نے پھر اُدھم مچا دی۔ معصوم خان کے ملازم خبہ نامی نے ترخان

۱۰۰۰ جمع کا شعر بدافنی جلد دوم صفحہ ۲۴۰ میں نا تمام درج ہو۔ ماثرا امراء صفحہ ۲۳۳ میں بھی

اس کی کیفیت موجود ہو۔ شعر کی خوبی تو ایک طرف اس کے معنی بھی سمجھ میں نہیں آتے۔

بعض امرا کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ ان کے آنے پر عرب بہادر محاصرہ اٹھا کر راجا گچیتی کے علاقے میں چلا گیا۔ راجا ٹوڈر مل نے امرا کو ساتھ لے کر بہار میں معصوم خاں کا بی سے مقابلے کا قصد کیا۔ معصوم خاں نے آدھی رات کو شب خون مار کر صادق خان کے قراول ماہ بیگ نامی کو ہلاک کیا۔ اور حتی المقدور جنگ کر کے بالآخر ٹوڈر مار کر تار ہوا عیسیٰ خان زمین دار اڑیسہ کی پناہ میں چلا گیا۔ باغیوں کے آوارہ دشت ہوتے ہی شاہی فوج نے تیلیا گڑھی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

(۱۳) خان اعظم مرزا عزیز کوکہ ۹۸۸ھ تا ۹۹۲ھ (۸۰-۱۵۸۳ء)

بہانوبنگالے کی غداریوں سے اکبر نے اپنی پالیسی کی غلطیاں محسوس کیں۔ اس نے درشت خونخواہ منصور کو تبدیل کر کے وزیر خاں ہروی کو شاہی دیوان مقرر کیا۔ اور اپنے برادر رضاعی خان اعظم مرزا عزیز کو جو بعض درجہ سے اس وقت تک نظر بندی میں تھا آزاد کر کے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بہار و بنگالے کے نظم کے لیے روانہ کیا۔ اور مرزید احتیاط نے لیے شہباز خاں کنہو کو بھی راجپوتانہ سے بلوا کر خان اعظم کی کمک میں تعینات کیا۔ خان اعظم نے حاجی پور میں قیام کر کے باغیوں کی خبر بینی شروع کی۔ اس عرصے میں شہباز خاں نے راجا گچیتی پر چڑھائی کر کے عرب بہادر کو اس کے علاقے سے نکال دیا۔ اس

۱۵ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۵۲۔ و ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۴۔

۱۶ ہداؤنی جلد دوم صفحہ ۲۸۵۔ و طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۳۵۴۔

میں پٹھانوں سے سخت کش مکش رہی۔ مگر خاص صوبہ بہار کے متعلق کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں معلوم ہوتا۔

۱۵۱۔ رلیف فچ RALF FITCH انگریزی سیاح کا بیان

۱۵۸۶ء و ۱۵۸۸ء

۱۵۸۶ء میں رلیف فچ نامی لندن کا رہنے والا تجارت پیشہ سیاح آگرہ سے پٹنہ آیا۔ اس نے اپنے چشم دید حالات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ پٹنہ بہت بڑا اور طویل شہر ہے۔ مکانات زیادہ تر خام اور سادہ وضع کے ہیں۔ اور ان کے چھپر پھوس کے ہیں۔ سڑکیں وسیع ہیں۔ شہر میں روخی اور سوئی کپڑوں کی تجارت بہ کثرت ہے۔ شکر بھی افراط سے ملتی ہے۔ جو بنگالے اور تمام ہندستان میں بھی جاتی ہے۔ انیون اور غلے بھی بہت ملتے ہیں

آگے چل کر لکھتا ہے کہ میں نے پٹنہ میں ایک جعلی بنی کو دیکھا جو سربازار گھوڑے پر اس طرح پھرتا ہے کہ گویا نیند سے سویا ہوا ہے، لوگ اس کے قدم کو چومتے اور اس کو بہت واجب التحظیم جانتے ہیں۔ لیکن بلا شک یہ مکار اور مفتری ہے۔ میں اس کو اسی حالت میں سوتا چھوڑ آیا۔ اس ملک کے لوگ اس قسم کے مکاروں کی بڑی عظمت کرتے ہیں۔ غالباً اس نے کسی ایسے فقیر کو دیکھا ہوگا جس کو عقیدت مند مجذوب سمجھتے ہیں۔

لے واضح ہو کہ چھپر بند مکانوں کے متعلق بالائی جلد دوم صفحہ ۸۲ میں اس کے چند سال قبل پٹنہ کے چشم دید حالات میں لکھتا ہے کہ از جملہ غراب اس است کہ در آن ملک بعضے خانہاں پر پونڈی رامی گویند کہ پسی ہزار زو چہل ہزار رپڑ می بر آید۔ بات کہ چوب پوش باشد

دیوانہ و سرخ بدخشی کو ساتھ لے کر حاجی پور احمد بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔
 بالآخر صادق خان و محب علی خاں نے مقابلہ کر کے خبہ کو قتل کیا۔
 ۹۹۱ھ میں باغیوں کا جتھا بالکل ٹوٹنے لگا۔ معصوم کابلی اور قاتلانوں میں
 پھوٹ پڑ گئی۔ اور خان اعظم نے ان کو ملا کر بہار و بنگالے میں امن قائم کر لیا۔
 توہست میں نور محمد پسر ترخان نے بھی سخت فساد پھیلانا رکھا تھا۔ نہ ہی عملوں
 نے اس کو گرفتار کر کے فتح پور بھیج دیا۔ اور وہاں شاہی حکم کے مطابق شخاص
 میں قتل کیا گیا۔

خان اعظم نے شیخ فرید بخاری اور بعض امرا کو قتل و خان حاکم اڑیسہ
 کے پاس مصالحت کی غرض سے روانہ کیا لیکن تاریخوں سے کسی خاطر خواہ
 کام یابی کا پتا نہیں ملتا۔ باقی واقعات کو صوبہ بہار کی تاریخ سے کم تر تعلق ہے۔
 خان اعظم نے آب و ہوا کی خرابی کے سبب بنگالے میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس
 لیے اکبر نے شہباز خاں کو اُدھر روانہ کیا۔

۱۱۴) شہباز خان ۹۹۲ھ - ۹۹۶ھ (۸۴۷-۸۵۱ھ)

خان اعظم کے زمانے میں شہباز خان کا ذکر گزر چکا ہے۔ بعض وجوہ سے
 اکبر نے اس کو نظر بند کر رکھا تھا۔ لیکن بنگالہ و اڑیسہ پر پورا شاہی تسلط نہ ہوا
 تھا۔ اس لیے اس نے شہباز خاں کو رہا کر کے بنگالے کی ہم پر روانہ کیا۔ اکبر
 خود بھی اس ہم پر آنے کا قصد رکھتا تھا۔ لیکن الہ آباد میں اس کو شاہی فوج
 کی کام یابیوں کے اخبار ملے اس لیے وہیں سے لوٹ گیا۔ شہباز کی اڑیسہ

ستلہ میں مان سنگھ نے اڑیسہ پر فوج کشی کی۔ اول پٹھانوں نے راجا کے بیٹے جگت سنگھ کو گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن قتلو خان کے مرنے پر انھوں نے جگت سنگھ کو راجا کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور اس کے بعد ہی راجا نے اڑیسہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ راجا مان سنگھ کی بہن شہزادہ سلیم جہاں گیر کے عقد میں آئی تھی۔ جب اس کے بطن سے شہزادہ خسرو پیدا ہوا اور مان سنگھ مبارک باد کو دربار میں حاضر ہوا تو اکبر نے صوبہ اڑیسہ کو خسرو کی جاگیر مقرر کر کے مان سنگھ کے بھانجے کی نیابت سپرد کی۔

مان سنگھ ۱۵۷۷ء تک بہار و بنگالے کا صوبے دار رہا۔ اس مدت میں اس نے اکثر صوبہ بہار یا اجیر میں قیام کیا۔ اور اپنے نائبوں کے ذریعے سے بہار و بنگالے کا نظم جاری رکھا۔ اسٹوارٹ صاحب اپنی تاریخ میں اس کے مداح ہیں۔ اور جہاں گیر نے تزک میں اس کی بے اخلاصی کی بے حد شکایت کی ہے۔ لیکن اس کی حکومت کے متعلق کوئی شکایت معلوم نہیں ہوتی۔

راجا مان سنگھ کے زمانے میں اکبر نے یعقوب خاں سلطان کشمیر اور اس کے بیٹے یوسف کو جلا وطن کر کے صوبہ بہار میں رکھا تھا۔ بدافنی کا بیان ہے کہ ان دونوں نے مایخیو یا میں مبتلا ہو کر یہیں انتقال کیا۔

(۱۷) سعید خان مغل کا ذکر

راجا مان سنگھ کے زمانے میں سعید خان مغل بطور نائب بہار و بنگالے میں حکومت کرتا تھا۔ کچھ عرصے تک سعید خان پٹنہ کا فوج دار بھی تھا۔ قصبہ بہار میں اس کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے۔ ۱۵۷۷ء میں سعید خان نے عیسیٰ خاں

نچ بہار و بنگالے کی بغادت کے زمانے کے قریب آیا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا
ہر کہ پٹنہ سے بنارس تک لٹیروں کے سبب راہ نہایت خطرناک ہے۔

۱۱۶) راجا مان سنگھ ۹۹۷ء تا ۱۰۱۲ء ۱۸۸۹ء-۱۹۰۵ء

۹۹۷ء میں اکبر نے راجا مان سنگھ کو بہار و پٹنہ و حاجی پور کا حاکم مقرر کیا۔
اور دوسرے سال بنگال بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا گیا۔

مان سنگھ نے حاجی پور اکراؤل راجا پورن مل کی خبر لی۔ پورن مل نے
پڑوسی شکست کھائی۔ اور اپنی سرکشی پر کفِ افسوس مل کر سارا مال و اسباب
راجا کے سامنے پیش کر دیا۔ راجا نے اس کی رینداری اس کو واپس کر دی۔
مان سنگھ کے زمانے میں بنگالے کے باغیوں نے پھو کھ فتنہ و فساد برپا
کرنا چاہا۔ اس لیے مان سنگھ نے اپنے بیٹے جگت سنگھ کو اُدھر روانہ کیا۔ جگت سنگھ
کے پہنچنے پر باغی اپنا سارا سامان گھوڑا گھاٹ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور
ان کے چوڑن ہاتھی اور اکثر سامان آگرہ بھیج دیا گیا۔

مان سنگھ کو بنگالے کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ اس لیے اُس نے صوبہ
بہار ہی میں قیام کیا۔ کچھ دن پٹنہ کے قلعے کو مرمت کر کے یہاں ٹھہرا اور اس
کے بعد قلعہ رہتاس میں عالی شان عمارتیں اور باغ آراستہ کر کے وہاں سکونت
اختیار کی۔ قلعہ رہتاس میں اس کے وقت کی مسالہ کی بنی ہوئی عمارت
پر کتبہ موجود ہے۔

باب سیزدہم

جہانگیر بادشاہ کا دور ۱۵۱۲ء تا ۱۵۳۹ء

(۱) قطب الدین خان کو کلتاش ۱۵۰۹ء (۱۶۰۱ء)

۱۵۱۲ء میں شہزادہ سلیم نے رجب بعد میں جہانگیر بادشاہ ہوا اپنے باپ کی مرضی کے خلاف الہ آباد آکر خود مختار حکومت شروع کی اور کالپی سے حاجی پور تک متصرف ہو کر اکثر حصص ممالک کو اپنے خاص امرا اور معاجوں کی جاگیر مقرر کر دیا۔ اسی سلسلے میں صوبہ بہار قطب الدین خان (نواسہ حضرت شیخ سلیم چشتی) کی جاگیر قرار پایا۔ یہ وہی قطب الدین خان ہے جو ۲ صفر ۱۵۱۵ء کو برہمان میں علی قلی شیر افغن شوہر مہر النساء کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس واقعے کے متعلق بہت کچھ افسانے شہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قطب الدین خان نے جہانگیر بادشاہ کے ایمان سے شیر افغن کو یہ صلاح دی تھی کہ مہر النساء کو طلاق دے کر فوراً اگر بے بیچ دے۔ واقعہ کی اصلیت جو کچھ ہو، یہ ظاہر بات کی بات میں قطب الدین اور شیر افغن ایسی بگڑ گئی کہ آنا فانا تلوار چل گئی۔ اور دونوں مقتول ہوئے۔ قطب الدین کا کوئی ملکی انتظام کرنا معلوم نہیں ہوتا اور بہار کی جاگیر داری بھی برائے نام ہی تھی۔

زمیندار بنگلے کی جانب سے بہت سائل اور ہاتھی اکبر کے پاس بطور پیش کش روانہ کیے۔

(۱۸) آصف خان جعفر بیگ ۱۰۱۳ھ (۱۵۰۴ء)

۹۱۳ھ سے شہزادہ سلیم (جہاں گیر) نے باپ کی مرضی کے خلاف الہ آباد آکر خود مختارانہ حکومت شروع کی۔ اور کالپی سے حاجی پور و بہار تک تمام علاقوں کو اپنے مصاحبوں کی جاگیر مقرر کر دیا۔ جو آئندہ مذکور ہوگا۔ بعد میں شہزادہ نادم ہو کر باپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو باپ نے چند دنوں کے محفل میں نظر بند رکھ کر گجرات کی حکومت کے لیے نام زد کیا۔ اور آصف خان کو صوبہ بہار کی حکومت پر مامور کیا۔ اس کا اصل نام قوام الدین جعفر بیگ تھا۔ سابق میں ۹۹۷ھ کے قریب یہ پٹنہ کی حکمال کا افسر اعلیٰ تھا۔ اور ظفر خان تربتی کے زمانے میں باغیوں نے اس کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن اس نے کسی طرح مخلصی پائی۔ باغ بانی کا بے حد شائق تھا۔ اکثر اپنے ہاتھوں میں کدال لے کر کیاریوں میں گلاب کے پودے اور تھم لگایا کرتا تھا۔ عجب نہیں پٹنہ سے تین میل مشرق میں ہلٹا جعفر خان اسی کی یادگار ہو۔ کیوں کہ آصف خان بعد کا خطاب ہو۔ اس کے پٹنہ آتے کے بعد ہی اکبر نے انتقال کیا۔ اور جہاں گیر بادشاہ ہوا۔ آصف خان جہاں گیر کی تبارک باد کے لیے آگرے گیا۔ اور اس کی جگہ پر یہاں دوسرا صوبے دار مقرر ہوا۔

۳) جہانگیر قلی خان ۱۵۱۲ء تا ۱۵۱۵ء (۱۶۰۶-۱۶۰۷ء)

جہانگیر بادشاہ نے تخت نشین ہونے کے ایک مہینے بعد جہانگیر قلی خان کو بہار کا صوبے دار مقرر کیا۔ جہانگیر قلی کا اصل نام لالہ بیگ تھا۔ اس کا باپ نظام خان ہمایوں بادشاہ کا کتاب دار تھا اور لالہ بیگ بچپن ہی سے جہانگیر کی خدمت میں تھا۔

صوبہ بہار میں جہانگیر قلی خان کو سنگرام نامی راجا سے جو چار ہزار سوار اور بے شمار پیادے رکھتا تھا سخت معرکہ پیش آیا۔ اس راجا کا علاقہ بھی ناہمو مقام میں واقع تھا۔ بالآخر جہانگیر قلی خان کو فتح ہوئی اور راجا مذکور مارا گیا۔ اس فتح کے صلے میں جہانگیر قلی خان کا منصب چار ہزار و پانچ سو دی کروڑ لکھا۔ قطب الدین خان کو کلتاش کے مارے پیانے کی خبر بادشاہ کو اقبل اقبل جہانگیر قلی خان ہی کے خط سے معلوم ہوئی جو اس نے اسلام خان کو اگرے میں لکھ بھیجا تھا۔ اسی کے بعد جہانگیر قلی خان قطب الدین خان کی جگہ پر بنگالے کا صوبے دار ہوا۔ لیکن وہاں جا کر تھوڑے ہی دنوں میں اس جہان سے گزر گیا۔ آدمی دیانت دار، وفادار اور قوی الجنبہ تھا۔

پٹنہ میں امپریل بنک کے احاطے میں پچھم جانب ایک بلند قبر جو جہانگیر قلی خان کی قبر کہی جاتی ہے۔ لیکن اس صوبے دار کا یہاں مدفون ہونا

۱۔ نزک جہانگیری صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ جہانگیر نامہ صفحہ ۲۲ راجا سنگرام کے بیٹے راجا رونا فرزند
۲۔ کاحال ابراہیم خان فتح جنگ کے حالات کے بعد مذکور ہوگا۔
۳۔ نزک جہانگیری صفحہ ۵۵۔ ۵۶ اثر الامار۔

۱۷۷۸ء میں رائے کشور دیوان مبلغ تیس لاکھ روپے حاصل خالصات صوبہ بہار سے آگرہ کو لے جاتا تھا۔ شہزادہ سلیم نے یہ رقم چمین کر اپنے تصرف میں لے لی۔

(۲) شریف خان ۱۲-۱۳-۱۷۷۸ء

کچھ دن آزادانہ حکومت کر کے ۱۲-۱۳ء میں جب شہزادہ سلیم نے بالآخر باپ کی ملاقات کا قصد کیا۔ اس وقت اپنے معتمدوں میں سے شریف خان (پسر خواجہ عبدالصمد شیریں قلم) کو صوبہ بہار کا نظم و نسق سپرد کیا۔ اکبر کے مرنے پر ۲۴ رجب ۱۲-۱۳ء کو جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس وقت شریف خان بھی دربار میں حاضر ہو کر منصب پنج ہزاری اور خطاب امیر الامرائی سے سرفراز ہوا۔ واضح ہو کہ جہانگیر جب باپ کے پاس حاضر ہوا اکبر نے اس کو چند دن نظر بند رکھ کر گجرات جانے کا حکم دیا اور آصف خان کو بہار کا صوبے دار مقرر کیا تھا جو سابقہ طور میں مذکور ہو چکا ہے۔

۱۷۷۹ء تک جہانگیری صفحہ ۹-۱۰ء تک جہانگیری صفحہ ۷ میں اصل عبارت یہ ہے:-
 "شریف خان کہ از خرد سالگی باسن کلاں شدہ و در ایام شہزادگی اور اخطاب خانی مادہ بودم و وقتیکہ کہ از الہ آباد متوجہ خدمت پدر بزرگوار خود شدم۔ نقارہ و توان و قوغ بدو مرحمت نمودہ بہ منصب دو ہزاری و پانصدی اور اسرفراز نمودہ و حکومت و داراے صوبہ بہار و حل و عقد آن ولایت بہ قبضہ اختیار او گزاشتہ بہ آنصوب مرخص گردانیدم۔"

علامہ ابوالفضلؒ نے بہار کی صوبے داری پائی۔ اسی زمانے میں کشور خاں (پسر قطب الدین خان کو کلتاش کو رہتاس کی قلعہ داری تفویض ہوئی)۔

راجا سنگرام جس کا مارا جانا جہانگیر قلی خان کے حالات کے ساتھ مذکور ہوا، اس کا علاقہ ایک سال کے لیے اسلام خاں کی جاگیر میں دے دیا گیا تھا۔ اب دوسرے سال کے لیے افضل خان کی جاگیر مقرر ہوا۔

اس زمانے میں صفدر خاں بھی صوبہ بہار میں کسی عہدے پر ممتاز تھا۔ ۲۲ ذی قعدہ ۱۰۱۷ء کو بہار سے واپس جا کر اس نے ایک ہاتھی اور تلو اشرفیاں بہ طور پیش کش بادشاہ کی نذر کیں۔

ابتداءً سال جلوس میں جہانگیر نے خواجہ سرہنگا یا ان کی خرید و فروخت کرتا بدریغہ فرمان اپنی مملکت میں ممنوع کر دیا تھا۔ افضل خان نے اپنی صوبے داری میں دو شخصوں کو اس جرم میں گرفتار کر کے شاہی دربار کو روانہ کیا۔ بادشاہ نے ان کو جس دوام کی سزا دی۔

افضل خاں کے زمانے کا عجیب و غریب واقعہ پٹنہ میں جعلی خسرو کا ہنگامہ ہو جو آئندہ سطروں میں مفصل مذکور ہو گا۔ افضل خان ۱۰۲۱ء تک بہار میں صوبے دار رہا۔ اسی سال ۱۶ محرم کو اس کی پیش کش شاہی دربار میں پہنچی۔ اس میں تیس ہاتھی، ساٹھ گھوڑے، بنگالے کے نیس کپڑے، چوب مندل وعود اور تنک کے نمفے وغیرہ تھے۔ ۹ محرم ۱۰۲۲ء کو افضل خان صوبہ بہار سے واپس جا کر دربار میں حاضر ہوا۔

۱۷ جہانگیر نامہ صفحہ ۳۲ و ۳۶۔ ترک جہانگیری صفحہ ۶۹۔ ۵۲ ترک جہانگیری صفحہ ۷۰۔

۱۷ ترک جہانگیری صفحہ ۸۰۔ ۵۲ ترک جہانگیری صفحہ ۸۱۔ ۵۵ ترک جہانگیری صفحہ ۱۰۱۔

۱۷ ترک جہانگیری صفحہ ۱۱۶۔ میوزن فرانیسی سیاح جوشا جہاں کے عہد میں (تقیہ نوٹ ص ۲۳ پر)

کسی تاریخ میں مذکور نہیں اور قبر پر کوئی کتبہ بھی نہیں ہے۔

(۴) نواب اسلام خان ۱۰۱۵ھ تا ۱۰۶۱ھ

جہانگیر قلی خان کے بنگالے جانے پر اسلام خان بہار کا صوبے دار مقرر ہوا۔ اس کا اصل نام علاء الدین تھا اور حضرت شیخ سلیم چشتی کا نواسہ تھا۔ جہانگیر نے اس کو اسلام خان کے خطاب سے مخاطب کیا۔ اس صوبے دار کے زمانے میں ارادت خان برادر آصف خان کو صوبہ پٹنہ و حاجی پور کی بخشی گری حتم ہوئی۔ اور اسی کے ہاتھ بادشاہ نے اسلام خان کے لڑکے کے لیے شمشیر مرصع روانہ کیا۔ اسی زمانے میں پور پوٹلی کے فرمان آئے پر راجا مان سنگھ نے قلعہ رہتاس (صوبہ بہار) سے واپس جا کر ستوڑ بنجیر فیل پیش کش کیے۔ جہانگیر اپنے روزنامے (ترک جہانگیری صفحہ ۶۶ و ۸۰) میں لکھتا ہے کہ ان میں سے ایک ہاتھی بھی شاہی فیل خانے کے لائق نہ تھا۔

جہانگیر قلی خان کے مرنے پر اسلام خان بنگالے کا صوبے دار ہوا۔ بہار کی صوبے داری کے متعلق اس کا کوئی خاص واقعہ معلوم نہیں لیکن بنگالے جا کر اس نے بڑے بڑے کار نمایاں کیے۔

(۵) افضل خان ۱۰۱۶ھ تا ۱۰۲۱ھ

اسلام خان کے بنگالے جانے پر عبدالرحمن مخاطب بہ افضل خان (پسر

کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ فوراً فوج لے کر پٹنہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی خبر پا کر بد معاشوں نے اپنے کچھ آدمی قلعے میں متعین کر دیے اور باقی جتنے کو ساتھ لے کر پن پن ندی کے کنارے فوج آراستہ کر کے آمادہ پیکار ہوئے لیکن افضل خان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پھر قلعے میں واپس آئے۔ افضل خان بھی متعاقب آ پہنچا تو انھوں نے اس کے مکان میں بند ہو کر اندر سے تیر چلائے شروع کیے۔ اور تیس آدمیوں کو ہلاک کیا۔ بالآخر سپہر تک ان کو منتشر کر کے افضل خان نے جل ساڑ کو گرفتار کیا اور فی الفور قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ صفر ۱۱۱۳ھ کا ہے۔

جہانگیر کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو حکم دیا کہ شیخ بنارسی وغیرہ جن جن شاہی عالموں سے قلعے کی حفاظت میں غفلت اور نامردی ظاہر ہوئی، ان کے سرادر داڑھیاں اور مونچھیں منڈوا کر اور صنی اڑھا کر اگلے گدھے پر سوار کر کے روانہ کر دو۔ اور راہ میں شہروں اور قصبوں سے گزرتے ہوئے ان کو اسی ہنیت سے پھراؤ کہ دوسروں کو عبرت ہو۔^{۵۷}

۱۷) ظفر خان ۱۱۲۲ تا ۱۱۲۳ھ (۱۶۱۳-۱۶۱۴ء)

افضل خان کے بعد ظفر خان کو بہار کی صوبہ داری تفویض ہوئی ظفر خان بادشاہ کے کوکے زادوں میں تھا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ ظفر خان کو

۱۵ و ۱۶ ترک جہانگیری صفحہ ۸۴ و ۸۵۔ جہانگیر نامہ صفحہ ۲۲-۲۳۔ ایسٹ مساب کی تاریخ ہند جلد ششم صفحہ ۳۲۱ میں بھی مذکور ہے۔ نہ میسوی کے مطابق یہ واقعہ ۸ اپریل ۱۱۱۳ھ کا ہے۔

(۶) پٹنہ میں جعلی خسرو کا ہنگامہ (۱۶۱۰ء)

۱۶۱۰ء میں افضل خان صوبے دار بہار قلعہ پٹنہ کو شیخ حسین بنارسی و غیاث بیگ دیوان اور چند مقصدیوں کے سپرد کہہ کے خود اپنی جاگیر کے انتظام کے لیے گورکھ پور کی طرف گیا تھا۔ اتفاقاً قطب نامی ایک مجہول الاصل پٹھان ساکن اوچھہ جو شاید شہزادہ خسرو پسر جہانگیر سے کچھ مشابہت رکھتا تھا، درویشانہ وضع بنا کر اول بھوج پور کی طرف آیا اور وہاں سے چند قتنہ پسندوں کو متفق کر کے پٹنہ چلا آیا۔ اس نے خود کو شہزادہ خسرو بتا کر بیان کیا کہ میں شاہی قید خانے سے نکل کر آیا ہوں اگر تم لوگ میرا ساتھ دو گے تو آئندہ تم کو دولت و حکومت میں شریک کروں گا۔ اس کے چہرے پر کوئی نشان تھا اس کو اس نے آنکھوں پر کٹوری باندھنے کا نشان بتایا۔ بھوج پور سے بعض بھارجے ساتھ آئے تھے۔ شہر پٹنہ کے بعض نکتے لفٹکے اس کے ساتھ ہو گئے۔ لوگوں نے شاہزادہ خسرو کا بغاوت کرنا اور قید ہونا سنا ہی تھا۔ عوام الناس نے یقین کیا کہ دراصل یہ شہزادہ خسرو ہے۔ اس پٹھان نے سوار اور پیادوں کی ایک جمعیت فراہم کر کے قلعہ پٹنہ کا رخ کیا۔ شیخ بنارسی اور غیاث بیگ دیوان سے گھبراہٹ میں کچھ بن نہ آئی۔ قلعے کے دریچے سے نکل کر کشتی پر سیدھے گورکھ پور افضل خاں کے پاس چلے گئے۔ یہاں مفدوں نے میدان خالی پا کر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اور افضل خاں کا سارا سامان اور شاہی خزانہ لوٹ لیا۔ جب افضل خان

(۲۳۵) کا بقیہ نوٹ) ہندستان آیا تھا۔ اپنے سفر نامے میں پٹنہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ میں نے

یہاں ۶، ۲، ۷، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱

(۹) راجا روزافزون پسر راجا سنگرام کی واپسی

راجا سنگرام کا علاقہ جہانگیر قلی خان کے زمانے میں فسخ ہوا تھا۔ اور ایک سال کے لیے اسلام خاں کو اور دوسرے سال افغنی خان کو بہ طور جاگیر مرحمت ہوا تھا۔ سنگرام کا بیٹا راجا روزافزون مشرف بہ اسلام ہو کر جہانگیر کے دربار میں رہتا تھا۔ سن ۱۵۷۷ء میں جہانگیر نے راجا سنگرام کا تمام علاقہ اس کے بیٹے روزافزون کو واپس کر کے وطن جانے کی رخصت دے دی اور ایک ہاتھی مرحمت کیا۔ روزافزون صوبہ بہار کے معتبر راجاؤں اور بادشاہ کے قدیم الخد معتمدوں میں تھا۔ جب شہزادہ خرم نے بغاوت کی تو جہانگیر نے اقل اسی راجا روزافزون کو شہزادے کی فہائش کے لیے روانہ کیا تھا۔

(۱۰) فتح ولایت کوکھرہ اور ہیرے کی کان کا حال

ابراہیم خان نے ولایت کوکھرہ فتح کر کے ہیرے کی کان دریافت کی۔ ولایت کوکھرہ سے صوبہ بہار کے متصل چھوٹا ناگپور کا جنگل علاقہ مراد ہے۔ بریڈلی بڑٹ (BRADLEY, I.C. 5) اپنی کتاب میں صرف اس قدر لکھتا ہے کہ جہانگیر نے اپنے روزنامے میں چھوٹا ناگپور کو کوکھرہ لکھا ہے۔ ترک جہانگیری میں جہانگیر لکھتا ہے کہ "توابع صوبہ بہار میں ولایت کوکھرہ ہے۔ یہاں ایک پہاڑی نالے میں پتھروں اور کنکریوں کے ساتھ الماس کے ٹکڑے بھی پائے جاتے ہیں۔ لوگوں کو تجربے سے معلوم ہو کہ نالے میں جس جگہ الماس ہوتا ہے

آرزو تھی کہ کوئی خدمت طبعہ سپرد ہو کہ وہ اپنی کارگزاری دکھائے اور میں بھی چاہتا تھا کہ اس کی آزمائش کروں۔ اس لیے اس کو سہ ہزاری منصب دے کر بہار کا صوبے دار مقرر کیا۔

۱۸۱۔ ابراہیم خان فتح جنگ ۱۲۲۷ھ تا ۱۲۵۱ھ (۱۷۱۳ء - ۱۷۳۶ء)

ظفر خان کے تبدیل ہونے پر ۲۲ صفر ۱۲۲۷ھ کو جہانگیر نے ابراہیم خان کو خلعت واسپ و خنجر مرصع دے کر بہار کی صوبے داری عنایت کی۔ چند دنوں کے بعد ابراہیم خان کے لیے ایک فیل بھی دربار سے روانہ کیا گیا۔

اس زمانے میں سیرک حسین (غوث شاہ شمس الدین) صوبہ بہار کی بخشی گری و قلع نویسی پر مقرر ہوا۔

ابراہیم خان کے عہد میں ایک منصب دار ہنت صمدی نظام الدین خان بھی تھا جو کسی شاہی عہدے پر اس صوبے میں متعین ہوا تھا۔ ابراہیم خان کے زمانے کے اور واقعات جو تاریخچی اہمیت سے خالی نہیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۲ و صفحہ ۱۵۱۔

۲۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲۔

۳۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۲۔

۴۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۸۔

قیمت لاکھ روپے کے قریب ٹھہری ۱۷

ہیرے کی کان کے متعلق اپنے روزنامے میں ایک دوسرے مقام پر جہانگیر لکھتا ہے کہ کوکھرا ملک بہار کی حدود میں ہے۔ یہاں ہیرا کان سے نہیں نکلتا بلکہ ایک پہاڑی نالے میں پایا جاتا ہے۔ یہاں ایام بارش میں پہاڑ سے پانی آتا ہے۔ لوگ پتھر رکھ کر اس کو آگے سے بند کر دیتے ہیں۔ جب سیلاب گزر چکتا ہے اسی نالے سے الماس نکالتے ہیں۔ تین سال سے یہ علاقہ بادشاہی عمال کے قبضے میں ہے۔ یہاں کی آب و ہوا ایسی سموم ہے کہ بیرونی لوگ زندگی بسر نہیں کر سکتے ۱۸

تزک جہانگیری ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۷۰ء میں جہانگیر قلی خاں رشتانی، صوبے دار بہار نے اپنے بیٹے بہرام خاں کے ہاتھ کوکھرا سے چند ہیرے کے ٹکڑے بادشاہ کے پاس بھیجے۔ اسی زمانے میں ابراہیم کے بھیجے ہوئے ہیرے بھی حکاموں کے تراش کر پیش کیے تھے۔ یہ نگینے نیل گوں (یعنی نیلم سے شائبہ تھے۔ جو ہریلوں نے ایک نگینے کی قیمت تین ہزار روپے لگائی۔ اور یہ کہا کہ اگر اس کا رنگ سفید ہوتا تو بیس ہزار روپے کا ہوتا ۲۰

۱۷ تزک جہانگیری صفحہ ۱۸۶ اور جادو جن سال کے ورثا خلع راجہ جی میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک بڑے زمیندار نے راقم سے کوکھرا کے ہیرے کی کیفیت اور ان کے ذکور کے دل چسپ واقعات بیان کیے کہ وہ اردگان تھانہ میں ایک پرگنہ کا نام ہے۔
۱۸ تزک جہانگیری صفحہ ۱۸۷ سے تزک جہانگیری صفحہ ۲۳۶۔

وہاں پشہ کے قسم کے پتنگے جن کو ہندی میں جھینگہ کہتے ہیں بہ کثرت اڑتے رہتے ہیں۔ یہ علاقہ درجن سال کے تصرف میں تھا۔ بعض صوبے داروں نے اس پر فوج کشی کی لیکن راہ کے استحکام اور جنگل کی کثرت کے سبب انھوں نے اس زمیندار کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور دو ایک ہیرے حاصل کرنے پر قناعت کی۔ جب ظفر خان کے بعد ابراہیم خان صوبے دار مقرر ہوا تو ہم نے اس کو رخصت کرتے وقت کہہ دیا تھا کہ اس علاقے پر قبضہ کرنا ہوگا۔ ابراہیم خان نے بہار جا کر زمیندار پر چڑھائی کی۔ حسب دستور سابق زمین دار نے چند الماس دیئے کا وعدہ کیا۔ لیکن خان مذکور نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور راستے نکال کر چڑھائی کر دی۔ زمیندار کو اپنی جمیعت فراہم کرنے کی فرصت نہ ملی۔ گھبرا کر پہاڑوں میں جہاں اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا چھپ گیا۔ ابراہیم خان کے آدمیوں نے تلاش کر کے اس کو اس کی ماں بھائی اور چند عورتوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ ہیرے جو اس وقت اس وقت اس کے پاس موجود تھے ان کے علاوہ تیس زنجیر نیل بھی اس فتح میں ہاتھ آئے۔ اور اس کے صلیب میں ابراہیم کو فتح جنگ کا خطاب عنایت ہوا۔ اور اس کا منصب بھی چہار ہزاری کر دیا گیا۔ خان موصوف کے ماتحت اور شاہی ملازم بھی اپنی اپنی خدمات کے مطابق اضافہ برائے منصب سے سرفراز کیے گئے۔ اس کے بعد لکھا ہوا کہ اب جو ہیرا نکلتا ہو ہمارے پاس پہنچتا ہو اور حال میں جو ہیرا آیا ہو اس کی قیمت پچاس ہزار روپے ہوگی۔

۲۶۔ میں ابراہیم خاں نے اس کان کے نو عدد ہیرے بادشاہ کے پاس بھیجے۔ ان میں ایک بڑا ہیرا وزن میں ساڑھے چودہ ٹانک تھا جس کی

ان میں ایک شاہی فیملی خلع میں داخل ہوا اور باقی شاہی حکم کے مطابق تقسیم کر دیئے گئے۔ خود دربار میں حاضر ہو کر جہاں گیر قلی خان نے سوانہ فرمایاں اہل توارپ کی رقم پیش کش کی۔

(۱۲) مقرب خان ۱۲۸۰ھ تا ۱۲۹۰ھ (۱۸۶۰-۱۸۶۱ء)

مقرب خان بادشاہ کے مقربوں میں تھا۔ اصل نام شیخ حسین (پسر شیخ بہا) تھا۔ بہار کی صوبے داری کے ساتھ بادشاہ نے اس کو خلعت اسپ و خنجر مرصع اور پچاس ہزار روپی نقد بھی عنایت کیے۔

اسی ہنگام میں سردار خاں کو مونگیر میں جاگیر عطا ہوئی اور حسن علی خاں سابق جاگیر دار مونگیر باضافہ منصب امیراہیم خاں کی کمک میں بنگا بھیج دیا گیا۔ اسی حسن علی خاں ترکمان نے آئندہ سال اڑیسہ کی صوبے داری پائی۔

مقرب خان کے زمانے میں سید مبارک رہتاس کا قلعہ دار مقرب ہوا۔ اور مقیم خاں خلعت و فیملی و اسپ و خنجر یا اگر کسی ممتاز عہدے پر صوبہ بہار آیا۔

منتخب اللباب (صفحہ ۲۹۸) میں مذکور ہے کہ ۱۲۸۰ھ میں تارو و نالہ دار ظاہر ہوا جو کئی ہفتوں تک نمودار ہوتا رہا۔ یہ زمانہ بھی مقرب خاں کی صوبے داری کا تھا۔

۱۵ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۸۶ - ۱۵ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۸۳ و جہانگیر نامہ صفحہ ۱۱۳

۱۵ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۵۵ - ۱۵ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۸۵

(۱۱) جہاں گیر قلی خان دوم ۱۰۲۶ھ تا ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۸ء - ۱۶۱۹ء)

۱۰۲۶ھ میں ابراہیم خان بہار سے تبدیل ہو کر قاسم خان کی جگہ پر بنگلہ کا صوبے دار ہوا اور بہار کی صوبے داری جہاں گیر قلی خاں کو دی گئی۔ اس جہاں گیر قلی خاں کا اصل نام شمس الدین تھا اور یہ اعظم خاں کا بیٹا اور الہ آباد کا جاگیر دار تھا۔ اس صوبے دار کے زمانے میں خواجہ ابوالحسن کا خویش جس کا نام محمود تھا، صوبہ بہار کا بخشی و وقائع نویس مقرر ہوا۔

اسی زمانے میں سید حاجی جاگیر دار کو بادشاہ نے ایک گھوڑا بہ طور انعام مرحمت کیا۔ بادشاہ نامہ (صفحہ ۱۶۶ و ۱۶۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۲۲ھ میں جب بادشاہ نے چتوڑ پر چڑھائی کی۔ اس مکر کے میں سید حاجی پوری بھی ملک میں موجود تھا اور رانا امر سنگھ کے ملک میں اس نے انتولہ نامی مقام پر تھانہ قائم کیا۔

۱۰۲۷ھ کے قریب رات شنکر نے جو صوبہ بہار میں کسی عہدے پر ممتاز تھا، انتقال کیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے کو جس کا نام مان سنگھ تھا، ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

جہاں گیر قلی خاں کے زمانے میں اس کے بعض اقربا نے رعیت پر بے جا حکم اور تعدی کی اس لیے بادشاہ نے اس کو واپس بلوا لیا۔ واپس جانے سے پہلے اس نے بیس ہاتھی بہ طور پیش کش شاہی دربار کو روانہ کیے

۱۵ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷ - ۱۶ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۹۰

۱۷ ترک جہاں گیری صفحہ ۱۹۰ - ۱۸ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۳۶ و ۲۴۱

۱۹ ترک جہاں گیری صفحہ ۲۴۶ -

چاہتا ہو

۱۶۲۰ء میں پٹنہ کو آتش زدگی سے سخت نقصان پہنچا۔ بعض یورپین تاجروں کے مکان بھی جل گئے۔

(۱۳) شاہزادہ پرویز ۱۰۳۰ھ تا ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۵-۲۲ء)

جہاں گیر نے مقرب خاں کو تبدیل کر کے ۱۰۳۰ھ میں صوبہ بہار کو شاہزادہ پرویز کی جاگیر مقرر کر دیا۔ اور راجا سارنگ دیو کو بہ طور سزا دل تعینات کیا کہ شاہزادے کو الہ آباد سے پٹنہ لے جائے۔ شاہزادہ خود محرم ۱۰۳۱ھ میں پٹنہ آیا۔ لیکن اس کے عملے پہلے سے آکر انتظام میں مصروف تھے۔

انگریزوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ شاہزادے کے عملوں کے آنے پر ان کے لیے مکانوں کی حاجت ہوئی اس لیے بہت سے لوگوں کو اپنے مکانات خالی کر دینے پڑے۔ اسی سلسلے میں انگریزوں کو بھی اپنا مکان چھوڑ کر خانہ بدوش ہونا پڑا۔

شاہزادہ پرویز کے عہد میں نظر بھادر خوشگی نے قلعہ مجھولی فتح کیا اور

IN HISTORY OF BENGAL, BIHAR AND ORISSA UNDER BRITISH RULE, p. 2

از مغل دلایت یہ عدایت معلوم ہوتی ہو۔ ۲۷ ترک جاگیری ۲۲ جاگیر نام ۱۶۶

HISTORY OF BENGAL, BIHAR AND ORISSA UNDER BRITISH RULE, p. 3

۲۷ مجھولی ضلع گورکھپور میں ایک مقام ہے۔

مقرب خاں ہی کے زلمے میں اول اول انگریزی تجارت پٹنہ آئے۔

(۱۳) پٹنہ میں انگریز تاجروں کی آمد اور تجارت کی ابتدا ۱۶۲۰ء

انگریزوں کے پٹنہ آنے سے پہلے یہاں اور یورپین قومیں خصوصاً پرتگالی
ڈچ (ولندیزی یعنی ہولینڈ والے) اور فرانسیسی تجارت کرتے تھے۔ ۱۶۲۰ء
(۱۶۲۰ء) میں رابرٹ ہویز اور جان پارکر نامی (ROBERT HUGHES & JOHN PARKER)
دو انگریز تجارت کی غرض سے دیسی کپڑے خریدنے کو
آگرے سے پٹنہ آئے۔ ہیوز کے پاس چار ہزار روپے نقد سرمائے کا بندوبست
موجود تھا۔ اور پارکر بھی کچھ تجارتی مال ساتھ لایا تھا۔ ان کا نشتا تھا کہ پٹنہ میں
آڑھت یا تجارتی کوٹھی کھولی جائے۔ لیکن آگرہ اور سورت تک مال بھیجنے
کا خرچ اور دیگر مصارف جوڑنے پر کوئی منافع نظر نہ آیا۔ اس لیے دوسرے
ہی سال تجارت بند کر دی گئی۔

انگریز مورخوں کا بیان ہے کہ مقرب خاں ان نووارد انگریزوں کے
ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا اور اس نے ان کی تجارت سے بھی خاص
دل چسپی ظاہر کی۔ یہ بھی بیان ہے کہ مقرب خاں نے ہنگلی سے جہاں پرتگالی
تجار رہتے تھے، ایک جسوت پادری کو پٹنہ بلوا کر گرجا بنوانے کا خیال ظاہر
کیا۔ اور یہ بھی اقرا کیا کہ میں خود مقام گوا میں عیسائی ہو کر اصطباغ حاصل
کر چکا ہوں لیکن پادری نے اس کو باور نہ کیا۔ اور یہ گمان کیا کہ مقرب خاں
پرتگالیوں کو پٹنہ بلوا کر ان کی تجارت سے مالی فائدہ اٹھانا

۱۱۵) صوبہ بہار پر شاہزادہ خرم شاہ جہاں کا باغیانہ

قبضہ ۳۳۳-۳۳۴ھ ۲۲۵-۲۲۶ء

جہاں گیر نے غالباً نور جہاں بیگم کے کہنے سے شہزادہ خرم کی جاگیر شہزادہ شہریار کے نام تبدیل کر دی۔ اور اس قصبہ میں قلعہ وصول پور کی طرف دونوں شہزادوں کے عملوں میں سخت نزاع اور غول ریزی ہو گئی۔ شہزادہ خرم نے اپنے دیوان افضل خان کو بادشاہ کے پاس بھیج کر اس فساد کو مٹانے کی کوشش کی لیکن اس سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوا کہ دربار میں اس کے خلاف بعض خفیہ سازشیں عمل میں آرہی ہیں۔ خرم نے مایوس ہو کر خود سری اور بغاوت پر کمر باندھی۔ اول آگرے کا قصد کیا۔ لیکن ادھر کچھ کام یابی کی امید نہ بندھی تب دکن سے فوج لے کر اڑیسہ فتح کرتا ہوا بنگالے میں داخل ہوا۔ یہاں ابراہیم خاں فتح جنگ صوبے دار تھا۔ خرم نے اول کچھ وعدہ وعید سے اس کو ملا لینے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے صاف جواب دیا کہ میں نے اتنی عمر بادشاہ کی خدمت میں صرف کی ہر اب جو کچھ باقی ہو اس کو بھی بادشاہ کی خدمت میں صرف کرنا عین سعادت مندی سمجھتا ہوں۔ اس جواب کے بعد خرم کی فوج نے بہ زور بردوان پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم خاں سے کچھ بنائے نہ بنی۔ آخر ایک مقبرے میں پناہ لے کر مافعت کو آمادہ ہوا۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد خرم کی فوج نے اس کا قصبہ تمام کیا۔ اور اس کا سارا سامان جن میں متعدد ہاتھیوں اور توپوں کے علاوہ چالیس لاکھ روپے نقد بھی تھے شہزادہ خرم کے ہاتھ آیا۔ خرم نے اس وقت تک دارا خان

اس کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو محلہ سلطان گنج و عالم گنج کے درمیان
سڑک سے اتر پتھر کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور اب اسی مسجد کے نام
سے پورا محلہ موسوم ہو گیا ہے۔

ادوالمی صاحب کے پٹنہ گزیٹر صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۹۲۶ء میں اس مسجد
کو خاص شہزادہ پرویز کی بنوائی ہوئی حکم دیا ہے اور اسی طرح بابورام نال ہنہا
نے کتاب پائلی پتر کے ضمیمہ صفحہ ۳۵ میں بھی لکھا ہے۔ حالاں کہ مسجد کے کتبہ
میں مصرع "کردایں بنائے خاص نظر خوشگی کہ بہت" صاف موجود ہے۔
کتبہ کی پوری عبارت اس طرح ہے۔

پرویز شاہ عادل و باذل بعقل و رائے	دور عہد نور چشم جہاں گیر بادشاہ
بر تخت مملکت چو سکندر جہاں کشائے	یکھنڈہ زمانہ و جمشید سلطنت
دور پرویز شریع محمد چو کوہ پائے	کردایں بنائے خاص نظر خوشگی کہ بہت
ورنگ چوب بت کہہ شادیں نکوینائے	سماں ساخت قلعہ جمہولی و بت کہہ
گفتا بگو خرمائی خیر المقام جاے	کردم سوال سال بنائیش زیر عقل
نظر بہادر خوشگی شاہ جہاں کے عہد میں ایک مشہور و معروف امیر تھا۔	

شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۵۸۰ و ۵۸۱ اور جلد دوم صفحہ ۱۰۲-۱۰۳ و ۱۲۳
میں اور کئی جگہ اس کا نام مذکور ہے۔ پتھر کی مسجد کا کتبہ شاہزادہ پرویز کی وفات
کے بعد لگایا گیا کیوں کہ شاہزادے نے ۱۶۲۵ء میں برہان پور کی طرف
انتقال کیا۔

"وفات شاہزادہ پرویز" اس کی وفات کی تاریخ ہے۔

شاہزادہ پرویز کے زمانے کا ایک بڑا واقعہ یہ ہے کہ شاہزادہ خرم (شاہ جہان)
نے باپ سے بغاوت کر کے ہنگال و بہار پر قبضہ کر لیا۔

دیکھ کر عبداللہ خان شاہ زادہ خرم کو پھر رہتاس واپس لایا۔ انھی دنوں میں شہزادہ مراد قلعہ رہتاس میں پیدا ہوا تھا۔ خرم نے تین دن قلعے میں قیام کر کے خرم کی حفاظت خدمت پرست خان کے سپرد کی اور خود پھر دکن کی طرف واپس گیا۔ اس کے جانے پر شہزادہ پر دیز مع فوج صوبہ ہمار میں چلا آیا۔

شاہزادہ خرم نے پٹنہ سے داراب خاں کو لکھا تھا کہ بنگالے کی فوج لے کر جلد ملک میں حاضر آؤ۔ لیکن داراب خاں نے حیلہ سازی کی اور نہ آیا۔ خرم نے اس کا معاملہ عبداللہ پر چھوڑا اور عبداللہ خاں نے داراب خاں کے بیٹے کو قتل کیا۔ بعد کو جب شہزادہ پر دیز اور جہا بٹ خان نے پیارو بنگالے پر قبضہ کیا تو بادشاہ نے داراب خاں کو بھی اس کی دغا کی پاداش میں قتل کرایا۔

خرم نے دکن پہنچ کر اعتذار کر کے بادشاہ سے عفو جرائم کی درخواست کی۔ جہاں گیر نے عفو جرائم کے لیے منجملہ اور شرطوں کے ایک شرط یہ بھی لکھ بھیجی کہ مظفر خان ورفضا بہادر قلعہ داران رہتاس قلعہ مذکور کو رشاہی عالموں کے سپرد کر کے شہزادہ مراد کو ساتھ لے کر دربار میں حاضر ہوں۔

۱۔ ترک جہاں گیری صفحہ ۴۰۱ و ۴۰۲۔ جہاں گیر نامہ صفحہ ۲۱۵ و شاہ جہاں نامہ صفحہ ۸۶ تا ۱۹۵
 و محجب القباب جلد اول صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶ و بادشاہ نامہ صفحہ ۳۹۲۔ شہزادہ مراد شب چار شنبہ ۲ ذی الحجہ ۳۳۵ کو قلعہ رہتاس (صوبہ بہار) میں پیدا ہوا تھا۔
 ۲۔ ترک جہاں گیری صفحہ ۴۰۸۔

پسر خان خانان کو نظر بند رکھا تھا۔ اب قول و قسم نے کراس کو بنگالے کی صوبے
 داری پر مامور کیا۔ اور راجا بھیم پسر راجا کرن کو فوج کے ساتھ بطور پیش خیمہ
 پٹنہ روانہ کیا۔ اور عقب میں خود بھی عبداللہ خان فیروز جنگ اور بغض
 امرار کو ساتھ لے کر ادھر چلا آیا۔ اس وقت شہزادہ پرویز کا دیوان مخلص خان
 الہ آباد میں تھا۔ اور صوبہ بہار و پٹنہ کا انتظام الہیاد پسر افتخار خاں اور
 شیر خاں ایک معمولی سردار کے سپرد تھا۔ راجا بھیم کے آتے ہی ان دونوں
 نے الہ آباد کی راہ لی۔ اور شہزادہ خرم نے بلا عزت صوبہ بہار پر قبضہ
 کر لیا۔ علاقے کے زمین داروں اور جاگیرداروں نے حاضر ہو کر خرم کی
 ملازمت کی اور سید مبارک مانگ پوری قلعہ دار رہتاس نے اس قلعے
 کو خرم کے حوالے کر دیا۔ شاہزادے نے اپنے حرم کو قلعہ رہتاس میں بعض
 مستخدموں کی نگرانی میں رکھ کر عبداللہ خان کو الہ آباد کی طرف روانہ کیا۔
 عبداللہ خاں نے جھوسی کے قریب لشکر آراستہ کیا۔ اس اثنا میں شاہزادہ
 خرم بھی بنگالے کی جنگی کشتیاں (لوارہ) ساتھ لے کر پٹنہ سے جھوسی پہنچا۔
 شاہزادہ خرم کے پاس اس وقت بہ جمعہ الوجود دس ہزار سپاہ سے زیادہ
 نہ تھی۔ اور دوسری طرف اس کی مقاومت کو شاہ علاؤ الدین اور مہابت خاں
 چالیس ہزار فوج لے کر آئے تھے۔ تھوڑی سی جنگ کے راجا بھیم مارا گیا۔
 اور شاہزادہ خرم کے گھوڑے کو بھی ایک تیرنگار جنگ کا نقشہ دگرگوں

۱۷ ترک جہاں گیری صفحہ ۳۹۴۔

۱۸ قلعہ رہتاس کی مفصل کیفیت شاہ جہاں نامہ صفحہ ۱۱۸۵ اور منتخب اللہ باب

صفحہ ۲۴۶ میں مذکور ہے۔

باب چہار دہم

شاہ جہاں بادشاہ کا دور ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۹ھ

(۱) خان عالم مرزا برخور دار ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۲ھ

مرزا رستم کی جگہ پر خان عالم بہار کی صوبے داری پر مامور ہوا لیکن چند مہینے کے بعد ہی برطرف و معزول کیا گیا۔ بادشاہ نامہ (صفحہ ۲۲۸) میں مذکور ہو کہ زیادہ افیوں کھانے کے سبب اس سے کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو شاہ جہاں نے سید جعفر بارہ کو خطاب شجاعت خانی و منصب سہ ہزاری اور ترہت کی فوج داری مرحمت کی۔ اسی زمانے میں ممتاز خاں کوئی امیر نوگیر کی طرف نام زد ہوا تھا۔

(۲) سیف خان مرزا صافی ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۴۰ھ ۱۰۶۲-۱۰۶۳ھ

۱۰۳۷ھ میں سیف خان حاکم صوبہ ہو کر آیا۔ شاہ جہاں کی بیوی ممتاز محل (جس کے نام سے آج تلج محل آگرہ دنیا میں مشہور ہے) کی بہن ملکہ بانو سیف خانہ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۲۷۱ و بادشاہ نامہ صفحہ ۲۵ و ۲۲۸ و منتخب اللباب حصہ

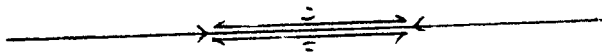
اول صفحہ ۳۹۸۔ ۲۷ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۳۱۲

(۱۶) مرزا رستم صفوی ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ء)

شاہزادہ پرویز کے انتقال کے بعد مرزا رستم صفوی کو صوبہ بہار کی حکومت تفویض ہوئی۔ مرزا رستم ایران کے شاہان صفویہ کی نسل میں تھا۔ اُس کا نسب اس طور پر ہے۔

مرزا رستم بن سلطان حسین مرزا ابن بہرام مرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی مرزا رستم کی صوبے داری میں جہاں گیر نے ۱۰۳۶ھ میں انتقال کیا، اور آصفیہ کی تدبیر سے شاہزادہ خرم نے بادشاہ ہو کر ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہاں کا لقب اختیار کیا۔

اس وقت بہار سے مرزا رستم اپنے دو بیٹوں (مرزا مراد اور مرزا حسین) کو ساتھ لے کر تخت نشینی کی مبارک باد کو حاضر ہوا۔ مرزا رستم کبرسنی اور نقری کے مارضے کے سبب چل پھرنہ سکتا تھا۔ اس لیے سارے جہاں نے اس کو ملاؤ سے معاف کرکھا۔ اور مبلغ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔



۱۶ جہاں گیر کے مرنے کی تاریخ ”جہاں گیر از جہان رفت“ اور شاہ جہاں کے جلوس کی تاریخ ”در جہاں بادشاہاں باشد“ ہے۔

۱۷ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۳۰۹ بادشاہ نامہ صفحہ ۲۰۵

جزل معظم خاں میرجلد اور شاہ زادہ شجاع کے معرکے بھی اسی صوبے بہار سے شروع ہوئے۔ سلطنت مغلیہ کے آخری دور میں فرخ سیر کی تاج پوشی اول اول عظیم آباد پٹنہ ہی میں ہوئی۔ مغلوں کی حکومت کا آخری جلوہ بھی صوبہ بہار میں شاہ عالم کی سرک آرائیوں پر تمام ہوا۔

پیش نظر کتاب میں ۱۶۲۲ء قبل مسیح سے ۱۹۴۲ء تک اس سرزمین کے متعلق تمام تاریخی واقعات و حالات مستند تواریخ کتب سے اخذ کر کے مسلسل و مکمل طور پر اصل ماخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل وار درج کیے گئے ہیں۔ سلسلہ بیان میں مگدھ و بہار کے علاوہ بنگالہ اور بعض حصے ہند کا ذکر بھی ضمناً آگیا ہے اس لیے کہ بعض زمانوں میں عموماً سارے ہندستان کی تاریخ اور بالخصوص بنگالہ کی تاریخ اس سرزمین کی تاریخ سے وابستہ رہی ہے۔

سنہ ۳۲۰ ق م تک مگدھ کے حالات اہل ہند کی مذہبی اور بعض مقبول عام کتب میں خصوصیت کے ساتھ مذکور ہیں۔ اس کے بعد سے موریا خاندان کی حکومت شروع ہوئی اور اس زمانے میں مگدھ کا دار الحکومت سارے ہندستان کا دار الحکومت تھا اور یونانیوں کے بھی اس ملک سے سیاسی تعلقات تھے اس لیے ان کی تاریخوں میں بھی پاٹلی پتر اور اس کے حکمران کے حالات واضح طور پر مذکور ہیں۔ موریا خاندان کے بعد ۱۸۵ ق م سے ۳۲۵ ق م تک سونگا خاندان اور ۲۲۵ ق م سے ۲۰۰ ق م تک کانوا خاندان نے مگدھ میں حکومت کی اور ان کی تباہی پر تختیائیں تین صدیوں تک مگدھ مختلف فاتحوں کی جولان گاہ نظر آتا ہے۔ اس مدت میں نہ صرف مگدھ بلکہ سارے ہندستان کی تاریخ بڑی چھان بین اور چھان پھٹک کی محتاج ہے۔

تیسری صدی عیسوی کے اختتام کے قریب مگدھ میں گپتا خاندان کی حکومت

سے بیاہی تھی، اس لیے سیف خاں بادشاہ کا ہم زلف تھا۔ اس نے پٹنہ میں بڑے آن بان سے حکومت کی اور رفاہ عام کے کام بھی بہت کیے۔ اس کے عہد میں ایک بڑی عید گاہ بنوائی گئی جو محلہ صادق پور سے اتر چھاب تک قائم ہو۔ اور چوک سے پورب لپ دریا ایک بڑا مدرسہ اور مسجد تعمیر ہوئی۔ مدرسے کی یادگار اب حیرت اس محلے کا نام رہ گیا ہو۔ لیکن سجداب تک موجود ہو اور شہر میں نہایت پُرفضا مقام ہو۔

سیف خاں کے زمانے میں خواجہ قاسم مخاطب بہ عقیدت خاں صوبے کا دیوان تھا۔ ۱۰۲۸ھ میں اس نے سات ہاتھی شاہی دربار کو روڈ کیے لیے

(۳) تربت کے دو عجیب برہمن شاعر ۱۰۲۸ھ

۱۰۲۸ھ میں یحییٰ الدولہ آصف خاں نے شاہ جہاں کے دربار میں تربت کے رہنے والے دو عجیب برہمنوں کو پیش کیا۔ جو بادشاہ کی ہنر پروری کا شہرہ سن کر اپنے وطن سے آئے تھے۔ ان میں کمال یہ تھا کہ ہندی شعرا کے دس مختلف شعر جو پہلے کبھی نہ سنے ہوں، حیرت ایک بار سننے سے ان کو ازبر ہو جاتے تھے۔ اور یہ انہی اشعار کو اپنی زبان سے دہرا کر ان کے وزن اور قافیے اور مطالب کے جواب میں دس اشعار فی البدیہ کہہ کر پڑھتے تھے۔ بادشاہ نے کمزران کا امتحان لیا اور آزمائش میں پورے اُترنے پر ان کو ہزار ہزار روپے انعام اور خلعت دے کر رخصت کیا۔

زوال کے بعد بالآخر انگریزوں کے ہاتھ آئی۔

فاتح بہار محمد بن بختیار نے بہار فتح کرنے کے چند سال بعد بنگال فتح کر کے شہر لکھنؤ (گور) کو بہار و بنگال کا دار الحکومت بنایا۔ ۱۲۲۲ء تک بنگالہ کے ساتھ بہار کا پیوند قائم رہا مگر حکام بنگالہ کی خود سری کے سبب ۱۲۲۵ء میں سلطان اتش نے بہار کو بنگالہ سے جدا کر کے ولایت بہار کے لیے علیحدہ حاکم مقرر کیا لیکن یہ نظم چند دنوں سے زیادہ قائم نہ رہ سکا، اور حاکم بنگالہ نے پھر بہار کو بنگالہ کے شامل کر لیا، اسی طور پر ۱۲۲۲ء میں غیاث الدین تغلق نے تربہت پہنچ کر بہار و بنگالہ کے لیے علیحدہ علیحدہ حکام مقرر کیے لیکن یہ نظم بھی ناپائدار ٹھہرا اور امرائے بنگالہ کی بغاوت اور خانہ جنگی حاجی الیاس کی خود سر حکومت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ حاجی الیاس نے بنگالہ کے علاوہ تربہت اور بعض حصے بہار پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس کے ورثہ نے تخمیناً ۱۳۹۰ء تک آزادانہ حکومت کی۔ انھیں میں اس کا پوتا غیاث الدین اعظم شاہ تھا جس کے دربار کے اشتیاق میں بلبل شیرازیوں رزمہ پرداز ہو۔

حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث الدین خاص شہو کہ کار توازنال میرود تغلق خاندان کے آخری بادشاہوں میں سلطان محمود نے ۱۳۹۴ء میں جونپور سے بہار تک تمام مشرقی علاقوں کی حکومت اپنے معتمد خاص ملک سرور ملقب بہ سلطان الشرق کو تفویض کی۔ سلاطین شرقیہ نے ایک صدی کے قریب صوبہ بہار پر حکومت قائم رکھی۔ ۱۴۹۵ء کے قریب سلطان سکندر لودی نے حسین شاہ شرقی کو شکست دے کر بہار کی حکومت ایک پٹھان سردار کے سپرد کی۔ سکندر لودی کے بعد ابراہیم لودی کے عہد سے صوبہ بہار کے پٹھان حکام نے خود سر ہو کر حکومت کی۔ انھی میں صوبہ بہار کا باشندہ فرید خان (شیر شاہ) سورتھا جس نے سلطان بنگالہ کا استیصال کر کے ہمایوں پسر پادشاہ کو شکست فاش دی اور آخر الامر

شروع ہوئی۔ اس خاندان کا تیسرا راجا سمدر گپتا جس کو ڈاکٹر اسمتھ نے ہندستان کا
 نپولین قرار دیا ہے، عظیم الشان راجا تھا۔ اس کے عہد میں مگدھ کی قسمت نے پھر کروٹ
 لی۔ مگر اس کے بیٹے نے بعض وجوہ سے بجائے پاٹلی پتر کے اجدودھیا کو دار الحکومت
 بنایا۔ اس وقت سے پاٹلی پتر کی رونق میں کمی آگئی۔ اتفاقاً اسی زمانے سے مگدھ میں
 چین کے جاتری آنے لگے جن میں فاہیان اور یوان چوانگ (ہیونگ ٹانگ) خاص
 طور پر قابل ذکر ہیں کیوں کہ بیشتر انھیں سیاحوں کی تحریر سے آثار قدیمہ کا
 سراغ پایا گیا ہے، گپتا خاندان ہی کے عہد میں پانچویں صدی عیسوی میں نالندہ
 کی مشہور و معروف درس گاہ قائم ہوئی جو بودھ دھرم کی تعلیم کے لیے ہندستان
 سے چین تک علوم کا مرکز اور طالب علموں کا مرجع تھی۔ گپتا خاندان نے ساتویں
 صدی عیسوی کے کچھ بعد تک حکومت کی لیکن ان کی حکومت کا آخری زمانہ کچھ
 بے رونق سا نظر آتا ہے۔ سن ۵۰۰ء کے قریب کارن سوارن (بنگالہ) کے راجا سانبکا
 نامی نے مگدھ پر چڑھائی کر کے بودھ دھرم والوں کی عبادت گاہوں اور زیارت
 گاہوں کو خاک میں ملا دیا اور اس مذہب کی ایسی بیخ کنی کی کہ بودھ گیارہ
 مقدس درخت کو جس کے سائے میں حضرت گوتم بدھ کو حقانیت اور روشن
 ضمیری حاصل ہوئی تھی۔ جڑ سے کاٹ کر جلوادیا۔

سن ۵۰۰ء کے قریب بنگالہ کے پال نامی راجا نے مگدھ پر قبضہ کر لیا۔ راجا
 پال کے بعد اس کے ورثاء نے چار صدیوں سے زیادہ حکومت کی۔ لیکن اس
 خاندان کے آخری راجا حکومت کے اہل نہ تھے اور اسی زمانے میں سلمان فاتحوں
 کا سیلاب ہندستان کے مشرقی علاقوں تک پہنچ گیا تھا۔ سن ۱۱۹۰ء کے قریب
 اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے بہار فتح کر کے اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی
 جو پچھ سو برس سے زیادہ مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں رہ کر سلاطین مغلیہ کے

طرح انگریزوں کے بے جا تسلط کو پسند نہ کیا۔ اور بہ زور ان کے استیصال کا قصد کیا۔ چند معرکوں کے بعد میر قاسم کے شکست کھانے پر ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلائیو نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے شاہ عالم سے دیوانی کا فرمان لکھوایا اور اس زمانے سے ۱۷۸۵ء کے غدر تک کمپنی نے حکومت کا نظم جاری رکھا۔ غدر کے بعد کمپنی کے تمام بقعیتاً براہ راست سلطنتِ برطانیہ کے قبضے میں لے لیے گئے۔ انگریزوں نے سابق نظم میں کسی تبدیلی کو مناسب نہ سمجھا اس لیے ۱۷۹۱ء تک بہار بنگالہ کے شامل رہا لیکن بنگالہ میں سیاسی ہرجان پیدا ہونے کے سبب شہنشاہ جارج پنجم نے اپنی تاج پوشی کے موقع پر سیاسی اصلاحات کے سلسلے میں یہ بھی اعلان کیا کہ صوبہ بہار بنگالہ سے جدا ہو کر بہار واڑیسہ ایک علیحدہ صوبہ قرار دیا گیا۔ لیکن یہ تبدیلی بھی کچھ پائدار ثابت نہ ہوئی اور ۱۹۳۵ء کی اصلاحات کے نفاذ کے ساتھ واڑیسہ ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا گیا۔

بہر کیف اس مختصر دیباچہ میں اجمالی طور پر تاریخی واقعات و حالات کا ذکر کر کے اصل کتاب سے ناظرین کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے تمام صفحات اہل شوق کی توجہ کے محتاج ہیں۔

پیش نظر کتاب کے علاوہ اسی سلسلے میں دو کتابیں اور بھی زیرِ ترتیب ہیں جو عنقریب انشاء اللہ ناظرین کی نظر سے گزریں گی۔ اول الذکر کتاب میں مگرھ پاٹلی پتر بہار عظیم آباد پٹنہ کے جغرافی حالات سر زمین کی ہیئت آثارِ قدیمہ اور عمارات کی کیفیت اور سینکڑوں کتبہ جو بڑی جستجو اور محنت سے حاصل ہوئے ہیں درج کیے گئے ہیں اور آخر الذکر کتاب میں تمام شاہی وطن کے حالات مرتب کیے گئے ہیں۔ احوالِ ماز حوصلہ نامہ پیش بود لختے ز حال خویش بہرِ سمانوشہ ایم بخشی محلہ پٹنہ سٹی۔

راقم فصیح الدین بلخی

سارے ہندستان کا بادشاہ ہوا۔ ابراہیم لودی کو شکست دینے کے بعد بابر شاہ کا صوبہ بہار میں قصبہ منیرنگ آنا تاریخ میں صریح طور پر مذکور ہے۔

بہر کیف سوریوں کا دور ختم ہونے پر ۱۵۶۲ء کے قریب سلیمان خاں کرارانی نے خود مختار ہو کر بہار و بنگالہ میں آزادانہ حکومت شروع کی لیکن اُس زمانے میں سلطنتِ مغلیہ کا عروج شروع ہو گیا تھا اس لیے سلیمان خاں کا بیٹا داؤد خاں خود مختارانہ حکومت کو قائم نہ رکھ سکا اور ۱۵۷۳ء میں اکبر شاہ نے خود چٹنہ اگر داؤد کو شکستِ فاش دی اور بالآخر تمام بہار و بنگالہ سلطنتِ مغلیہ کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ سلاطینِ مغلیہ میں اکبر نے بہار کو بنگالہ کے شامل رہنے دیا لیکن جہاں گیر کے عہد سے صوبہ بہار کے لیے علیحدہ صوبے دار مقرر ہوتے رہے اور یہی نظم اور نگ زیب کے آخری زمانے تک کم و بیش قائم رہا۔

۱۶۳۷ء میں محمد شاہ بادشاہ نے صوبہ بہار کو پھر بنگالہ کے شامل کر دیا اسی وقت سے صوبے داروں نے اپنی منصوبے بازی سے بہار و بنگالہ کی حکومت کو ذاتی و موروثی حکومت بنانے کی کوشش کی اور سلطنتِ مغلیہ میں بھی اتنا دم نہ تھا کہ ان کی مدافعت کرتی۔

اٹھارھویں صدی کے وسط میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے علاوہ ملک کے سیاسی و فوجی امور میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ حکومتِ بنگالہ نے اس کو ردوار کھنا کسی طرح گوارا نہ کیا اس لیے انگریزوں سے خواہ مخواہ مقابلہ کی نوبت آئی۔ کلائیو نے نواب سراج الدولہ کے مخالفوں سے خفیہ ساز باز کر کے نواب کو شکست دی اور اس وقت سے بہار و بنگالہ کے نظم میں انگریزوں کا ہاتھ کام کرنے لگا۔ لیکن جن نوابوں کی حکومت کا دار و مدار انگریزوں کی پشت پناہی پر منحصر تھا انھیں میں میر قاسم ایک ایسا خود سر حکمراں نکلا جس نے کسی

(SIR JOHN MARSHALL) اور سٹرارنسٹ میکے (MA ERNEST MACKAY) نے دریائے سندھ کی ترائی کے قریب ہنجودارو (سندھ) اور ہرتیا (پنجاب) میں قدیم شہر اور آبادی کے آثار کھود کر نکالے ہیں جن میں مرد و عورت کی تصویریں، خوش نما اینٹیں، کھلونے، برتن، مہریں اور بعض چیزیں جن پر کچھ عبارت بھی لکھی ہوئی ہو۔ دو منز لے اور سو منز لے مکان، پختہ راستے، بڑے بڑے زمین دوز نالے وغیرہ وغیرہ اتنی کافی چیزیں منظر عام پر آگئی ہیں جن سے شہر اور اہل شہر کی طرز معاشرت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہو۔ اور یہ بات صریح طور پر ثابت ہوگئی ہو کہ یہ چیزیں پانچ ہزار برس سے کم کی نہیں ہو سکتیں۔ اور ایرین قوم کے یہاں آنے سے پہلے مصر، فلسطین اور عراق کی طرح یہاں بھی تہذیب و شائستگی کا ایک دور گزر چکا ہو۔

ڈاکٹر س ڈیوڈس نے لکھا ہو کہ "ایرین لوگوں کو بتدریج ہندستان فتح کر لینے میں جن قوموں سے سروکار رہا ان کو وحشی سمجھ لینا قدیم ہندستان کے متعلق تاریخی نتائج پر پانی پھیرنا ہو، بعض قبیلے ایسے بھی تھے مثلاً پہاڑی قبیلے، خانہ بدوش لوگ، جنگل کے شرکار، پرگوارا کرنے والے وغیرہ، لیکن ان کے علاوہ تمدن فرقی بھی موجود تھے جن کی سوشل حالت اعلیٰ درجے کی منظم تھی اور مال و دولت بھی اس قدر کافی رکھتے تھے کہ فالتوں کی حرص کو ابھار سکے۔ ان میں اکثر امن و آسائش کی زندگی کے ایسے خوگر ہو گئے تھے کہ جنگ کی صورت میں طوالت پیدا ہونے پر زیادہ عرصہ تک تاب مقاومت نہ لاسکتے تھے لیکن بایں ہمہ اتنے طاقت و ضرورت تھے کہ بعض صورتوں میں اپنی آزادی کو ایک حد تک قائم رکھ سکیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ملکہ، پٹلی پتر، بہار، وعظیم آباد پٹنہ

(یعنی صوبہ بہار کی مکمل تاریخ)

باب اول

(ابتدائی حالات اور ۶۴۲ قبل مسیح سے نند خانہ ان

کی حکومت ۱۹-۳۲ قبل مسیح تک)

(۱) ابتدائی حالات

کسی مقام کی تاریخ کا آغاز اس زمانے سے ہونا چاہیے جب سے وہاں انسان کی آبادی پائی گئی ہو لیکن انسان کب اس سرزمین میں آباد ہوا؟ اس کا سراغ لگانے کے لیے اُس وقت کے قلم بند کیے ہوئے تاریخی حالات تو کہیں موجود نہیں۔ اب جو کچھ کسی پرانی کتاب یا قدیم آثار کو دیکھ کر قیاس کیا جائے اسی سے ابتدا ہو سکتی ہو۔

عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ ہندوستان میں علم و تہذیب اول اول ایرین یعنی ہندوؤں کے آنے پر شروع ہوئی لیکن حال میں سر جان مارشل

بدھٹ جاگ (کتاب پیدائش) کے متعلق ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ ”سیاسی مذہبی اور تمدنی حالات جو ان میں مذکور ہیں وہ صاف طور پر ہند اور موریا خاندان کی حکومتوں کے زمانے سے جب کہ پاٹلی پتر سارے ہندستان کا دارالحکومت تھا قبل کے ہیں چنانچہ ان کتابوں میں ان دو حکومتوں کا کہیں ذکر نہیں اور ان میں کسی ایسی بڑی حکومت کے متعلق جس میں سارا ہندستان یا اس کے بیشتر حصص شامل ہوں، کوئی واقفیت نہیں پائی جاتی۔“

(۲۱) مگدھ کے راجا جراسنڈہ کے متعلق مہا بھارت کا بیان

کتاب مہا بھارت بھاپرب باب ۷۱ تا ۷۲ میں مگدھ دیس کے راجا جراسنڈہ کا ذکر ہے اس میں ایک روایت یہ ہے کہ ”سری کرشن جی سے ساتھیوں نے عرض کی کہ ہنس، ڈبنک دنت، بکرا، کروش، میگ یاہین اور پنڈوک جراسنڈہ کے ساتھ ہیں اور اس کی طاقت اور عالی خاندانی کے قائل ہیں اور بھوج ہنس کے اٹھارہ راجا اس کے رعب سے اترے پچھم بھاگ گئے ہیں، اور ہنس اور ڈبنک جب تک اس کے ساتھ ہیں اس کو شکست دینا دشوار ہے۔“

راجا جراسنڈہ کی پیدائش کے متعلق یہ روایت ہے۔

”راجا برہدرتھ اس کا باپ تھا۔ اس نے کاشی میں راجا کی دولہ کیوں سے شادی کی تھی لیکن کسی سے اولاد نہ تھی۔ آخر یہ ان دونوں کو لے کر کسی فقیر کامل کے پاس پہنچا۔ فقیر نے ایک آم دیا کہ نصف نصف ہر ایک عورت کو کھلا دیا جائے۔“

اور بعض حالتوں میں اس نئی قوم پر جو اس مقاومت کے بعد پیدا ہوئی اپنے خیالات دستور اور آئین کو جاسکیں گے۔

قدیم ہندو راجاؤں کے عہد کی کوئی باقاعدہ تاریخ موجود نہیں لیکن ان کی مذہبی کتابوں میں ضمناً مگدھ دیس کے بعض راجاؤں کے نام اور بعض مقاموں کے حالات پائے جاتے ہیں اور بعض فلاں کی کتابوں میں بھی ایسے قعے مذکور ہیں جن کا جوڑ توڑ درست کرنے پر ایسی کڑیاں تیار ہو گئی ہیں جو ابتدائی تاریخ کے سلسلے سے وابستہ کی جائیں۔

جس طرح برہمنوں کی کتابوں میں حکومتوں کا ذکر آگیا ہو جین دھرم اور بودھ دھرم کی کتابوں میں بھی مگدھ کی تاریخ کے متعلق حالات خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ ان دونوں مذاہب کا ایجاد اور ان کی نشوونما خاص مگدھ ہی میں ہوئی۔ قدیم ترین تحویریں یا کتابے جو ابتدائی حالات کے لیے ماخذ قرار دیے جاسکتے ہیں۔ بیشتر بودھ دھرم والوں کی سعی کا نتیجہ ہیں۔ چناں چہ ڈاکٹر رس ڈیوڈس لکھتے ہیں کہ ”غالباً یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ برہمن تحویروں کے ذریعے اپنی کتابیں شائع کر دینے کو جن سے وہ ذاتی طور پر منتفع ہوتے تھے محض لاپرواہی ہی سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ایک ایسے طریقے کے جو ان کے غیر مشترکہ حقوق کے لیے خطرناک تھا سختی کے ساتھ مخالف تھے، اور ہمارے لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قدیم ترین تحویریں جو درخت کی چھال یا تار کے پتوں پر ہندستان میں پائی جاتی ہیں وہ بدھسٹ لوگوں کی ہیں، اور تمام قدیم ترین تحویریں جو پتھر یا کسی دھات پر کندہ کی ہوئی ملی ہیں وہ سب بھی بدھسٹ لوگوں کی ہیں اور ان ہی نے اول اول اپنے مذہبی احکام کے لیے تحریر سے کام لینا رائج کیا۔“

ہندوئندہ کے نام و نسل سے ملک کا آباد ہونا اور ہند کے بیٹے پورب و بنگال پورب و بنگالہ کو آباد کرنا مذکور ہے اور پورب کی نسل میں کشن نامی کے بیٹے مہراج کا بہار کو آباد کرنا اور اس کے بیٹے فیروز رائے کا دوبار بہار میں بے شمار خیرات کرنا اور قصبہ منیر آباد کرنا لکھا ہے اور ان میں سے اکثر کی مدت حکومت کئی کئی سو برس لکھی ہے اور فیروز رائے سے تین راجاؤں کے بعد کیدار برہمن کے زمانے میں شنگل نامی پہلوان کا جو افراسیاب کا ہم عصر تھا نواح کو حج سے خروج کر کے بنگالہ و بہار پر قابض ہونا درج ہے۔ حقیقتاً یہ مختلف زمانوں کی مستند و غیر مستند روایات ہیں جن کو ناموں کے آٹ پھیر اور تبدیل و تزیج کے بعد انتہائی مبالغے کے ساتھ تاریخ میں شامل کر دیا ہے اور ان کے بعد دوسروں نے اس بارے میں محض تقلید سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ تاریخ ریاض السلاطین میں جو ۱۲۰۲ھ میں لکھی گئی اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

۱۴۱ راجا سیس ناگ ۶۴۲ قبل مسیح

ڈاکٹر ورننٹ اسمتھ لکھتے ہیں کہ ”تیسرا پران اور والیو پران میں جو قدیم حکمرانوں کی فہرست ہے اس میں سب سے پہلا خاندان جس کی کچھ اصلیت معلوم ہوتی ہے سیس ناگ ہے۔“

”بانی خاندان سیس ناگ نامی بہ ظاہر ایک معمولی سا راجا معلوم ہوتا ہے۔ جس کی حکومت اضلاع پٹنہ و گیا تک محدود تھی۔ اس کا دار الحکومت راج گیر تھا۔“

۱۵ تاریخ فرشتہ صفحہ ۸ تا ۱۲

۱۶ دیکھو صفحہ ۵۶ ریاض السلاطین

۱۷ ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۲ و صفحہ ۴۶ تا ۵۱

اس کے بعد وہ دونوں حاملہ ہوئیں لیکن بچے جو پیدا ہوئے ہر ایک کا نصف دھڑ تھا اس لیے یہ پھکوا دیے گئے۔ ان کو جرانامی ایک دیو نے اٹھالیا اور دونوں دھڑوں کو ملا یا تو ایک سمو چالو کا بن گیا جو نہایت وزنی تھا۔ دیو نے اس کو گھوسا مارا تو لڑکا زہ سے چلا اٹھا۔ اُس کی آواز سن کر راجا نے اُس کو گھر میں بلوایا۔ جرا دیو نے سارا ماجرا بیان کیا اور اُس لڑکے کا نام جڑا سنڈھ رکھا (یعنی جرا کا بنایا ہوا) جب لڑکا جوان ہوا اس کا باپ اپنی رانیوں کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور راج جڑا سنڈھ کے سپرد کیا۔ مہا بھارت میں لکھا ہے کہ جڑا سنڈھ کو بھیم پنڈہ نے مارا

(۳) مسلمانوں کی تاریخوں میں بعض روایتیں

مسلمان مورخوں میں البیرونی (البوریجان محمد بن احمد) جو محمود غزنوی کے زمانے میں ہندستان آیا تھا سنسکرت زبان کا زبردست عالم اور بہترین مورخ گنرا ہے۔ اس کی کتاب الہند سے ہندوؤں کے عام طرزِ معاشرت اور علوم و فنون پر کافی روشنی پڑتی ہے، لیکن خاص نگدہ کے سیاسی حالات لکھنے کے لیے چنداں مفید نہیں۔ اس فخریہ روزگار مورخ کے علاوہ اکثر مورخ سنسکرت زبان سے نااہل تھے۔ ان کو جس قسم کی روایتیں ملیں سلسلہ بیان میں داخل کرتے رہے اور ان کے بعد دوسرے مورخوں نے اُس زمانے کے حالات کے لیے انہی کی تحریروں پر انحصار کیا۔

بہر حال تاریخ فرشتہ میں نگدہ کے جڑا سنڈھ راجا کو "ولایت بہار و پٹنہ" کا راجا جراسنگ لکھا ہے اور ہندستان کی آبادی کے متعلق حام بن نوح کی اولاد

(۴) عبداللہ خان فیروز جنگ ۱۰۴۱ھ تا ۱۰۴۸ھ

(۳۱-۱۶۳۸ء)

سیف خان کے بعد عبداللہ خان فیروز جنگ صوبے دار ہوا۔ یہ وہی عبداللہ خان ہو جو شاہ جہاں کی شہزادگی کے زمانے میں بغاوت کے وقت شہزادے کی معیت میں بہار آیا تھا۔ جس کا حال اپنی جگہ پر مذکور ہو چکا ہے۔ تارہ بخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خان موصوف نے آٹھ برس اس صوبے میں حکومت کی لیکن اس غیر معمولی مدت میں اس نے سلسل اس صوبے میں قیام نہ کیا۔ عبداللہ خاں کے زمانے کے بعض کتبہ محلہ درگاہ شاہ ارزان کے قریب راقم کی نظر سے گزرے۔ جن میں اس کا نام بھی مذکور ہے۔ عبداللہ خاں کے زمانے میں بیٹ (از توابع صوبہ بہار) کے زمیندار نے جس کا منصب ہفت صدی سے صد سالہ تھا۔ ۱۰۴۲ھ یعنی ششم سال جلوس شاہ جہاں میں انتقال کیا۔

۵ رجب ۱۰۴۲ھ کو شاہ جہاں نے محل دار خاں دکنی کو منصب چار ہزاری و خلعت و فیل واسپ و گھوڑہ مرصع عنایت کر کے سرکار بنوگیر کا جاگیر دار مقرر کیا۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم صفحہ ۱۱۴) میں مذکور ہے کہ محل دار خاں دوسرے ہی سال گورکھپور کا فوج دار مقرر ہوا۔

۱۰۴۵ھ بادشاہ نامہ صفحہ ۲۶۶م و شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۸۶م و منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۶۸م ۱۰۴۵ھ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۱۴۔

۱۰۴۵ھ لفظ گھوڑہ پیشتر دکن میں مستعمل تھا۔ ایک قلم کے خنجر کو کہتے ہیں۔

۱۰۴۵ھ شاہ جہاں نامہ جلد اول صفحہ ۶۲۰۔

اس کے متعلق کوئی تاریخی واقعہ معلوم نہیں۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو بنارس میں رکھا اور خود گیری درج راج گیر میں قیام کیا۔ اس کی مدت حکومت صحیح طور پر معلوم نہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اس کی تخت نشینی کا زمانہ ۶۳۲ قبل مسیح قیاس کیا ہے۔ سیس ناگ کے بعد تین راجا اور ہوئے جن کے نام (۱) کاک (۲) دھرم (۳) کھیم اجیت یا کھتر اور جس تھے۔ ان کے کارنامے کچھ معلوم نہیں۔

(۵) راجا بھیم بسار ۵۸۲ تا ۵۵۳ قبل مسیح

سیس ناگ خاندان کا پانچواں حکمران بھیم بسار (مزنیکا) زیادہ مشہور ہوا۔ اس نے مگدھ کی حکومت کو وسعت دے کر انگا (ضلع بھگل پور اور غالباً مونگر) تک بڑھالیا اور راج گیر کے پڑائے قلعے کے باہر اتر جانب ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام کوگر پور یعنی کوس گھاس والا شہر تھا۔

بھیم بسار نے کوسلا (اودھ) کے راجا پارنجیت کی بہن کو سلا دیوی سے شادی کی تھی اور دوسری شادی ویدیا (ترہت) میں لچھادی خاندان کے راجا کی لڑکی سے کی تھی۔ بھیم بسار نے اٹھائیس برس حکومت کر کے راج اپنے بیٹے اجات ستر کے جو ویدیا کی رانی کے بطن سے تھا سپرد کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا

۱۔ انگا اور چپا ضلع مونگر و بھگل پور کے قدیم نام ہیں جو مہا بھارت ادی پر ب صفحہ ۱۰۴ میں بھی مذکور ہیں۔ جنرل کننگھم کی انٹینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۶۶ و ۵۶۷ میں بھی یہی لکھا ہے۔

۲۔ ارلی ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۲۔

۳۔ کوسلا اودھ کا قدیم نام ہے دیکھو انٹینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۰۸

۴۔ ویدیا ترہت کا قدیم نام ہے۔ دیکھو انٹینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۷۱۸

(۵) فتح بھوج پور ۱۰۴۶ھ ۱۶۳۶ء

عبداللہ خاں کے زمانے میں ایک اہم واقعہ اُجینہ (بھوج پور) کی فتح ہو۔ یہاں کاراجا جس کا نام پرتاب تھا دربار شاہی میں منصب ڈیڑھ ہزاری ذات و ہزار سوار سے سرفراز تھا۔

ماہ رجب ۱۰۴۶ھ میں دربار سے رخصت ہو کر اپنے وطن کو واپس آیا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ عبداللہ خاں نے اس پر فوج کشی کی۔ شاہی حکم کے مطابق باقر خان نجم ثانی صوبے دار الہ آباد بھی کمک میں حاضر ہوا۔ اور فدائی خان (ہدایت اللہ) جاگیر دار گورکھپور نے اس موقع پر شاہی فوج کے ساتھ جان نثاری کرنا اپنا فرض سمجھ کر بلاتامل شرکت کی۔ مختار خان جاگیر دار مونگیر بھی چند زمینداروں کو ساتھ لے کر شاہی فوج سے آ ملا۔ اتفاقاً دوسرے ہی دن مختار خان کو اس کے ایک نمک حرام ملازم نے قتل کر ڈالا، اس لیے وہ جنگ میں شریک نہ ہو سکا۔ بہر کیف شاہی فوج نے قصبہ بھوج پور کا محاصرہ کیا لیکن قلعے کے استحکام اور اہل قلعہ کے حسن انتظام کے سبب چھو پہینے تک قلعہ مفتوح نہ ہوا۔ آخر شاہی فوج نے پورا زور لگا کر یورش کی اور بہت سے بھوج پوریوں کو مقتول و مجروح و امیر کر کے قلعے پر قبضہ کیا۔

راجا پرتاب نے اہل و عیال کے ساتھ اس قلعے سے نکل کر بھوج پور کے قدیم قلعے میں پناہ لی۔ عبداللہ خاں نے اول اس علاقے کے دوسرے شاہان دہلی کی تاربخوں میں بھوج پور کا نام اُجینہ لکھا ہے اور اس کی کیفیت یوں ہے۔

”انہ ولایت اُجینہ آں محال صوبہ بہار مراد است کہ زیر حکومت راجا بھوج پور بود“

اپنی صوبے داری کے زمانے میں عبداللہ خان نے ۳۴۴ھ میں بہار سے رتبہ بنور جا کر لکھنؤ نامی زمیندار کو منہزم و مطیع کیا۔ اور اسی سال ۶ شوال کو دربار میں حاضر ہو کر چھبیس ہاتھی اور تحائف جن کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپے تھی بہ طور پیش کش پیش کیے۔ اور زمیندار مذکور نے بھی نو ہاتھی اور دو لاکھ روپے نقد پیش کیے۔ شاہ جہاں نے عبداللہ خان کو اس کارگزاری کے صلہ میں خلعت خاصہ واسپ و فیل عطا کر کے پٹنہ روانہ کیا لیکن ابھی یہ راہ ہی میں تھا کہ اس کو دوسرا فرمان پہنچا کہ چھہار سنگھ بندیلہ کے مقابلہ کو روانہ ہو۔ خان مرقوم بندیلہ کی مہم سے فارغ ہو کر دکن کی طرف گیا اور بالآخر ۲۳ ربیع الاول ۳۴۵ھ کو پھر صوبہ بہار کی طرف واپس ہوا۔ شاہ جہاں کے سوویں سال جلوس یعنی ۳۴۵ھ کے واقعات سے پایا جاتا ہے کہ اس زمانے میں سیدہ سعادت اللہ حاجی پوری بھی ایک منصب دار تھا جو زمیندار ڈھنڈہرہ کی تنبیہ کے سلسلے میں تعینات ہوا تھا۔ اس کا نام منصب داروں کی فہرست میں بھی پایا جاتا ہے۔

اسی زمانے میں عبدالرحیم بیگ (برادر عبدالرحمن بیگ) جو سابقاً نذر محمد خاں والی بلخ کے بڑے لڑکے عبدالعزیز کا اتالیق تھا۔ صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں تھا۔ شاہ جہاں نے اس کے منصب میں اضافہ کر کے اس کو صوبہ بہار روانہ کیا۔ ۵۳

میں آئی ہے

۱۶۱ پٹنہ میں پیٹرمنڈی نامی انگریزی تاجر کی آمد ۱۶۳۱ء

عبداللہ خان کے زمانے میں پیٹرمنڈی نامی انگریز تاجر تجارت کی غرض سے پٹنہ آیا۔ اس کا بیان ہے کہ پٹنہ میں شراب بیچنے کی سخت ممانعت ہے۔ اور ہندو اپنے مرنے گنگا کے پار لے جا کر جلاتے ہیں۔ چوروں اور رہزنوں کے سبب دریا اور خشکی کی راہیں سخت خطرناک تھیں۔ لیکن عبداللہ خان نے ان بد معاشوں کو قرار واقعی سزا دی۔ ان کے سر کٹوا کر عبرت عامر کے لیے پختہ میناروں میں لگا دیے جاتے تھے۔ جو اسی عرض سے تعمیر کیے گئے تھے۔ پیٹرمنڈی نے کان پور تک ایسے دو سو میناروں کا خود مشاہدہ کیا تھا۔

۱۵ پورا بیان شاہ جہاں نامہ جلد دوم صفحہ ۲۳ تا ۲۴، اور بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۲۴ تا ۲۵ سے اخذ ہے۔ ہسٹری آف بنگال بہار اینڈ اڑیسہ

BENGAL, BIHAR & ORISSA UNDER BRITISH P. 46

میں راجا پر تاب کو ڈمراؤن کے راجا کا مورث اعلیٰ بتایا ہے۔ منتخب اللباب صفحہ ۵۴ کے مطابق راجا پر تاب کے ضبط شدہ مال سے چھتیس ہاتھی اور پچاس گھوڑے شاہی دربار کو روانہ کیے گئے۔

HISTORY OF BENGAL, BEHAR & ORISSA UNDER
BRITISH RULE P. 45

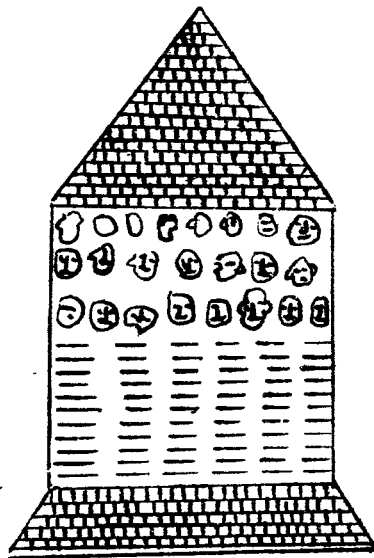
قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور قلعہ تر بھاک (یعنی تین برج والے قلعے کو) مفتوح کر کے مخالفوں کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد ہی زبردست خاں اور صوفی بہادری نے عبداللہ خان کے حکم کے بموجب قلعہ کالار کا محاصرہ کر کے ایک مہینے کے اندر اس کو مفتوح کیا۔ دس قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد شاہی فوج نے بھونچ پور کے قدیم قلعے کا رخ کیا۔ جب شاہی فوج یورش کر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ راجا پر تاب نے ہاتھی کی آڑ میں قریب آکر مقابلہ کیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں پس پا ہو کر ایک نئی عمارت میں جو اسی حصار کے اندر تیار کی گئی تھی متحضر ہوا۔ اس یورش میں راجا کے دو ہاتھی مع نقارہ و نفیر شاہی فوج کے ہاتھ آئے۔ لیکن شاہی فوج میں چند سپاہیوں کے علاوہ زبردست خاں کے دو بیٹے منظر بیگ و فریدون بیگ بھی حصار میں داخل ہو کر کام آئے۔ ۸ مئی ۱۷۷۷ء سے مودن کی مسلسل جنگ نے راجا کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا کر دیا۔ اس نے اہل جوہر کرنے کا قصد کیا۔ لیکن بالآخر اس ارادے کو فسخ کر کے فرار پر مجبور ہو گیا اور خود صرف ایک سنگی باندھے ہوئے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حصار سے باہر نکلا۔ عبداللہ خاں کا ایک ملازم ان دونوں کو گرفتار کر کے خان موصوف کے پاس لایا۔ اس نے ان کو مقید رکھ کر بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے راجا کے قتل کا حکم دیا اور اس کا تمام مال عبداللہ خان کو بطور انعام عطا کیا۔ عبداللہ خان نے مال کو جو سپاہ کے ہاتھ آگیا تھا بازیافت ہو گیا۔ راجا کی بیوی بھی مسلمان ہو کر عبداللہ خان کے پوتے کے عقد میں غیرت مند راجپوتوں کا دستور تھا کہ بیویس ہو کر ان کے خیال کو آگ میں زندہ جلانا دیتے تھے اور جان پر کھیل کر لڑ مرنے لگتے۔ اسی کو جوہر کہتے ہیں۔

(۷) نواب شایستہ خان ۱۰۳۸ھ تا ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۱ء تا ۱۶۶۱ء)

عبداللہ خاں کے بعد شایستہ خاں (پسر آصف خاں برادر نور جہاں بیگم) حاکم صوبہ مقرر ہوا۔ شایستہ خاں کے زمانے کا قابل ذکر واقعہ پلامون پر فوج کشی ہے۔ ۱۰۵۱ھ میں شایستہ خاں نے دشوار گزار جنگلوں کو کاٹ کر راستہ بنایا اور پلامون پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا۔ یہاں کاراجا پرتاب نامی جنگلوں اور پہاڑوں کے سبب اپنے قلعے کو نہایت محفوظ سمجھتا تھا۔ شایستہ خاں نے محاصرہ کر کے اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ مجبوراً راجائے اطاعت اختیار کی اور بعد برسات استی ہزار رپڑ پیش کش لے کر پٹنہ میں صوبے دار کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ شایستہ خاں ہی کے زمانے میں (۱۰۴۹ھ) شاہ جہاں نے آتش خاں حبشی کو منصب دو ہزاری مع خلعت اور دس ہزار رپڑ نقد بطور انعام دے کر بھاگل پور کا فوج دار مقرر کیا۔ پلامون کی چڑھائی میں اس نے بھی کارگزاری دکھائی۔ دراصل آتش خاں سلاطین دکن کا ملازم تھا۔ اول اول جہاں گیر کے دربار میں آکر منصب سے سرفراز ہوا تھا۔ اور ۱۰۳۸ھ میں فوت ہوا۔

شاہ جہاں نامہ جلد دوم صفحہ ۳۴۶ (پلامون پر اس کے بعد بھی چڑھائیاں ہوئیں، جو نواب اعتماد خاں اور داد خاں قریشی کے حالات میں مذکور ہوں گی۔ اس زمانے میں پلامون میں چیر و قوم کے راجا کی حکومت تھی۔ چیر و درویدین قوم کی ایک شاخ کہی جاتی ہے جو سابق بنائے میں گورکھ پور سے بندیل کھنڈ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ضلع پلامون کے گزنیٹر میں مفصل کیفیت موجود ہے)۔

نقشہ چورمنارہ جس کا پیڑ منڈی نے معائنہ کیا تھا۔ جو سابق صفحہ میں
مذکور ہے۔ اس میں چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کے سر کاٹ کر لگائے جاتے
تھے کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔



میں داخل ہو کر پر تاب کا ساتھ دیا اور بعضوں نے بھاگ کر اپنی راہ لی۔ اور سچے
 رائے سخت سرگردانی و پریشانی میں مبتلا ہوا۔ زبردست خان اس کی خبر پاتے ہی
 نہایت جیتی و دلیری سے جنگل کی دشوار گزار گھاٹیوں پر دوڑ پڑا، اور تمام مفید
 کو گرفتار کر کے سیراہ قتل کرنا شروع کیا۔ اور اجا پر تاب نے خان مرقوم کو لکھا
 کہ میں دولت خواہوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں، اگر عہد و پیمان سے مطمئن
 کرو کہ مجھ کو کوئی ایذا نہ پہنچے گی تو اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور تمہارے
 ساتھ اعتقاد خان سے ملوں گا۔ زبردست خان نے ہر طرح ملاجی خاطر جمعی
 و دل دہی کی اور اعتقاد خان کا مہری عہد نامہ بھیج دیا۔ اس کے بعد، رمضان
 ۱۰۵۲ھ کو پر تاب زبردست خان سے ملا اور اس کے ساتھ اعتقاد خان کے
 پاس پٹنہ آیا، اور ایک ہاتھی مندر کے ہر سال ایک لاکھ روپیہ پیش کش دینے کا
 وعدہ کیا۔ اعتقاد خان نے پورا واقعہ بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ شاہ جہاں نے پرتاب
 کو منصب ہزاری عطا کیا، اور پلاسون کی جمع ایک کروڑ دھام سالانہ ٹھیکہ اس
 کو پر تاب کی جاگیر مقرر کر دیا۔

۲۶ صفر ۱۰۵۲ھ کو شایستہ خان نے الہ آباد سے اور زبردست خان
 نے پٹنہ سے جا کر پر تاب زمیندار کی طرف سے ایک ہاتھی اور دو ہزار اشرفی
 بادشاہ کے مندر کی اور زبردست خان کی طرف سے بھی تھوڑے جواہر اور
 مرصع آلات نظر سے گزرے۔

سلخ ماہ ربیع الثانی ۱۰۵۲ھ میں شاہ جہاں نے پرگنہ بھوج پور (توابع
 صوبہ بہار) کو ذوالفقار خان کی جاگیر (تول) مقرر کر کے خان مرقوم کو بھوچپور

۱۰۵۲ھ بادشاہ نامہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۸-۲۵۰۔ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۸

۱۰۵۲ھ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۵۔ ۱۰۵۲ھ شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۷

(۸) نواب اعتقاد خان ۱۰۵۲ھ تا ۱۰۵۵ھ (۱۶۳۵-۱۶۳۸ء)

۱۰۵۲ھ میں شایستہ خاں عبداللہ خاں کی جگہ پرانہ آباد بھیج دیا گیا اور اعتقاد خان جو پور سے تبدیل ہو کر بہار کا صوبے دار مقرر ہوا۔

پلامون کے راجا پر تاج نے شایستہ خاں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو پورا نہ کیا۔ اس لیے اعتقاد خان اس کی تنبیہ کی فکر میں تھا۔ اسی زمانے میں پر تاج کے چچا دربارائے اور تیج رائے نے اعتقاد خان سے ملاقات کی۔ اور پر تاج کو گرفتار کر کے خان مذکور کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ اس قرارداد کے بعد تیج رائے پلامون پہنچا تو پر تاج کو نظر بند کر کے خود راجا بن بیٹھا۔ اعتقاد خان کو معلوم ہوا تو فوراً زبردست خان کو ایک زبردست فوج کے ساتھ پلامون روانہ کیا۔ زبردست خان نے قلعہ دیو گڑھ پر جو اس علاقے میں سب سے بڑا تھا نہ تھا قبضہ کر لیا اور ہیل دار مقرر کر کے جنگل کٹوانا شروع کیا۔ تیج رائے نے چھ سو سوار اور سات ہزار پیادے فراہم کر کے زبردست خان پر شب خون مارنے کا تہیہ کیا۔ خان موصوف اس کی خبر پاتے ہی دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور ایک گروہ کو مقتول اور بعضوں کو اسیر کیا۔ اعتقاد خان کو اس لڑائی کی خبر پہنچی تو اس نے اپنی ماتحت فوج کے ساتھ عبداللہ خان نجم خانی کو کمک میں روانہ کیا۔ اتفاقاً اس لشکر کے پہنچنے کے قبل ہی ایک دن تیج رائے (۲ رمضان ۱۰۵۳ھ) شکار کے ارادے سے قلعے سے باہر نکلا۔

اسی وقت صعوت سین وغیرہ اہل قلعہ نے راجا پر تاج کو قید سے رہا کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔ تیج رائے کے ساتھیوں میں سے بعضوں نے قلعے

ہوا۔ شاہ جہاں نے اس کی خدمات کے لحاظ سے اس کو بہار کی صوبے داری کے لیے نامزد کیا۔ لیکن ۱۰۶۱ھ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اللہ خاں بہادر مظفر جنگ صوبہ بہار سے شاہ جہاں کے پاس پہنچا اور اسی سال کابل سے سید خاں کے انتقال کی خبر آئی۔

(۱۱) عمدة الملك جعفر خان ۱۰۶۱ھ تا ۱۰۶۲ھ (۵۰-۱۶۵۴ھ)

جعفر خان نواب صادق خان کا پوتا اور بہرام خان کا بیٹا تھا۔ اس کی صوبے داری کے زمانے میں اس کا چھوٹا بھائی مرزا عزیز الدین بہرہ مند خان بھی صوبہ بہار میں کسی ممتاز عہدے پر مقرر ہوا تھا۔ سلیمان شکوہ پسر شہزادہ دارا شکوہ کی شادی بہرہ مند خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ اور اسی تقریب کے موقع پر بہرہ مند خان پٹنہ سے بلوایا گیا تھا۔

جعفر خان کے زمانے میں میر جعفر نام (از سادات حسنی استرآبادی) جو سابق میں محمد قلی قطب الملک کا ملازم تھا اور ترک ملازمت کر کے چودہ سال سے پٹنہ میں درویشوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ جمادی الثانی ۱۰۶۲ھ میں نواب جعفر خان کے ساتھ شاہ جہاں کے دربار میں حاضر ہوا اور منصب ہف صدی صد سوار و خلعت و جہدھر و شمشیر یابراق طلا میںا کار و اسے اپنی

روانہ کیا۔

غزوہ شعبان ۱۰۵۶ھ کو اعتقاد خان صوبہ بہار سے تبدیل ہو کر بنگالے کی صوبے داری پر مامور ہوا۔^{۱۷}

(۹) اعظم خان (میر محمد باقر) ۱۰۵۴ھ - ۱۰۶۴ھ

اعتقاد خان کے بنگالے جانے پر اعظم خان بہار کا صوبے دار ہوا، اس کے زمانے کا کوئی خاص واقعہ اس صوبے کے متعلق نظر نہیں آتا۔ غالباً یہ صوبے دار کوئی انتظام بھی نہ کر سکا۔ کیوں کہ ۱۰۵۹ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شاہ جہاں نامہ (جلد ۲ صفحہ ۵۵۷) کے مطابق اس زمانے میں بنگالے کی جمع پچاس کروڑ دہم اور صوبہ بہار کی جمع چالیس کروڑ دہم اور اڑیسہ کی جمع بیس کروڑ دہم تھی اور سارے ملک کی شاہی جمع آٹھ سو اسی کروڑ دہم یعنی آٹھ ارب اور اسی کروڑ دہم تھی۔

(۱۰) سعید خان ۱۰۵۷ھ - ۱۰۶۳ھ

۳۱ رجب ۱۰۵۷ھ کو سعید خان بلخ سے آکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر

^{۱۷} شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۵

^{۱۸} شاہ جہاں نامہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹۔ باثر الامار صفحہ ۳۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کی صوبے داری کے لیے منتخب ہو کر طلب کیا گیا تھا۔

۱۳) صوبہ بہار میں داراشکوہ - شجاع اور اورنگ زیب کے معرکے ۱۰۶۷ھ تا ۱۰۶۹ھ (۱۶۶۱ء - ۱۶۶۷ء)

۱۰۶۷ھ میں شاہ جہاں نے ضعف پیری کے سبب تمام امور سلطنت اپنے بڑے بیٹے داراشکوہ کے سپرد کر دیے تھے۔ یہ امر اور شہزادوں کو ناگوار ہوا۔ شہزادہ مراد نے گجرات میں خود سر ہو کر اپنے نام کا ریکڈ و خطبہ جاری کیا۔ اور اورنگ زیب دکن سے فوج لے کر داراشکوہ کے استیصال کو روانہ ہوا، ادھر شجاع نے بنگالے سے بہار پر فوج کشی کی اور اللہ وری خاں کو جو داراشکوہ کی طرف سے صوبہ بہار کا انتظام کرتا تھا ایلا کر پٹنہ و صوبہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ اور یہاں سے فوج فراہم کر کے داراشکوہ کے مقابلے کو چلا۔

۳ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ کو داراشکوہ نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کو شجاع سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ یکم جمادی الاول کو بنارس سے کچھ آگے موضع بہادر پور میں جنگ واقع ہوئی اور شجاع شکست کھا کر پھر پٹنہ واپس آیا اور یہاں سے مونگیر جا کر قلعے کے استحکام میں مصروف ہوا۔ لیکن سلیمان شکوہ کی فوج تعاقب میں آرہی تھی اس لیے یہاں بھی قدم نہ جاسکا۔ اور ناچار بنگالے واپس گیا۔ سلیمان شکوہ نے پٹنہ و مونگیر پر قبضہ کر لیا اور شجاع کے بعض ملازموں کو جو اس معرکے میں گرفتار ہوئے تھے۔ اکبر آباد بھیج کر سخت سزائیں دلوائیں۔^{۵۲}

۵۱ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۳۱۔ باخراں میں بہادر خان باقی بیگ کے حالات میں لکھا ہو کہ داراشکوہ نے ۱۰۶۷ھ میں اس کو نائب صوبے دار بنا کر سلیمان شکوہ کے ساتھ پٹنہ میں متعین کیا تھا۔ ۱۲۔ ۵۲ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۹ تا ۳۲۔

بازین نقرہ اور پانچ سو مہر کے انعام سے سرفراز ہوا۔

عزہ جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ کو عسکری نامی دیوان صوبہ بہار تبدیل کیا گیا۔
اور اس کی جگہ پر تاراج چند مقرر ہوا۔

(۱۲) اخلاص خان تخمیناً ۱۰۶۵ھ تا ۱۰۶۸ھ (۵۵-۶۵۸ھ)

عمدۃ الملک جعفر خان کے بعد شیخ فرید مخاطب بہ اخلاص خاں صوبہ دار مقرر ہوا۔ اس کا ذکر ضمناً عالم گیر نامہ صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲ میں اس طور پر ہے کہ اکبر آباد کے واقعات (یعنی داراشکوہ کی شکست، شاہ جہاں کی نظر بندی اور اورنگ زیب کے قتل) کے بعد اورنگ زیب نے اخلاص خاں کو لکھا کہ الہ آباد آکر خان دوراں کی ملک میں موجود رہے اور چوں کہ احمد خویشتگی بھی اخلاص خان کے خطاب سے مخاطب تھا، اس لیے شیخ فرید احتشام خاں کے لقب سے ملقب ہوا۔

شاہ جہاں نے ۱۰۶۲ھ کے قریب بنگالے کی حکومت شہزادہ شجاع کو دی تھی اور اس کے بعد ۱۰۶۴ھ کے قریب صوبہ بہار کی حکومت شہزادہ داراشکوہ (ولی عہد) کے سپرد کی۔ اور شہزادہ کی جانب سے الہ وردی خان کو نائب صوبے دار مقرر کیا۔

کے لشکر سے مقابل ہوئی۔ اور ابتدائے جنگ میں کسی قدر کامیابی کے بعد بالآخر مقام کھوجہ میں شکست فاش اٹھا کر پس پا ہوئی۔ اورنگ زیب نے شہزادہ محمد سلطان اور میر جملہ کو شجاع کے تعاقب میں روانہ کیا۔ شجاع نے اول پٹنہ واپس آکر اپنے بڑے لڑکے زین الدین کی شامی ذوالفقار خان کی لڑکی سے انجام دی اور اس کے بعد ۱۰۹۹ھ کو مونگیر پہنچا یہاں شہر کے سامنے پٹھانوں کی بنوائی ہوئی دیوار اور خندق تھی۔ شجاع نے اس دیوار میں تیس تیس گز کے فاصلے پر برجیاں بنوائیں اور خندق کو ندی سے ملا کر جا بجا قوتیں نصب کرا دیں، اور کھرک پور (مونگیر) کے راجا بہروز کو مونگیر سے اکبر نگر تک تمام دشوار گزار غیر سلوک راہوں اور گھاٹیوں کی محافظت سپرد کی۔ اس اثنا میں میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان بھی ادھر آ پہنچے۔ میر جملہ نے مونگیر کا محاصرہ فضول سمجھ کر شجاع کے بنگلے جانے کی راہ مسدود کرنے کے لیے راجا بہروز کو سازش میں لا کر عام راستے سے علیحدہ کھرک پور کے پہاڑوں کے بائیں جانب جنگل کی راہ اختیار کی۔ شجاع نے میر جملہ کے بنگلے جانے کا لگان کیا۔ اور ۲۱ جمادی الثانی کو مونگیر سے خود بنگالے کی طرف روانہ ہوا۔ میر جملہ مونگیر سے بیس کوں موضع پیالہ پور تک پہنچا تھا کہ اس کو شجاع کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ فوراً پھر مونگیر کی طرف پلٹ آیا اور اس اثنا میں شہزادہ محمد سلطان بھی مونگیر کے قریب آکر ٹھیر گیا۔ شجاع مونگیر سے نکل کر تیس کوں پر موضع رائگامانی میں جس کے ایک طرف ندی اور دوسری جانب پہاڑ، تفصیل بنا کر ٹھیر گیا اور میر جملہ کے واپس آنے کی خبر سے اس کے جنگل میں بھٹکنے کا لگان کیا اور اپنے ملازم اسفندیار معموری کو بھیج کر خواجہ کمال افغان

ہنوز سلیمان شکوہ اور شجاع کا معاملہ طرہ پایا تھا کہ اورنگ زیب نے داراشکوہ کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ داراشکوہ بھاگ کر لاہور چلا گیا اور سلیمان شکوہ کو بھی ملک کے لیے طلب کیا۔ اورنگ زیب نے شاہ جہاں کو نظر بند کر کے سلطنت کا نظم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شجاع کو اپنی طرف ملا لینے کے لیے صوبہ بہار و مونگیر کی حکومت کا فرمان خاص شاہ جہاں کی مہر سے میرک گرز بردار کی معرفت شجاع کے پاس بھیج دیا۔ شجاع نے مصلحتاً اس کو قبول کیا لیکن پٹنہ آکر از سر نو فوج فراہم کر کے اورنگ زیب کے مقابلے کا قصد کیا۔ اورنگ زیب بھی غافل نہ تھا۔ اس نے بھی اپنے دولت خواہوں کو لگا رکھنے کے لیے یکم شوال ۱۰۷۱ھ کو سید شیر خاں بارہہ کو اس کے سابق منصب میں اضافہ کر کے منصب سر ہزاری ہزار و پانصد سوار اور تربت کی فوج داری تفویض کی اور اسی طرح ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۷۱ھ کو میر ابو المعالی پسر مرزا دلی جاگیر دار علاقہ بہار کو بھی خلعت واسپ و فیل (مع زین جھول) و خطاب میرزاخان و منصب سر ہزاری و انعام (تیس ہزار روپے نقد) سے سرفراز کیا۔

اورنگ زیب کو جب شجاع کا قصد معلوم ہوا، اپنے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کو ساتھ لے کر مقابلے کو روانہ ہوا۔ اس وقت معظم خاں المعروف برہمپور جملہ بھی آ ملا۔ شجاع جب پٹنہ سے چل کر قلعہ رہتاس (سہرام) کے قریب پہنچا۔ رام سنگھ ملازم داراشکوہ نے داراشکوہ کے خفیہ ایمان سے اس قلعے کو شجاع کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد شجاع کی فوج آگے بڑھ کر اورنگ زیب

۱۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۱۱ و ۲۲۳۔ ۱۱ عالم گیر نامہ صفحہ ۱۳۲ و ۲۳۰ (مختب اللباب صفحہ ۴۴)

جلد ۲) اثرا لامراء صفحہ ۱۳۶ میں مذکور ہے کہ سزاوار خان کے مرسلے پر میر ابو المعالی تربت کا فوج دار مقرر ہوا۔ ۱۲ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۲۵۔

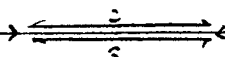
باب پانزدہم

اورنگ زیب کا عہد ۱۰۶۹ھ تا ۱۱۱۷ھ

(۱) داؤد خان قریشی ۱۰۶۹ھ تا ۱۰۷۲ھ (۶۰-۶۱۶۶۵ھ)

داؤد خان پسر شیخ بھیکن قبل میں داراشکوہ کا ملازم تھا۔ اورنگ زیب اور داراشکوہ کی جنگ میں ترک ملازمت کر کے اورنگ زیب کا ملازم ہوا اور اورنگ زیب نے اس کو پٹنہ کی صوبے داری کے لیے نام زد کر کے معظم خان (میر جملہ) کی کمک میں رہنے کا حکم دیا جس وقت معظم خان اکبر نگر (راج محل بنگالہ) میں شہزادہ شجاع سے جنگ کر رہا تھا۔ داؤد خان بھی حرب الحکم یکم رمضان ۱۰۶۹ھ کو رشید خان و میرزا خان و ہادی دادخاں و قادر دادخاں و خواجہ عنایت اللہ اور صوبہ بہار کے تمام جاگیرداروں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اپنے بھتیجے شیخ محمد حیات کو پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادے حوالے کر کے پٹنہ میں اپنا نائب چھوڑا۔ چونکہ اکثر ناکوں اور گھاٹیوں پر مخالفوں نے پورا بندوبست کر کے جا بجا جنگی کشتیاں متعین کر دی تھیں۔ اس لیے ضلع مونگیر و بھاگل پور تک داؤد خان کو اکثر مراحل طو کرنے میں دیر لگی۔ اس وقت تک لے شیخ بھیکن حصار فیروزہ کے شیخ زادوں سے تھا اور خان جہان لودی کے معتمد ملازموں میں

زمیندار بیربھوم کو میر جملہ کے سدراہ ہونے کی تاکید کی۔ ۲۴ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو میر جملہ نے مونگیر پر قبضہ کر کے محمد معین سلدوز کو قلعہ مونگیر کی حراست پر متعین کیا اور اورنگ زیب کے حکم کا منتظر رہا۔ حکم آنے پر میر جملہ بیربھوم کی طرف روانہ ہوا۔ خواجہ کمال افغان نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ لیکن اسی زمانے میں بعض فتنہ پسندوں نے اورنگ زیب کی شکست اور داما شکوہ کی فتح کی خبر مشہور کر دی اور راجپوتوں نے اس کا یقین کر کے ۱۶ رجب کو میر جملہ سے علیحدگی اور مخالفت شروع کر دی۔ شجاع نے موقع پا کر اکبر نگر آنے کے قصد سے گنگا کو عبور کیا۔ اور اسی زمانے میں اس نے اللہ وردی خان اور اس کے بیٹے سیف اللہ کو جو پٹنہ سے اس کے ساتھ ہوئے تھے اور اب میر جملہ کے شریک ہو چاہتے تھے۔ قتل کر کے ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ بعد کے واقعات کو بنگالے کی تاریخ سے تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہو گا کہ شجاع نے اقل شہزادہ محمد سلطان کو خفیہ سازشوں سے ملا کر اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی لیکن شہزادہ محمد نے پشیمان ہو کر شجاع کا ساتھ چھوڑا۔ پھر بھی اورنگ زیب نے اس کو قید کر کے قلعہ گولیار میں بھیج دیا۔ بالآخر شجاع میر جملہ سے پود پر شکست کھا کر ارکان (ارنگ) کے راجا کے پاس پہنچا اور اس کی دغا سے مارا گیا۔ میر جملہ نے بھی رمضان ۱۰۷۳ھ میں کوچ بہار میں آب و ہوا کی خرابی سے بیمار ہو کر انتقال کیا۔



جاگیر دار چین پور اور راجا بہروز زیندار موئگیر اور بعض ذی اقتدار لوگوں کو ملک میں ساتھ لے کر پٹنہ سے روانہ ہوا۔ راجا پر تپا کے آدمیوں نے قلعہ کوٹھی کو (جو گیا کے جنوب میں واقع ہے) چھوڑ کر فرار کیا اور ۵ رمضان ۱۰۸۷ھ کو داؤد خان نے بلا مزاحمت اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے آگے قلعہ کندہ ایک مستحکم مقام تھا۔ داؤد خان نے باش کے جنگل کٹوا کر راستہ بنوایا اور اس عرصے میں دشمنوں نے اس کو بھی خالی کر دیا۔ اس لیے ہم شوال کو اس پر بھی قبضہ کر کے اس کی مستحکم فصیلوں کو منہدم کر دیا۔ اس وقت برسات کا موسم قریب آ پہنچا تھا اس لیے داؤد خان نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور کوٹھی اور کندہ کے قریب پہنچ کر پڑھائی کی فصیل بنوا کر سپاہیوں کے لیے چھاؤنیاں تیار کرائیں اور ہر ایک چھاؤنی میں سو سو اور کچھ پیادے اور تفنگچی متعین کر دیے۔ راجا نے اس بندوبست کو دیکھ کر صلح کی گفتگو شروع کی لیکن داؤد خان نے ایک نہ سنی

برسات گزر جانے پر غرہ ربیع الاول ۱۰۸۷ھ کو داؤد خان نے پلامون کی طرف قدم بڑھائے۔ میرزا خان کو سات سو سوار اور دو سو پیادوں کے ساتھ ہراول اور تھور خاں کو سات سو سوار اور تین سو پیادوں کے ساتھ برنار اور اپنے بھتیجے شیخ تاتار کو پانچ سو سپاہ دے کر اور راجا بہروز کو چار سو سوار اور ڈیڑھ ہزار پیادے شامل کر کے جرنار قائم کیا اور خود دو ہزار سواروں کے ساتھ صدر لشکر ہو کر پانچ سو کا ایک اور لشکر پشت کی جانب متعین رکھا۔ جنگل کاٹ کر راہ کو ہموار کرنے کی غرض سے بیل داروں کی ایک جماعت پہلے سے روانہ کی گئی تھی۔ اس انتظام کے بعد آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر ۹ ربیع الاول

برسات بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اکثر نالے اور ندیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس لیے داؤد خان کو کچھ دن مقام قاضی گرہیہ (بھاگل پور کے سامنے) میں قیام کرنا پڑا۔ اسی اثنا میں شہزاد شجاع نے دوبارہ اکبر نگر پر قبضہ کر لیا تھا۔ پس داؤد خان گنگا کے اس پار آکر کھل گانوں کے قریب ٹھیر گیا۔ بعد کو جب برسات گزر جانے پر معظم خان اور شہزادہ شجاع میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ داؤد خان بھی گنگا کے پار جا کر ٹانڈہ کی طرف جہاں شجاع اپنی پوری فوج کے ساتھ ٹھیرا ہوا تھا معظم خان کی کمک میں پہنچ گیا۔ جب شجاع شکست کھا کر ڈھاکر کی طرف چلا گیا اور اکبر نگر۔ ٹانڈہ اور تمام بنگالہ معظم خان کے قبضے میں آ گیا اورنگ زیب نے ماہ صفر ۱۰۷۱ھ میں داؤد خان کو بہار کا صوبے دار مقرر کر کے بنگالے سے واپس آنے کا حکم دیا۔ داؤد خان کی صوبے داری میں ایک بڑا واقعہ پلامون کی فتح ہے۔ جس کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

(۲) پلامون کی فتح ۱۰۷۱ھ - ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۱ء - ۱۶۶۲ء)

سابق اوراق میں شایستہ خان اور اعتقاد خان کی صوبے داری کے زمانے میں پلامون کے راجا پر تاب کا ذکر ہو چکا ہے۔ راجا مذکور نے ایک لاکھ رپیہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کی تھی لیکن یہ رقم ادا نہ کی۔ اورنگ زیب نے داؤد خان کو پلامون پر چڑھائی کر کے قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ اور صوبہ بہار کے جاگیرداروں، زمینداروں اور فوج داروں کو بھی کمک میں حاضر ہونے کی تاکید کی۔ ۱۰۷۱ھ کو داؤد خان۔ میرزا خان فوج دار در بھنگر۔ تہور خان

کر کے ندی کے کنارے جس کے دوسری جانب گھنا جنگل تھا نورچال بنائی۔ داؤد خان نے جنگل کٹوا کر بہ قدر ضرورت راستہ بنوایا اور اپنے بھتیجے شیخ تامل اور شیخ احمد اور راجا بہروز۔ مرزا خان تہور خان اور شیخ صفی وغیرہ کو حملے کا حکم دیا۔ دو گھڑی سخت جنگ کرنے کے بعد دشمنوں نے شکست کھائی۔ ان میں بہترے مارے گئے۔ اکثر زخمی ہو کر جنگلوں میں چھپ گئے اور باقی پس پا ہو کر حصار شہر کے اندر چلے گئے۔ داؤد خان چاہتا تھا کہ جو کچھ قبضے میں آگیا ہو اس کا استحفاظ و بندوبست کرنے کے بعد آگے قدم بڑھائے لیکن لشکر

نے اپنی بہادری کے زعم میں دشمنوں کا تعاقب کیا اور سواروں نے ندی کو عبور کر کے حصار شہر پر حملہ کر دیا۔ دشمن یہاں بھی قدم نہ جاسکا اور بھاگ کر پلामوں کے نئے اور پرانے قلعوں میں پناہ گزیں ہوا۔ راجا پر تاب نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ تمام مال و اسباب کو جنگل میں بھیج دیا۔ شاہی فوج شہر کو تاراج کرتی ہوئی قلعے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ محصورین قلعے نے کچھ رات گزرنے تک توپ و تفنگ سے مقابلہ کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد راجا پر تاب قلعے کے پچھلے دروازے سے نکل کر جنگل میں بھاگ گیا اور پلामوں کے دونوں قلعے شاہی فوج کے دخل میں آ گئے۔ اس معرکے میں شاہی فوج کے ایکٹھ سپاہی کام آئے۔ اور ایک سو ستر آدمی زخمی ہوئے۔ راجا کے آدمیوں نے ان قلعوں سے فرار کر کے مقام دیو گاؤں پھر ایک جمعیت فراہم کی لیکن صفی خان نے بالآخر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس فتح کے بعد داؤد خان شاہی حکم کے مطابق ان قلعوں کی سرت

کو دس کوس طوکر کے فوج نے نرسی (شاید مقام لہری مراد ہو جو پلامون سے
 بارہ کوس پر واقع ہے) میں قیام کیا۔ راجا نے خوف زدہ ہو کر اپنے مستند
 خاص صورت سنگھ کو داؤد خاں کے پاس روانہ کیا۔ اور ایک لاکھ رُپے
 بادشاہ کو پیش کش اور پچاس ہزار داؤد خاں کو نذر دینے کا وعدہ کیا۔
 داؤد خاں نے ساری کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ ہنوز شاہی حکم وصول نہ
 ہوا تھا کہ راجا کے کچھ لوگوں نے داؤد خاں کی فوج کی رسد لوٹ لی۔ اس
 واقعہ سے داؤد خاں سخت برہم ہوا۔ ہر چند راجا نے لاعلمی ظاہر کر کے برت
 چاہی اور پچاس ہزار رُپے پیش کر کے معافی کا خواستگار ہوا لیکن داؤد خاں
 نے کوئی التفات نہ کی اور ۱۰ ربیع الثانی کو پلامون کے قریب قیام کیا۔
 راجا کی فوج مستعد ہو کر مقابلے کو نکل کھڑی ہوئی۔ اس وقت اورنگ زیب
 کا یہ حکم وصول ہوا کہ اگر راجا اسلامی رویہ اختیار کرے تو اس کی زمین داری
 اس کو دے دی جائے ورنہ اس کا استیصال کیا جائے۔ داؤد خاں راجا کو
 اس حکم سے مطلع کر کے جواب کا منتظر تھا لیکن اس کی فوج جنگ کے لیے
 بے قرار تھی۔ اس اثنا میں داؤد خاں کے بغیر حکم ۲۴ ربیع الثانی کو تہور خاں
 برلاس نے اچانک حملہ کر دیا۔ چارو ناچار داؤد خاں کو بھی جنگ کرنی پڑی۔
 اس نے دشمن کی فوج سے تھوڑے فاصلے پر مورچاں بنائی اور اسی جگہ
 صبح سے شام تک سخت جنگ ہوتی رہی تہور خاں کی طرف سولہ آدمی
 مارے گئے اور پچاس آدمی زخمی ہوئے۔ شب کو دشمنوں نے دو بڑی
 توپیں اپنے مورچاں کے اوپر نصب کر دیں۔ لیکن صبح کو داؤد خاں نے
 اس تہلکہ سے نکل کر ایک پہاڑی پر پناہ لی اور توپیں چڑھا کر دشمنوں کی
 مورچاں کو اپنی زدیں کر لیا۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۰۷۱ھ کو دشمنوں نے فرار

۱۰۰۰ شہنشاہ کو معصوم خان خلف شاہ نواز خان جو قور بیگی (داؤد) نے
 سلاح خانہ شاہی پر مامور تھا تبدیل ہو کر تربت کا فوج دار مقرر ہوا اور
 خلعت واسپ "باسا زطلای" سے سرفراز ہوا۔ اور اسی روز ہزار خان
 قلعہ دار رہتاس کی جگہ پر خواجہ ندیر مقرر کیا گیا۔
 ۱۰۰۱ ذی الحجہ ۱۰۰۰ کو منگی خان کے جگہ پر میر رضی الدین سرکار سان
 کی فوج داری پر متعین ہوا۔ اور خلعت کے علاوہ اس کے منصب میں
 اضافہ کر کے ہزار و پانصدی ہشت صد سوار کا منصب عنایت ہوا۔
 انھی دنوں میں ۱۰۰۱ ذی الحجہ ۱۰۰۰ کو سادات خان (از کوکلیان صوبہ بہار)
 حسب طلب بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔
 داؤد خان کے زمانے میں ۱۰۰۰ میں پٹنہ میں دارالعدل تعمیر
 ہوا۔ جس کے کتبے کی لوح فی الحال تھانہ خواجہ کلان میں لگی ہوئی ہے۔
 اس میں یہ شعر کندہ ہے۔

بہر عدل و دادِ مظلومان زد دست نظامان

ساخت دارالعدل جعفر بندہ داؤد خاں

۱۰۰۳

(۳) فتح پلامون کا مرقع اور اہل پلامون کا کچھ حال

گیامی سری سنولال لاہری میں فتح پلامون کا ایک نادر مرقع ہے

۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲ ۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲ ۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۲

۱۰۰۰ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۶۳ ۱۰۰۰ ضلع گیا میں قصبہ داؤد نگر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ۱۲

سیر المتاخرین میں بھی داؤد خاں کو صاحب داؤد نگر لکھا ہے۔

اور پلامون کی فوج داری منگلی خان کے سپرد کر کے خود پٹنہ واپس آیا۔

(۳) داؤد خان کے زلمے کے بعض قابل ذکر واقعات

یہ ہیں

۱۷۷۱ء کے آخر میں ذوالقدر خان قلعہ دار رہتاس نے انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ ہزبر خان مقرر ہوا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت اور سابقے اضافہ کر کے ڈیڑھ ہزاری منصب عطا کیا۔

غزہ شعبان ۱۷۷۱ء میں پلامون کے غنائم میں سے دو زنجیریل دہلی بھیجے گئے اور بادشاہ کی نظر سے گزرے۔

داؤد خان کی کارگزاریوں کے صلہ میں ۱۶ ذی الحجہ ۱۷۷۱ء کو بادشاہ نے اس کے منصب میں اضافہ کر کے چار ہزاری چار ہزار سوار (دازان جملہ دو ہزار سوار دو اسپہ سپہ) مقرر کیا۔

۱۳ جمادی الآخر ۱۷۷۲ء کو صوبہ بہار کے وقایع نگاروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ مرزا خان فوج دار در بھنگہ جو پلاموں کی فتح میں شریک ہوا تھا اور اس کے بعد شاہی حکم کے مطابق زمیندار مورنگ زپورینہ سے اوتر ہمالیہ کی ترائی کا علاقہ کی تنبیہ کو روانہ ہوا تھا اجل طبعی سے فوت ہوا۔

۱۷ جمادی الاول ۱۷۷۹ء میں منگلی خان کو اورنگ زیب نے سارن کی فوج داری مع خلعت

و منصب ہزار پانصدی عطا کیا (عالم گیر نامہ صفحہ ۳۳۹) ۱۷۷۹ء عالم گیر نامہ صفحہ ۳۶۰

۱۷۷۹ء عالم گیر نامہ صفحہ ۶۶۵ ۱۷۷۹ء عالم گیر نامہ صفحہ ۵۵، ۱۷۷۹ء عالم گیر نامہ صفحہ ۸۵۰ (مورنگ

سے وہ علاقہ مراد ہے جو ضلع پورینہ کے اتر کوہ ہمالہ کی ترائی میں واقع ہے)۔

یاد کردہ جلے محمد بخشی مانگم گرفتہ جلے ڈیرہ زمینداران (۶) جلے کولان
کہ از جانب راجا جنگ می کردند از نام گواران پلامون یاد کردہ (۱۷) متصل قلعہ
جنوب رویہ کوہ واقع است بالائے آں دیوار پختہ کشیدہ اند (۱۸) جلے باغات
انبہ وجلے قلعہ بالائے کوہ نمودہ (۱۹) باغات گرد واقعہ کوہ ہاودریا نمودہ -

یہ مرقع داؤد خان کے ورثہ کے پاس تھا۔ حکام انگریزی اس کو پانچ ہزار
روپیہ دے کر غالباً برٹش میوزیم کے لیے خریدنا چاہتے تھے لیکن مالک مرقع نے
نہ دیا۔ بعد میں ان کے کسی وارث نے نالیباقتی سے اس کو سوسو سو روپیہ کو
سری منولال کے کتب خانے میں بیچ ڈالا۔ لائبریری میں ضروری طور پر اس کی حفاظت
کی جاتی ہے۔ سری منولال کے بیٹے لالیت دھلیق شخص ہیں۔ انھوں نے راقم کو اس
کی تصویر کھینچوانے کی اجازت دی لیکن سامان مصوری اعلیٰ قسم کا نہ تھا اس لیے
عبارتیں صاف نمایاں نہ ہوئیں۔ بہر حال راقم ان کا ممنون ہے۔

پلامون کی وجہ تسمیہ تین طور پر بیان کی جاتی ہے۔ اول بیان یہ ہے کہ یہ لفظ
پلانا سے ماخوذ ہے جس کے معنی استقامت نہ کرنے کی جگہ کے ہیں۔ دوسرا بیان
یہ ہے کہ یہ پل۔ ام۔ او سے ماخوذ ہے جس کے معنی دانت والے قلعے کے ہیں۔ اس
لیے کہ چیر و قوم نے جو قلعہ ندی کے کنارے بنایا۔ اس ندی میں پتھر بڑے بڑے
دانتوں کی شکل میں نمایاں ہیں۔ شاید یہ لفظ ڈراویدین زبان سے ماخوذ ہے۔

تیسرے بیان کے مطابق یہ نام ”پالامو“ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ”ٹھنڈ کا
مارا ہوا“ ان میں سے کون سی نسبت صحیح ہے معلوم نہیں۔ پلاموں کے علاقوں
میں چیرو۔ اراؤن اور کھردار قوم کے لوگ پلے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر
ایک کو اپنے عروج کے زمانے میں فاتح اور صاحب حکومت اور قلعہ رہتاس
(ضلع آردھ) کا بانی ہونے کا دعویٰ ہے۔ کھردار کو اپنی قوم کے راجا پرتاب دھول

یہ مرقع موٹے کپڑے پر بنا ہوا ہے جس کا طول تقریباً ۴۰ فٹ اور عرض آٹھ فوٹ ہے۔ جا بجا تصویروں کے ساتھ حسب ذیل عبارتیں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ جن سے قلعہ پلامون کی کیفیت اور جنگ کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) پلامون کہ میان شہر واقع است سگین۔ دور و اطراف یک ہزار و یک

صد و نو درع۔ ارتفاع ۲۴ درع و برج ۱۲ درع۔ (۲) امارت پناہ داؤد خان دریں جا بایں طرح مسجدے بنامی کنند (۳) باغات گرد قلعہ واقع است۔

(۴) جائے اندرون قلعہ توپ خانہ و حوالی ہائے شہر نمودہ است (۵) کھڑکی جانب جنوب ازین راہ روز فتح بہ شب زمیندار پلامون گزشت (۶) بیرون قلعہ در باغات

لب دریا بایں طرح مسجدے دوم انداخت (۷) امارت پناہ داؤد خان در محل جنگ پیادہ شدہ جائے کمان و در دست وجائے تلوار و جائے برپیل سیاه و در دست لوائے

جنگ برداشتہ است (۸) سواران لشکر اسپان خود را گزشت پیادہ شدہ بکوہ برآمدہ بہ مقہوران پلامون بچکر پیوستند (۹) جائے مورچلان مقہوران پلامون

نمودہ است (۱۰) جائے خیمہ ہاتھور خان مرزا خان صفی خان امارت پناہ داؤد خان شیخ تاتار و شیخ احمد برادر زادہ ہائے داؤد خان راجا بہروز (۱۱) امارت پناہ داؤد خان

بر قلعہ پلامون یورش نمودہ دائرہ بالنگاہ داشتند (۱۲) جائے مورچل مقہوران پلامون نمودہ (۱۳) روزیکہ امارت پناہ داؤد خان مورچل بالائے کوہ طیار ساختہ توپ ہارا

بر آوردہ بر مورچل ہائے مقہوران توپ نمودہ آں بدینتیاں نمی توانستند استقامت نمود مورچل خود را گزشتہ بہ مورچل دوم بالائے کوہ استقامت نمودہ

بچکر پیوستند (۱۴) قہینان زخم گولہ خوردہ افتاد۔ ابراہیم عورلی از تابینان امارت پناہ داؤد خان از زخم گولہ بکار آمد (۱۵) روزیکہ امارت پناہ داؤد خان بر قلعہ پلامون یورش

نمودہ فوج سب دائرہ لشکر گزشتند لشکر شاہی را بنام بندہ ہائے شاہی

کے راجا کو شکست دے کر اس کی دارالحکومت ڈوبیا کو بر باد کر دیا۔ راجا پرتاب جس کو داؤد خان نے شکست دی۔ اسی مدنی رائے کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ اس وقت سے پلامون سلسلہ مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ محمد شاہ بادشاہ نے ضلع پلامون میں دوپر گئے یعنی جیلا اور بلونچہ نواب ہدایت علی خان پدر نواب غلام حسین خاں مؤلف تاریخ سیر المتاخرین کو بطور جاگیر دیے تھے۔ نواب ہدایت علی خاں نے قصبہ حسین آباد آباد کیا بعد بالآخر یہیں مدفون ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد ہی ۱۶۵ء میں غلام حسین خان مؤلف سیر المتاخرین نے مرشد آباد جاگیر نواب ناظم بنگالہ سے ان پرگنوں کی سدا اپنے نام لکھوائی۔ اسی سال نواب ناظم بنگالہ نے اپنے اختیارات انگریزوں کے سپرد کیے۔

۱۶۲ء کے قریب چیروراجا کے خاندان میں گڑبی نشینی کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا۔ اول جوکشن رائے نے رنجیت رائے کو قتل کر کے خود کو نر نشین کیا تھا۔ چند سال بعد رنجیت رائے کے آدمیوں نے جوکشن رائے کو قتل کر کے چھترجیت رائے کو راجا بنایا۔ جوکشن رائے کے پوتے گوپال رائے نے پٹنہ پہنچ کر کپتان کیمک (CAMPAC) سے مدد کی استدعا کی۔ چھترجیت رائے انگریزوں کا مخالف تھا۔ اس لیے کپتان مذکور نے پلامون پر چڑھائی کی۔ لیکن پورا زور لگاتے پر بھی قلعہ مفتوح نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جب انگریزی توپیں کارگر نہ ہوئیں تو گوپال رائے کے ساتھیوں میں ادونت رائے نامی نے کہا کہ مدنی رائے بانی قلعہ نے قلعے کی تفصیل میں ایک خفیہ راستہ ایسا رکھا ہے کہ وقت پر اسی راہ سے قلعے میں آمدورفت کی جائے اور وہ مقام مجھ کو معلوم ہے۔ آخر اس کے بتانے سے انگریزی فوج اسی راہ سے داخل ہوئی۔ اور چھترجیت رائے نے فرار کر کے گڑگچھ کی راہ لی۔ اس کے بعد اتفاقاً گوپال رائے نے ادونت رائے کو

کے کارناموں پر بڑا فخر ہو چو شاید بارہویں صدی عیسوی میں حکمران تھا۔ اراؤن قوم کا دعویٰ ہے کہ یہ کرناٹک (دکن) سے آکر آباد ہوئیں اور رہتاس گڑھ کو تعمیر کیا۔ ان کا بیان ہے کہ مسلمان ایک عرصے تک ان پر فتح نہ پاسکے۔ آخر ایک پر ب کے موقع پر راجا کے تمام لوگ خوشی منا کر نشے میں مدہوش تھے۔ مسلمان پہلے سے ایسے موقع کے منتظر تھے۔ اچانک ان کو قتل کر کے قلعہ رہتاس پر قابض ہو گئے اور مفتوح قوم کے جو افراد بچ گئے تھے۔ بھاگ کر علاقہ پلاموں و راج محل میں آباد ہوئے اور راج محل والے مال پکڑا اور چھوٹا ناگ پور والے اراؤن کہلائے۔ یہ بیان تاریخی ثبوت سے خالی ہونے کے سبب فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ چیر و قوم پلاموں پر کب قابض ہوئی اس کی حقیقت معلوم نہیں۔

۱۵۳۸ء کے قریب شیر شاہ نے مہار تو چیر و نامی سردار کی خود سری کے سبب اس کی تنبیہ کے لیے فوج روانہ کی اور اس کو سر کر کے اس طویل اور مشہور و معروف راہ کو جو شیر شاہی سڑک یا گرینڈ ٹرنک روڈ کہی جاتی ہے۔ رہ زنی و غارت گری سے محفوظ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ چیر و قوم نے رکھیل خاندان کے راجپوت راجا کو شکست دے کر پلاموں پر قبضہ کیا تھا، اور اس راجپوت راجا کو شکست دینے میں بارہ ہزار چیر و اور اٹھارہ ہزار کھروار شامل تھے۔ یہ بھی بیان ہے کہ چیر و خاندان کے باجوئیں راجا سہیل رائے (SAHEEL RAI) نے مسلمانوں کو بہت ہزیمت پہنچائی تھی۔ بالآخر مسلمان اس کو گرفتار کر کے دہلی لے گئے اور وہاں بادشاہ نے اس کی طاقت کی شہرت سن کر اس کو تنہا ایک شیر سے لڑو کر امتحان لیا۔ اس سہیل رائے کا بیٹا بھگوت رائے اول پلاموں پر قابض ہوا۔ چیر و قوم میں مدنی رائے بھی ایک مشہور راجا تھا جس کو اس قوم کے لوگ عادل کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ مدنی رائے نے اپنی فتوحات کو بھی وسعت دی اور چھوٹا ناگ پور

(۴) یورپین سیاح ٹیورنیر اور برنیر کا بیان ۱۶۶۶ء

۱۶۶۶ء میں ٹیورنیر اور برنیر (فرانسیسی جوہری و طبیب) پٹنہ آئے تھے۔ ان مشہور و معروف سیاحوں کے سفر نامے چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ ٹیورنیر اگرہ سے ہو کر پٹنہ آیا۔ اور برنیر بھی اس سفر میں اس کے ساتھ تھا۔ برنیر کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے۔ ۶ جنوری ۱۶۶۶ء کو اس نے راج محل میں ٹیورنیر کا ساتھ چھوڑا۔ ٹیورنیر لکھتا ہے کہ پٹنہ ہندستان کے بہت بڑے شہروں میں ہے۔ یہ گنگا کے کنارے پر کسی قد زچھم طرف واقع ہے۔ اور طول میں دو لیگ (یعنی تخمیناً ۳۱/۲ کوس) سے کم نہیں۔ لیکن ہندستان کے اور شہروں کی طرح یہاں بھی مکانات بیشتر اُس اور پھوس کے بنے ہوئے ہیں۔ ہالینڈ کینی (ولندیز) نے شوروہ کی تجارت کی بدولت یہاں مکان بنالیا ہے۔ شوروہ چھپرہ نامی (اس کو چوپر لکھا ہے) ایک بڑے قصبے سے صاف ہو کر آتا ہے جو گنگا کے کنارے پٹنہ سے دس لیگ کے فاصلے پر ہے۔ چھپرہ سے واپس جوتے ہوئے پٹنہ میں ہالینڈرز نے صاحب سلامت کے لیے میراہ جاری گاڑی رکوائی اور ہم لوگوں نے شارع عام ہی پر دو بتلیں محو شیرازی کی لندہ حالیں تب رخصت ہوئے۔ اس ملک میں یہ بات قابلِ لحاظ نہیں سمجھی جاتی اور لوگ نہایت بے تکلفی سے آزادانہ ملتے ہیں۔ میں نے پٹنہ میں آٹھ دن قیام کیا۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ میں نے ایک سفر میں پٹنہ میں سات ہزار چھ سو تہتر مشک کے نانے خریدے۔ کیے جس کا وزن دو ہزار پانچ سو ساڑھے ستاون ادنس تھا اور ان سے ۴۳۲ ادنس مشک نکلا۔

دھنسے مار ڈالا۔ اس کے وارثوں کے استغاثے پر کپتان کیمک نے گوپال رائے کو گرفتار کر کے پٹنہ میں قید کیا اور اس نے ۱۸۳۲ء میں پٹنہ ہی میں انتقال کیا۔ گوپال رائے کی جگہ پر اس کا بھائی چرامن رائے راجا ہوا۔ اس کی ناقابلیت کے سبب ۱۸۳۱ء میں سخت بغاوت و فساد پیدا ہوا، اور کرنل جونس ایک فوج لے کر وہاں پہنچا تو مفدوں نے سرگجہ کی راہ لی۔ گورنمنٹ کی مال گزاری وصول نہ ہونے پر ۱۸۳۱ء میں گورنمنٹ نے ان علاقوں کو نیلام کر کے خود خرید لیا۔ اور سیجر فنج کی سفارش پر تمام علاقے 'دیو' ضلع گیا کے راجا گھنٹام سنگھ کو بعض خدمات کے صلے میں دے دیے۔ لیکن راجا مذکور سے خاطر خواہ بندوبست نہ ہو سکا۔ اس لیے ۱۸۳۱ء میں گورنمنٹ نے پھر سب علاقے واپس لے کر ضلع رام گڑھ میں شامل کر لیے۔ ۱۸۳۱ء میں کول لوگوں کی بغاوت کے وقت چیر و قوم کے بعض لوگوں نے بھی باغیوں کا ساتھ دیا۔ ۱۸۳۳ء میں گورنمنٹ نے پلاموں کو ضلع لوہردگا میں شامل کر دیا اور ۱۸۵۴ء میں پلاموں کو لوہردگا کا سب ڈویژن قرار پایا۔ ۱۸۵۴ء کے غدر کے وقت کھڑوار قوم کے بھگتا لوگوں میں دو نامی اشخاص پتیر ساہی و دلیر ساہی نے علاقہ پلاموں کے اکثر حصص پر قبضہ کر لیا تھا لیکن چین پور کے زمیندار کشن سنگھ و دیال سنگھ کی مدد سے گورنمنٹ نے غدر فرو کرنے میں جلد کام یابی حاصل کی عرضہ راز کے بعد گورنمنٹ نے پتیر اور تلمبر کو گرفتار کر کے پھانسی کی سزا دی۔ ۱۸۵۹ء میں گورنمنٹ نے سلی گنج کو پلاموں کا صدر مقام قرار دیا۔ لیکن انگریزوں کو اس کی آب و ہوا اس نہ آئی، اس لیے ۱۸۶۲ء سے ڈالٹینگ جو کرنل ڈالٹین کا آباد کیا ہوا، صدر مقام بنایا گیا۔ بالآخر سرزمین کی آبادی اور رعیت کی ترقی کو دیکھ کر ۱۸۹۲ء میں گورنمنٹ نے پلاموں کو لوہردگا سے علیحدہ کر کے ایک خاص ضلع قرار دیا جس کا صدر مقام یہی ڈالٹینگ ہے۔

کیا۔ ۲۷ صفر ۱۰۷۹ھ کو پلامون کی حکومت منکی خان سے تغیر ہو کر براہ راست لشکر خان صوبے دار پٹنہ کو تفویض ہوئی۔ اسی زمانے سے اب تک پلاموں صوبے بہار میں شامل ہو۔

اسی تاریخ کو مرحمت خان آ رہ کا فوجدار مقرر ہو کر خلعت اور سابق سے اضافہ کیے منصب دو ہزاری نہصد سوار سے سرفراز ہوا۔

تاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۷۹ھ کو معصوم خان معزول شدہ فوجدار ترمت بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔

(۶) ابراہیم خان ۱۰۷۹ھ تا ۱۰۸۲ھ (۱۰۷۹-۱۰۸۲ھ)

لشکر خان نے تبدیل ہونے پر ابراہیم خان صوبے دار بہار ہوا۔ اس کا منصب سابق سے اضافہ کر کے بیچ ہزاری بیچ ہزار سوار مقرر ہوا۔ اس صوبے دار کی حکومت کے متعلق کوئی خاص واقعہ تاریخوں میں مذکور نہیں لیکن اس کی صوبے داری کے زمانے میں ۲۵ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ (۱۳ جولائی) کو اورنگ زیب نے ایک فرمان شیخ غلام محمد متوطن بلدہ پٹنہ کے نام صادر کیا جو سلسلہ بہ سلسلہ بخشی الملک اسد خان کے دیوان خٹنے سے جاری ہو کر ابراہیم خان صوبے دار و محمد قاسم دیوان صوبہ بہار کے پاس ۱۶ جماد الثانی کو پہنچا۔ اس فرمان کو حال میں راقم نے خود دیکھا ہے۔ خانی خان کے بیان کے مطابق ۱۰۷۹ھ میں سید واجی مرہٹہ دہلی سے بھاگ کر اطراف بہار و پٹنہ سے گزرتا ہوا خفیہ قطب الملک عبداللہ کے پاس حیدر آباد

۱۷ عالم گیر نامہ صفحہ ۹۷۳۔

۱۷ اثر عالم گیری صفحہ ۷۱۔

برنیر لکھتا ہے کہ بنگالہ شورہ کی تجارت کا مخزن ہے جو کثیر مقدار میں پٹنہ سے لایا جاتا ہے۔ یہ گنگاندی کے ذریعے نہایت آسانی سے پہنچتا ہے۔ اور ڈوچ اور انگریز تجارتی طور پر کثیر مقدار میں "انڈیز" کے مختلف حصص اور یورپ کو روانہ کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ پٹنہ یا بہار میں آٹھ سرکاریں اور دو سو پتی لسی پر گنے شامل ہیں جن کی آمدنی پچانوے لاکھ اسی ہزار روپے ہے۔ ان آٹھ سرکاروں سے سرکار شاہ آباد۔ سرکار بہتاس۔ سرکار بہار۔ سرکار حاجی پور۔ سرکار سارن۔ سرکار چمپارن۔ سرکار ترہت اور سرکار مونگیر مراد ہے۔ جو آئین اکبری میں بھی مذکور ہے۔

(۵) لشکر خان ۱۰۷۶ھ تا ۱۰۷۸ھ (۱۶۶۸-۶۶ھ)

محرم ۱۰۷۵ھ میں داؤد خاں صوبہ بہار سے واپس گیا اور ۶ شعبان کو اوڑنگا آباد نے اس کی جگہ پر لشکر خان کو خلعت اور ایک زنجیر فیل واسپ با ساز طلا کارشے کر صوبہ بہار کی حکومت پر متعین کیا۔ اس کی صوبہ داری کے زمانے کے قابل ذکر واقعات حسب ذیل ہیں۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۰۷۶ھ کو مونگیر کے راجا بہروز نے اجل طبعی سے انتقال

(صفحہ ۲۷۸ کا بقیہ نوٹ) حسن اتفاق سے راقم کو اس کتاب کا سب سے زیادہ مستند نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۸۲ء سری منوالل لائبریری مقام گیا میں مل گیا۔

TRAUVELS IN THE MOGUL EMPIRE BY ۵

FRANÇOIS BERNIER, PAGE 440, 457

ماخذ ہو۔ اس کی حسب ذیل عبارت کو بغور دیکھنا چاہیے۔

”واقعہ نہم شعبان ۱۰۸۷ھ) از عرض داشت امیرخان بہ عرض رسید کہ عالم و اسماعیل و دیگر افغانان شورش انگیز شاہ جہان پور و کانت گولہ بعد از استیلائے افواج شاہی کہ بہ پناہ قلعہ در آمدہ بودند و دستگیر شدند بابراہیم خان کہ از ہنگالہ می رسد روانہ حضور لامع النور می کند“

ظاہر ہو کہ اس عبارت میں صوبہ بہار کا کوئی ذکر نہیں اس لیے اس واقعے کو صوبہ بہار کی طرف منسوب کرنا محض قیاس پر مبنی ہو جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ اس زمانے کے قریب امیرخان بہار کا صوبے دار تھا۔

لیکن غالباً امیرخان اس وقت بہار کی صوبے داری سے تبدیل ہو چکا تھا۔ کیوں کہ عرض داست کی تاریخ سے ایک مہینے کے اندر ہی امیرخان کا دربار میں حاضر ہونا اور اس کی جگہ پر تربیت خاں کا صوبے دار بہار مقرر ہونا اثر عالم گیری صفحہ ۴۸۸ میں صریح طور پر مذکور ہو۔

(واقعہ نہم رمضان ۱۰۸۷ھ) ”امیرخان از بہار آمدہ بہ شرف زمین بوس رسید تربیت خان از تغیر او منصوب شد“

اب یہ بتا دینا ضروری ہو کہ شاہ جہان پور اور کانت گولہ سے کون سا مقام مراد ہو۔ ظاہر ہو کہ ضلع پٹنہ میں جو شاہ جہان پور نامی بستی ہو۔ یہاں عالم اور اسماعیل نامی افغانوں کا شورش کرنا کسی طور پر معلوم نہیں ہوتا اور اٹھل گولہ اور کاٹھ گنج کا کانت گولہ ہونا اور افغانوں کا شورش کرنا بھی قطعی طور پر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

شاہ جہان پور لکھنؤ سے پچاس کوس پر مشہور قصبہ ہو۔ اور اس سے کچھ فاصلے پر ضلع مراد آباد میں کانت و گولہ بھی مشہور بستی ہو۔ ان جگہوں میں لودیوں کی سلطنت کے زمانے سے پٹھان رہتے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۶۳

پہنچا۔ یہ زمانہ بھی ابراہیم خان کی صوبے داری کا تھا۔

(۷) امیر خان ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۸۶ھ (۱۶۶۵-۶۳ء)

اس صوبے دار کے زمانے کا کوئی واقعہ اس صوبے کے متعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن سرحد و ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ (HISTORY OF ACCRANGZ) میں لکھ دیا ہے کہ عالم اور اسماعیل نامی صوبہ بہار کے پٹھانوں نے شاہ جہان پور اور کانت گولہ میں شورش کی اور نوٹ (صفحہ ۲۵ جلد ۲) میں بتایا ہے کہ شاہ جہان پور نام کی ایک بستی پٹنہ سے سولہ میل دکن ہے۔ اور پٹنہ سے پورب ۲۸ میل کے فاصلے پر اٹھل گولہ ہے اور رنل صاحب کے نقشے (شیت نمبر ۳۹) میں گنگا کے پار کاٹ گنج درج ہے۔ سرحد و ناتھ سرکار کا یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا جو مندرجہ ذیل سطور سے بخوبی واضح ہو گا۔

عالم اور اسماعیل کا شاہ جہان پور اور کانت گولہ میں شورش کرنا صرف مائر عالم گیری صفحہ ۳۶ میں مذکور ہے۔ یہ روایت عالم گیر نے میں تو ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ وہ اورنگ زیب کے ابتدائے جلوس سے صرف دس سال کی تاریخ ہے۔ اور خانی خان یا دوسرے مورخوں نے جن کے حوالے سے سرحد و ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ مرتب کی ہے ایسا کوئی واقعہ نہیں لکھا ہے۔ لہذا مائر عالم گیری جو اصل

لے منتخب الباب صفحہ ۲۲۰ جلد ۲ کی اصل عبارت یہ ہے۔ ”سیوا از بنارس براہ بہار پٹنہ و چاندہ کہ پرا ز تراکم اشجار و شوار گزار است و از سرحد زینداران سوائے بیوپاری قولی و قاصدان تردد و شوار است یہ تغیر وضع ہر جا کہ میرید خود را وہم را ہان بصورت دیگر ساختہ طی منازل می نمود تا خفیہ نزد عبد اللہ قطب الملک بہ حیدر آباد رسید۔“

(۹) شہزادہ محمد اعظم ۱۰۸۸ھ تا ۱۰۸۹ھ (۶۶-۶۷ھ)

۹ صفر ۱۰۸۸ھ کو اورنگ زیب نے تربیت خان صوبے دار کو تبدیل کر کے اس کو ہادی خان کی جگہ پر تربیت و درہنگہ کا فوجدار مقرر کیا اور بہار کی صوبے داری شہزادہ محمد اعظم کو تفویض کی۔ ۱۴ جمادی الآخر ۱۰۸۸ھ کو شہزادہ پٹنہ پہنچا۔ دوسرے ہی سال ۱۲ ربیع الثانی کو "اعظم خان کوک" صوبے دار بنگالے نے معزول ہو کر بہار کی طرف آتے ہوئے ڈھاکہ میں انتقال کیا۔ شہزادہ محمد اعظم اس کی جگہ پر بنگالہ کا صوبے دار ہوا اور شہزادے کی نیابت میں نور الدین خان اڑیسہ کا صوبے دار مقرر ہوا۔

(۱۰) سیف خان و صفی خان ۱۰۸۹ھ تا ۱۰۹۴ھ

(۷۹-۸۰ھ)

شہزادہ محمد اعظم کے بنگالہ جلے پر سیف خان بہار کا صوبے دار ہوا۔ ۲۰ اس سیف خان کی صوبے داری کے متعلق کوئی خاص واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ شہزادہ محمد اعظم کے بنگالے جلے پر اورنگ زیب کو اپنے بیٹے محمد اکبر کی بغاوت کے سبب ادی پور کی مہم درپیش ہوئی۔ اس وقت محمد اعظم کو بھی کمک میں حاضر

۱۰۰ ماثر عالم گیری صفحہ ۱۵۷ و ۱۶۱ - ۱۰۱ ماثر عالم گیری صفحہ ۱۶۹ - واضح ہو کہ شاہ جہاں

کے عہد میں جو سیف خان تھا وہ اور شخص تھا۔

میں لکھتا ہے کہ ”فقیر و کانت و گولہ از لواج سنبل بہ صحبت حسین خان بہ نیاز مت اور رسیدہ و مستفیض از انفس نفیسہ اوشد“ صرف اسی پر منحصر نہیں۔ مورخ مذکور نے مختلف واقعات کے سلسلے میں کانت و گولہ کا ذکر متعدد مقاموں میں کیا ہے۔ اگر تمام عبارتیں نقل کی جائیں تو بجائے خود ایک دفتر ہو جائے۔ اس لیے اس تحریر میں تاریخ کے حوالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ مزید تحقیق کے لیے منتخب التواریخ بداونی جلد ۳ صفحہ ۴۴ و ۴۵ جلد ۲ صفحہ ۲۶ و ۲۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۶۰ و ۱۶۹ و ۱۸۵ و ۲۱۹ جلد ۳ صفحہ ۳۲ و ۳۳ و ۶۳ و ۸۸ کی عبارتوں کو دیکھنا چاہیے۔ برخطا ہر امیر خان نے بہار سے واپس جاتے ہوئے شاہ جہان پور اور کانت گولہ سے عرضداشت لکھی اور وہیں شاہی افواج سے شکست کھا کر عالم و اسماعیل وغیرہ گرفتار ہوئے اور ابراہیم خان بنگلے سے واپس جاتے ہوئے ان امیروں کو (کانت و گولہ سے) ساتھ لیتا گیا۔

(۸) تربیت خان ۱۰۸۶ھ تا ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۵-۷۶م)

۹ رمضان ۱۰۸۶ھ کو امیر خان کے واپس جاتے پر تربیت خان صوبے دار ہوا۔ اس کے زمانے کا کوئی واقعہ قابل ذکر معلوم نہیں ہوتا۔
۱۰۸۷ھ میں معصوم خان کے تغیر ہونے پر طہاسپ خان آ رہ کا فوجدار مقرر ہوا۔

۱۰۸۷ھ آغا عالم گیری صفحہ ۱۱۰

۱۰۸۷ھ آغا عالم گیری صفحہ ۱۵۱

مرزا معزموسوی فطرت تخلص صوبے کا دیوان مقرر ہوا۔ بزرگ امیدخان کسی قدر تند مزاج تھا۔ اور مرزا معزم کو بھی ذاتی قابلیت کے علاوہ عالی خاندانی کا عزا تھا۔ پہلی ہی ملاقات کے دن جس وقت مرزا آیا اتفاق سے دیوان خانے میں آب خورہ رکھا ہوا تھا مرزا نے بلا لحاظ اس کو منہ سے لگا کر چند کلیاں کیں۔ بزرگ امیدخان کو یہ حرکت ایسی ناگوار معلوم ہوئی کہ بادشاہ کے ہاں اس کی شکایت لکھ بھیجی۔ بادشاہ نے بزرگ امیدخان کی خاطر سے مرزا کو تبدیل کیا اور بعد میں دکن بھیج دیا۔

بزرگ امیدخان نے ۱۱۰۴ھ میں انتقال کیا۔ پٹنہ میں اس کی بنوائی ہوئی ۱۱۰۴ھ کی ایک مسجد محلہ سمبلی کے قریب سڑک سے دھن جانب موجود ہے جس کے کتبے میں بانی کا نام بھی مذکور ہے۔ محلے والوں کا بیان ہے کہ مسجد سے کچھ فاصلے پر پورب جانب جو پختہ قبریں ہیں ان میں بانی مسجد کی بھی قبر ہے لیکن کتبہ نہ رہنے کے سبب اس کی تحقیق دشوار ہے۔

۱۱۰۳ھ میں بزرگ امیدخان صوبے دار بہار ہمت خان پسرخان جہان بہادر ظفر جنگ کی جگہ پر الہ آباد کا صوبے دار بھی مقرر ہوا تھا۔

۱۱۰۴ھ تا ۱۱۰۸ھ میں بزرگ امیدخان کے حالات میں یہ واقعہ مذکور ہے اور مرزا معزموسوی فطرت تخلص کا حال اسپرنگر صاحب کے کٹیلداگ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں بھی موجود ہے ۱۲

۱۱۰۵ھ کتبے میں قطعہ تاریخ یوں ہے۔

آں کہ بر خلق خدا کرش عیم

تاج و التخت بزرگ امیدخان

زود گفتا باد بیت المستقیم

چوں زہائف خواست تاریخش نجف

۱۱۰۵ھ تا ۱۱۰۸ھ عالم گیری صفحہ ۲۴۸۔

ہونے کا حکم دیا۔ محمد اعظم نے بنگالے سے پٹنہ آکر حرم کو میر ہادی اور ایک ہزار سواروں کی نگرانی میں چھوڑا اور غود مصطفیٰ کاشی ولہر اسپ بیگ و قاسم بیگ وغیرہ کو ساتھ لے کر نہایت تیزی سے ہفتوں کی راہ دنوں میں طو کرتا ہوا دیپور کی طرف روانہ ہوا اور بیس پچیس دن کے بعد میر خان و شاہ قلی خان بخشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ حرم کو منزل بہ منزل ساتھ لے آئے (یہ واقعہ رمضان ۱۰۹۰ھ کا ہے) ۱۰۹۲ھ میں اورنگ زیب نے حمید خان پسر داؤد خان کو خلعت دے کر بھوج پور کا فوج دار مقرر کیا۔

۱۰۹۲ھ میں صفی خان صوبے دار بہار نے بغیر حکم چھین ہزار رپڑ صوبے کے خزانے سے صرف کر دیے تھے۔ اس لیے معزول ہو کر حاضری سے بھی محجور ہوا لیکن دوسرے سال بادشاہ نے اس کو اورنگ آباد (دکن) کی صوبے داری تفویض کی۔

۱۱۱) بزرگ امید خان ۱۰۹۲ھ تا ۱۱۰۵ھ (۸۵-۱۶۹۵ء)

بزرگ امید خان نواب شایستہ خان امیر الامرا کا پسر سوم تھا ۱۰۷۵ھ میں چاٹ گام کی فتح بیشتر اس کی سعی سے حاصل ہوئی تھی۔ بنگالے میں ضلع باقر گنج میں ایک بڑا پرگنہ بزرگ امید پور کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ بزرگ امید خان نے پٹنہ میں بہت دنوں تک صوبے داری کی۔ اس کے زمانے میں

شہزادہ اپنی شہزادگی کے سبب تخت کرتا تھا۔ اور مرشد قلی خان کو بادشاہ کا معتد ہونے کے سبب اپنے اعزاز کا خیال تھا۔ پرچہ نویسوں نے یہ کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ اورنگ زیب نے پوتے کو لکھا کہ اگر مرشد قلی خان کے خلاف تمہاری کوئی حرکت سموع ہوئی تو تمہاری شہزادگی کا خیال نہ کیا جائے گا۔ شہزادے کو یہ تہدید برسی لگی اور اسی کے بعد ۱۱۱۲ھ میں شمشیر خاں کا تبادلہ ہونے پر صوبہ بہار کا نظم شہزادے کے سپرد ہوا۔^{۱۵}

۱۱۱۴ھ میں شہزادہ محمد اعظم نے اورنگ زیب سے شہزادہ محمد عظیم کی بعض شکایتیں کر کے اس کی طلبی کا فرمان جاری کرایا۔ محمد عظیم نے حکم پا کر سید حسین علی خان بہادر کو صوبہ بہار کا نظم سپرد کیا اور خود بنگالہ و بہار سے کئی کھوڑ و زپیہ ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ اس اثنا میں ۲۸ ذیقعد ۱۱۱۵ھ (۲۲ فروری ۱۷۰۳ء) کو اورنگ زیب نے انتقال کیا اور اس کے بیٹوں میں سلطنت کی وراثت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ شہزادہ محمد عظیم پٹنہ سے جوڑ پڑی ساتھ لے گیا تھا انھی سے اس کے باپ محمد معظم بہادر شاہ نے سپاہ و سامان فراہم کر کے اپنے بھائیوں کو شکست دی۔ تخت سلطنت پر جلوس کر کے بہادر شاہ نے اپنے بڑے لڑکے معز الدین کو جہاں دار شاہ اور محمد عظیم کو عظیم الشان بہادر کے خطابات عنایت کیے۔^{۱۶}

(۲۷۷ کا بقیہ ملاحظہ)

دیوان اورنگ زیب نے اس کی تعلیم اور پرورش کی۔ پھر ہندوستان آکر مرشد قلی خان اورنگ زیب کی ملازمت میں رہا۔ اور اپنی لیاقتوں اور کارگزاریوں سے ترقی کر کے امرائے نامی میں شامل ہوا۔

۱۷ مائز عالم گری صفحہ ۴۰ -

(۱۲) فدائی خان ۱۱۰۶ھ تا ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۵-۱۷۰۰ء)

بزرگ امید خان کے بعد فدائی خان (محمد صالح پسر عظیم خان کو کہ) متوفا ہو کر مقرر ہوا۔ ۱۱۱۲ھ میں بادشاہ نے اس کو صوبے داری سے تبدیل کر کے تربت و در بھنگہ کا فوجدار مقرر کیا۔ اور اس کے منصب میں اضافہ کر کے ڈھائی ہزار سے تین ہزاری کر دیا۔^۱

(۱۳) شمشیر خان ۱۱۱۲ھ تا ۱۱۱۳ھ (۱۶۰۱-۱۶۰۳ء)

فدائی خان کے تبدیل ہونے پر شمشیر خان صوبے دار ہوا لیکن ۱۱۱۳ھ میں شمشیر خان کو اودھ کی طرف بھیج دیا گیا اور بہار کی صوبے داری شہزادہ محمد عظیم عالم بنگالے کی حکومت کے ساتھ ضم کر دی گئی۔^۲

(۱۴) شاہ زادہ محمد عظیم ۱۱۱۳ھ تا ۱۱۱۴ھ (۱۶۰۲-۱۶۰۵ء)

شاہ زادہ محمد عظیم پسر محمد معظم عرف بہادر شاہ بن اورنگ زیب ۱۱۰۹ھ سے بنگالے کا صوبے دار اور نواب مرشد قلی خان عرف جعفر خان دیوان تھا۔

۱۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۲۳۔

۲۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۷۰۔

۳۔ مرشد آباد اس کے نام پر آباد ہوا۔ مرشد قلی خان برہمن زادہ تھا۔ حاجی شفیع اصفہانی (بقیہ حاشہ ۲۷۸ء)

باب شانزدہم

سلاطین مغلیہ کا آخری دور

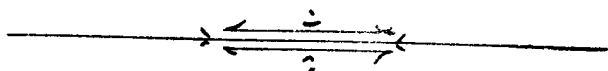
۱۱ سید حسین علی خان بہادر اور فرخ سیر

۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۲ھ (۱۶۰۶ء - ۱۶۱۱ء)

حسین علی خان جو فرخ سیر کی حکومت میں امیر الامرا کے خطاب سے مخاطب ہوا سادات بارہ سے تھا۔ شہزادہ محمد عظیم کی صوبے داری کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت کے زمانے میں بھی یہ اپنے عہدے پر بحال و برقرار رہا۔ بہادر شاہ نے چار برس اور چند مہینے سلطنت کر کے محرم ۱۱۲۳ھ میں انتقال کیا اور اس کے بیٹوں میں پھر سلطنت کی وراثت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ اسی معرکے میں عظیم الشان مع ہاتھی دریائے راوی میں ہلاک ہوا۔ اور اس کے بڑے بھائی معز الدین جہاں دار شاہ نے فتح مند ہو کر تخت سلطنت پر جلوس کیا اور دس مہینے حکومت کی۔ اس وقت بھی حسین علی خان اپنے عہدے اور منصب پر قائم رہا۔ بعد کے حالات فرخ سیر کی بادشاہت کے سلسلے میں بیان ہوں گے۔

(۱۵) پٹنہ کا عظیم آباد نام ہونا ۱۱۶۰-۱۱۷۰ھ (۱۷۰۲ء)

شہزادہ محمد عظیم نے اپنی صوبے داری کے زمانے میں قلعہ پٹنہ کو خوب آراستہ کیا اور شہر کو دہلی کا جواب بنانے کے ارادے سے از سر نو آباد کیا۔ مختلف طبقوں اور فرقوں کے باشندوں کے لیے جدا جدا محلے بنائے۔ مغل پورہ، لودی کیڑہ، دیوان محلہ بخشی محلہ وغیرہ اب تک اسی کی یادگار ہے۔ قلعے کے قریب اُمراء دولت رہتے تھے۔ اس محلے کا نام کیوان شکوہ رکھا گیا تھا۔ جو زحل کی نحوست سے تباہ ہو کر ”کواکھوہ“ ہو گیا۔ غربا اور مسافروں کے لیے بھی خیراتی مکان اور مسافر خانے بنوائے گئے تھے۔



۱۵ اسی وقت شہر کا نام عظیم آباد ہو گیا جو اب تک زبان زد ہے۔ پچاس سال کے قریب ہوئے فواب مرزا خاں داغ دہلوی پٹنہ آئے تھے جس کا ذکر انھوں نے فریاد داغ میں کیا ہے۔ اور یہاں مشاعرے میں جو غزل پڑھی تھی اس کے مقطع میں شہر کا ذکر عظیم آباد کے نام سے کیا ہے۔ ۵

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظرادن کے بیٹھے ہیں

۱۵ سیر المتاخرین جلد صفحہ ۷ وغیرہ۔

رعایت خان کے لیے عفو جرائم اور رہتاس کی قلعہ داری کا فرمان مع خلعت و نشان
 آیا ہو تو امید ہے کہ میں ان چیزوں کو لے جانے کے بہانے سے رعایت خان کا کام
 تمام کر سکوں۔ اگر اس کو قتل کر کے میں زندہ واپس آیا تو خود انعام کا مستحق ہوؤں گا
 ورنہ میرے مارے جانے کی صورت میں اہل و عیال کی پرورش کا خیال کیا جائے۔
 فرخ سیر اور اس کے ارکان دولت نے اس صلاح کے مطابق لاجپن بیگ
 کو خلعت و نشان دے کر بعض جاں بازوں کے ساتھ رہتاس کی طرف روانہ کیا۔
 پیام سلام کے بعد رعایت خان اس پر راضی ہوا کہ لاجپن بیگ دو ہمارے ہوں
 کے ساتھ قلعے کے دروازے پر آکر خلعت و نشان سپرد کرے۔ جب رعایت خان
 استقبال کو قریب پہنچا لاجپن بیگ نے اُن کی چھڑ نکال کر رعایت خان کے پیٹ
 میں ایسا مارا کہ ایک ہی دایں کام تمام ہو گیا۔ رعایت خان کے بعض ہوا خواہوں
 نے لاجپن بیگ کے چند زخم کاری لگائے لیکن ساتھیوں نے اس کو بچالیا اور
 رعایت خان کا سر کاٹ کر فرخ سیر کے پاس روانہ کیا۔ فرخ سیر نے بادشاہ سے
 لاجپن بیگ کو بہادر دل خان کا خطاب اور منصب دلویا اور اس واقعہ سے
 خود فرخ سیر کی قدر و اعزاز میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے بعد ہی بہادر شاہ کا
 انتقال ہوا، اور فرخ سیر نے تخت سلطنت کا جھگڑا طر ہونے کے قبل ہی اپنے
 باپ عظیم الشان کا خطبہ جاری کر کے خود بھی باپ کے پاس جانے کا تہیہ کیا۔
 لیکن حکیم محمد رفیع نجم اور بعض "دنیا طلب درویشوں" نے منع کیا کہ تخت نشین
 ہو کر اپنا سکہ و خطبہ جاری کیے بغیر اس سرزمین سے باہر قدم نکالنا مسعود نہیں۔
 اس زمانے میں نواب حسین علی خان صوبے دار عظیم آباد بعض پرگنات

۱۰ منتخب اللباب حصہ ۲ صفحہ ۷۰۹ و ۷۱۰۔

۱۱ مورخ خانی خان نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

(۲) فرخ سیر کا عظیم آباد پٹنہ میں جلوس کرنا ۱۲۲۵ھ

شاہزادہ محمد عظیم عظیم آباد سے چلتے وقت اپنے بڑے بیٹے کریم الدین کو ساتھ لیتا گیا تھا۔ اور دوسرے بیٹے فرخ سیر کو اپنے حرم اور بعض سامان کے ساتھ راج محل میں بطور نائب چھوڑ گیا تھا۔ بہادر شاہ نے اپنے مرنے سے کچھ دن پہلے اعز الدولہ خان خانان بہادر کو بنگلے کی صوبے داری کے لیے نامزد کیا تھا اور اپنے پوتے فرخ سیر کو اپنے پاس طلب کیا تھا۔ فرخ سیر بنگالے سے عظیم آباد آکر نواح شہر (باغ جعفر خاں) میں مقیم ہوا اور بادشاہ کو خرچ راہ کی کمی اور موسم برسات کا غم لکھ بھیجا۔ اسی زمانے میں حکیم محمد رفیع نے (جو علم نجوم سے بہرہ افرار رکھتا تھا) فرخ سیر کو سلطنت کا حشرہ سنایا۔ اور بعض درویشوں نے بھی اسی سرزمین میں تخت نشین ہونے کی نوید دی اس لیے فرخ سیر نے یہاں سے نکلنا نہ چاہا۔ فرخ سیر اپنے اور بھائیوں کی بہ نسبت اپنے باپ عظیم الشان اور اپنے دادا بہادر شاہ کی نظر میں زیادہ قدر و منزلت نہ رکھتا تھا۔ اتفاق سے اس زمانے میں محمد رضا (مخاطب بہ رعایت خان) بہادر شاہ کی خفگی کے سبب دکن سے خفیہ صوبہ بہار آیا اور ایک جعلی فرمان بنا کر قلعہ رہتاس پر قابض ہو گیا اور اس علاقے سے مال گزاری جمع کر کے بادشاہ کو عرضی لکھی کہ شاہی متصدیوں کا کوئی بندوبست نہ رہنے کے سبب میں نے اس قلعے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ بہادر شاہ اور عظیم الشان نے فرخ سیر کو رعایت خاں سے قلعہ چھین لینے کا حکم دیا۔ لیکن فرخ سیر کے پاس اس قلعے کے محاصرے کے لیے کافی لوازمات اور سامان موجود نہ تھے۔ اس جیس بیس کو دیکھ کر لاجپن بیگ نامی ایک قلماق نے جس کو فرخ سیر نے ملازمت سے برطرف کیا تھا یہ اصرار کیا کہ اگر یہ مشہور کر دیا جائے کہ بادشاہ کی طرف سے

ہونے لگا۔ فرخ سیر نے میر افضل کے باغ میں دربار کر کے جلوس کیا اور رؤسا اور زمینداروں سے ندریں وصول کیں، اور فقراء اور درویشوں اور نجومیوں کو جاگیریں اور انعام عطا کیے۔

حسین علی خان نے تمام تاجروں، مہاجنوں اور متول لوگوں کی ایک فہرست تیار کر کے ہر ایک پر نذرانہ تشخیص کیا۔ سرے پر انگریز اور ڈچ تاجروں کے نام تھے۔ انگریزی کمپنی نے ساڑھے چھ ہزار روپے حسین علی خان کی نذر کیے۔ تب بائیس ہزار روپے اور دے کر فرخ سیر سے چھٹکارا ہوا لیکن ڈچ کمپنی نے انکار کیا اور ان کا مال ضبط کر لیا گیا۔

حسین علی خان نے اپنے منصوبے کی اطلاع دے کر اپنے بھائی سید عبداللہ خان صوبے دار الہ آباد کو بھی کمک کے لیے آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد فرخ سیر جہاں دارشاہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ بعد کے واقعات کو اس صوبے کی تاریخ سے کم تر تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہو گا کہ جہاں دارشاہ نے اول اپنے بیٹے اعز الدین کو مقابلے کے لیے متعین کیا اور اس کے شکست لے کر میر افضل کا باغ اس جگہ تھا جہاں اب انجنیئرنگ کالج ہے۔ اس کے پورب جانب محلہ گولک پور میں ایک مسجد کے کتبے میں فرخ سیر کا اس مسجد میں نماز پڑھنا اس مصرعہ سے ظاہر ہے۔

”کرد فرخ سیر نماز ادا“ لے DISTRICT GAZETTEER PATNA

مطبوعہ ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۶۔ منتخب اللباب حصہ ۲ صفحہ ۱۵ء کے مطابق فرخ سیر نے تین لاکھ روپے کی جنس پٹنہ کے تجارت سے ادھار خریدی اور شاہی خزانہ صوبہ بنگالے اور عظیم اشان کی جاگیر سے پچھتر لاکھ روپے اس کے ہاتھ لگے تھے جہیں لاکھ تو سید عبداللہ خان صوبے دار الہ آباد کے پاس پہنچے باقی کئی لاکھ روپے سر بلند خان نے دبار رکھے۔ اور شاید کچھ رقم جہاں دارشاہ

کے انتقام کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔ تخت سلطنت حاصل ہوئے بغیر صوبے میں
عظیم الشان کا خطبہ پڑھا جانا حسین علی خان کو ناگوار معلوم ہوا۔ فرخ سیرے صوبے
میں حسین علی خان کا اقتدار دیکھ کر اس کو اپنا طرف دار بنالیا ضروری سمجھا اس لیے
تمام اختیار و مدار سلطنت اس کے ہاتھ میں دینے کا وعدہ کر کے اس کو اپنا حامی
بنالیا۔ اس کے بعد ہی عظیم الشان کے ہلاک ہوئے اور جہاں دار شاہ کے
بادشاہ ہوئے کی خبر پہنچی۔ جس کا ذکر اذپر گزر چکا ہے۔

سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں دار شاہ نے مرشد قلی خان اور
حسین قلی خان کو حکم بھیجا کہ فرخ سیر کو مع اہل و عیال دہلی روانہ کرو۔ مرشد قلی
خان نے دیکھا کہ اس جھگڑے میں پڑنا بدنامی سے خالی نہیں۔ اس لیے خفیہ
فرخ سیر کو خبر کر دی کہ اپنی فکر کر لے۔ فرخ سیر بنگالے سے عظیم آباد آکر یلغ جعفر
خان میں مقیم ہوا اور احمد بیگ (غرف غازی الدین خان بہادر) کے ذریعے
سے حسین علی خان کو اپنے آنے کی خبر دی۔ حسین علی خان عظیم الشان کے بعض
احسانات کو یاد کر کے ملازمت کو حاضر ہوا اور اس کو جہاں دار شاہ کے حکم
سے آگاہ کیا۔ فرخ سیر نے کہا کہ میں تو آپ کے بھروسے پر یہاں آیا ہوں اس
وقت پردے کے اندر سے عورتوں نے بھی الحاح و زاری شروع کی اور فرخ
سیر کی کم سن بچی ملکہ زمانی بھی پاس آکر کہنے لگی کہ جو ہونا ہو وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن
آپ نے اگر میرے باپ کی مدد نہ کی تو خلق خدا آپ کو کیا کہے گی۔ حسین علی خان
نے جواب دیا کہ میرے پاس تو سوائے سر کے کوئی چیز نہیں جو بادشاہ ہند
کے کام آئے۔ اس کی ضرورت ہو تو حاضر ہو۔ فرخ سیر نے یہ سنتے ہی اپنی
تلوار حسین علی خان کی مکر سے باندھ دی۔ اسی وقت سے سامان جنگ درست

کے ساتھ کوئی بڑا سلوک کیا تو بیس دن کے اندر مجھ کو کن سے واپس آیا ہوا سمجھنا غرض
 - قرار داد کے مطابق میر جملہ عظیم آباد آیا۔ اتفاقاً اس زمانے میں بادشاہ نے
 لطف اللہ خاں صادق دیوان خالصہ کی تجویز سے دو صدی تاہن صدی منصب
 اور سات آٹھ ہزار سوار والا شاہی کی تقرری اور تاعطائے جاگیر مبلغ پچاس روپی
 ماہانہ نقد ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور پھر ان کی تقرری کے بعد ہی برطانی کا حکم صادر
 کیا۔ میر جملہ نے جن سواروں کو مشرور کیا تھا ان کی تنخواہ چڑھ گئی اور صوبے کا خزانہ
 بہت کچھ دھیر نامی زمیندار (جس کا ذکر ابھی آئے گا) پر فوج کشی کرنے میں صرف
 ہو گیا تھا۔ سواروں نے تقاضا شروع کیا اور میر جملہ کو اس طرح گھیرنے لگے کہ
 جان چھڑانی دشوار ہو گئی۔ آخر کچھ بن نہ پڑی تو روپوش ہو کر چچا عظیم آباد سے
 وہلی بھاگ گیا۔ وہاں بادشاہ اور سادات بارہ کے فسادات کے سبب متوتخ
 افواہیں اڑی ہوئی تھیں۔ میر جملہ کے پہنچنے سے گمان ہوا کہ بادشاہ نے اس کو
 قطب الملک کے خلاف کسی قصد سے بلوایا ہو۔ ہر چند بادشاہ نے میر جملہ کو
 باریابی کا موقع نہ دیا بلکہ اس کو مغضوب اور کم منصب کر کے قطب الملک کی
 تسلی میں کوشاں ہوا اور خود میر جملہ نے اس طرح بھاگ کر آنے سے ادم ہو کر معذرت
 کی لیکن سو رنن رفع نہ ہوا۔ آخر میر جملہ تبدیل ہو کر پنجاب بھیج دیا گیا اور عظیم آباد
 کی صوبے داری کو سر بلند خاں کو دی گئی۔ ۱۷

۱۷ خمس الدولہ نواب لطف اللہ خاں صادق کی نسل میں بعض لوگ محدثون گولہ شہر
 عظیم آباد پٹنہ میں اب تک موجود ہیں۔

کھانے پر خود مقادرت کو آمادہ ہوا۔ لیکن باوجود وافر فوج و سامان رکھنے کے گرفتار ہو کر
۱۲۴۴ھ کو قتل کیا گیا۔ جہاں دار شاہ کی حکومت گیارہ مہینے کے اندر
تمام ہو گئی۔

(۳) میر جملہ خان خانان قاضی عبداللہ تورانی

۱۱۲۴ھ تا ۱۱۲۶ھ (۱۲-۱۳۱۴ء)

سید حسین علی خان بہادر نے فرخ سیر کی معیت میں عظیم آباد سے چلتے
وقت اپنے بھانجے غیرت خان کو بطور نائب چھوڑا تھا۔ فرخ سیر کے بادشاہ ہونے
پر سید عبداللہ خان "قطب الملک" اور سید حسین علی خان "امیر الامراء" کے
خطاب سے مخاطب ہوئے اور تمام اختیار سلطنت ان دونوں کے قبضہ اقتدار
میں آگیا۔ اسی زمانے میں دارالحکومت پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں عبداللہ تورانی
قاضی جہاں گیر نگر نے بعض خفیہ کارروائیاں انجام دی تھیں جس کے صلے میں
اس کو بھی "خان خانان میر جملہ" کا خطاب عطا ہوا۔ سادات بادشاہ نے رفتہ رفتہ
اس قدر پائو پھیلانے کہ خود بادشاہ کو کسی امر میں دست اندازی کی گنجائش باقی نہ
رہی آخر بادشاہ اور امیر الامراء دونوں ایک دوسرے کی خرابی کے درپے ہوئے۔
میر جملہ بادشاہ کا طرف دار تھا اس سے بھی امیر الامراء کی ان بن ہو گئی۔ بالآخر
برطی بے مطفی کے بعد یہ بات قرار پائی کہ میر جملہ صوبے دار مقرر ہو کر عظیم آباد
بھیج دیا جائے اور امیر الامراء دکن کی طرف روانہ ہو۔ امیر الامراء نے یہ بھی دھکی
دی کہ میری غیبت میں بادشاہ نے میر جملہ کو اپنے پاس بلایا یا سید عبداللہ قطب الملک

شخص کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۶) نظام الملک کا نام زد ہونا ۳۱-۳۲ھ (۱۹-۲۰ء)

سید حسین علی خان اور سید عبداللہ خان اور ان کے دیوان رتن چند نے رفتہ رفتہ موروثی امراء کو خارج کر کے اکثر عہدے سادات بارہہ اور بقالوں کو تفویض کیے۔ دکن میں نظام الملک اپنے ذاتی اعزاز اور خود داری کے سبب آبرؤ بچائے ہوئے تھا اور اس کی نیکی اور الوالعزمی کے سبب امراء کبار مغلیہ اس کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ سید عبداللہ خان نے اس بنا پر کہ صوبہ عظیم آباد کے بعض زمیندار شہرہ پشت تھے اور نظام الملک آصف خان بہادر فتح جنگ (قلج خان) نہایت ذی اقتدار امیر تھا۔ فرخ سیر کی طرف سے اس کو صوبہ بہار کی صوبے داری کے لیے نام زد کیا۔ نظام الملک نے بھی چار و ناچار قبول کیا۔ لیکن ابھی نظام الملک ادھر آنے کا تہیہ ہی کر رہا تھا کہ سلطنت کا سانحہ پیش آیا جس کی کیفیت مختصراً یہ ہے کہ بادشاہ اور سادات بارہہ کی مخالفت اس حد کو پہنچی کہ سادات بارہہ نے مروت و پاس نمک اٹھا کر اپنے نام نہاد آقا کے استیصال کا قصد کیا۔ انھوں نے فرخ سیر کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ زناہ محل سے گھسٹو کر کھول و مجبوس کیا اور کچھ عرصے کے بعد وہ قید خانے ہی میں ہلاک ہوا۔ سید عبداللہ خان اور حسین علی خان کے تسلط سے تخت سلطنت بساط شہر بن گیا۔ چند ہینوں کے اندر یکے بعد دیگرے رفیع الدربارت اور رفیع الدولت پسران رفیع الشان ۱۷ منتخب الباب ۲ صفحہ ۶۸، دھیرنگاری کے راجا کا یہی نام تھا۔ لیکن منتخب الباب میں اس کے متعلق کوئی ملاحظہ من موجود نہیں غالباً نگاری کا راجا مراد ہے۔ ۱۷ منتخب الباب ۲ صفحہ ۶۸، ۶۹، ۷۰۔

۴) سر بلند خان ۱۱۲۶ھ تا ۱۱۳۰ھ (۱۵۰۸-۱۵۱۸ء)

قطب الملک کی رضامندی کے لیے میر جلد کو تغیر کر کے سر بلند خان صوبے دار مقرر ہوا تھا لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو صوبے داری راس نہ آئی اور جاگیر کے تبادلہ خرچ کی کمی اور سپاہ کی تنخواہ کے تقاضے سے تنگ آ کر اس نے اثاثہ البیت اور اس پر وفیل جامعہ داروں کے سپرد کر کے خود فقیرانہ زندگی بسر کرنے کا قصد کیا۔ لیکن قطب الملک نے اپنے پاس سے نقد و جنس دے کر اس کو کابل کی صوبے داری پر آمادہ کیا۔ صوبہ بہار میں اس کے زمانے کا قابل ذکر واقعہ دھیر زمیندار کی بغاوت ہے۔

۵) دھیر زمیندار صوبہ عظیم آباد کی بغاوت اور قتل

دھیر نامی زمیندار کچھ عرصے سے اس صوبے میں سرکشی کرتا تھا اور چند بار شہزادہ اور صوبے داروں کی فوج سے مقابلہ کر کے ان کو زک بھی دے چکا تھا۔ میر جلد نے اپنی صوبے داری میں اس پر فوج کشی کی لیکن صوبے کا تمام خزانہ صرف کرنے پر بھی اس کی زمینداری پر قبضہ نہ ہو سکا۔ سر بلند خان کے آنے تک دھیر کی لوٹ مار سے صوبے کی تمام رعایا اور جاگیر داروں کا ناک میں دم آ گیا تھا۔ سر بلند خان نے ایک بڑی جمعیت فراہم کر کے دھیر کا مقابلہ کیا۔ طرفین سے بہت آدمیوں کے مارے جانے پر بالآخر دھیر فرار ہو کر جنگلوں میں جا چھپا اور اچانک کسی

۱۔ منتخب الدباب جلد ۲ صفحہ ۸۰۱۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خرقر پوشی محض ڈھکوسلا ہو کیوں کہ سر بلند

خان نے کئی لاکھ رپے جہاں دار شاہ کے زمانے میں دبائے تھے جو نوٹ صفحہ ۲۵۱ میں مذکور ہے۔

ہو کر آیا۔ سیر المتاخرین (جلد ۲ صفحہ ۹۳) میں اس کی صوبے داری کا زمانہ تخمیناً ۱۱۳۰ھ کے قریب بتایا ہوا اور لکھا ہوا کہ ”اس نے ایسی سختیاں کیں کہ تھوڑے ہی دنوں میں لوگ نالاں ہو گئے اور شیخ عبداللہ جو مدت سے عظیم آباد میں مرجع انام تھا اور گاہ گاہ بعض صوبے داروں کی نیابت بھی کر چکا تھا۔ تنگ آکر گنگا پار قلعہ سوانچ میں جہاں اس کے زر خرید مراضعات بھی تھے پناہ گزیں ہوا لیکن فخر الدولہ نے پیچھا نہ چھوڑا، اور شیخ موصوف وہاں سے نکل کر برہان الملک صوبے دار اودھ کی پناہ میں چلا گیا۔“ یہ ایذا رسانی شیخ موصوف تک محدود نہ تھی بلکہ شہر کے اور مشاہیر عظام بھی مورد دیداد ہوئے۔ انھی میں خواجہ معتمد برادر امیر الامراء بھی تھا جو مشائخ ہند کے طور پر فقیرانہ زندگی نہایت آسودگی سے بسر کرتا تھا۔ آزرہ ہو کر شاہ جہاں آباد چلا گیا اور عند الملاقات امیر الامراء مصمام الدولہ کو سارا ماجرا کہنایا۔ مصمام الدولہ نے برہم ہو کر فخر الدولہ کو برطرف کرایا اور صوبہ بہار کو ہنگامے میں شامل کر کے یہاں کی صوبے داری کی سند موتمن الملک نواب شجاع الدولہ شجاع الدین محمد خان ناظم ہنگال کے نام بھجوا دی۔“

صاحب سیر المتاخرین نے یہ نہیں بتایا ہوا کہ فخر الدولہ نے شیخ عبداللہ کو خواجہ معتمد کے ساتھ کیا تعدی کی اور اس کے کیا اسباب تھے۔ ممکن ہو کہ خود ان لوگوں نے صوبے دار کی کارروائی میں دخل در معقولات کیا ہو۔

راقم نے اس صوبے دار کے زمانے کا ایک کتبہ پایا تھا جس کو راقم کی درخواست کے مطابق انپکٹر جنرل پولیس بہار داڑیہ نے تھانہ خواجہ کلاں لی دیوار پر نصب کرا دیا ہوا اور بذریعے چٹھی نمبر ۶۳۶۲ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۳۲ء راقم کو بھی اس کی اطلاع دے کر مشکور فرمایا۔ کتبے کی عبارت یہ ہے۔

بن بہادر شاہ تخت نشین کیے گئے۔ اور اسی اثنا میں مترسین ناگر (ملازم نیکو سیر) نے بعض امرا کو ملا کر نیکو سیر پسر اکبر بن عالم گیر کو اکبر آباد میں تخت نشین کر دیا۔ اور ان سب کم زور شاہان شطرنج کے بعد بالآخر ۱۱۳۲ھ میں روشن اختر پسر نجمتہ اختر بن جہاں دار شاہ نے بادشاہ ہو کر ابو المظفر ناصر الدین محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ حسین علی خاں کے مارے جانے پر سید عبداللہ خان نے محمد شاہ کے علی الرغم محمد ابراہیم پسر رفیع الدولت کو تخت نشین کیا تھا لیکن وہ بھی مغلوب ہوا۔

فرخ سیر کی گرفتاری کے بعد ہی حسین علی خاں نے نظام الملک کو قول و قرار سے مطمئن کر کے بجائے عظیم آباد کے مالوکی صوبے داری پر راضی کیا تھا اس لیے نظام الملک ادھر نہ آیا۔

(۷) عقیدت خان ۱۱۳۳ھ تا ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳-۲۵ء)

۱۱۳۳ھ میں محمد شاہ بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے پیش کش لے کر عقیدت خان پسر امیر خان صوبے دار معزول ٹھٹھہ کو عظیم آباد کا صوبے دار مقرر کیا۔ اس صوبے دار کے متعلق اس صوبے کا کوئی قابل تذکرہ واقعہ معلوم نہیں ہوتا۔

(۸) نواب فخر الدولہ ۱۱۳۶ھ تا ۱۱۴۲ھ (۱۷۲۵-۳۰ء)

عقیدت خان کے بعد نواب فخر الدولہ برادر حقیقی نواب روشن الدولہ بنے۔

۱۔ نواب الباب حصہ ۲ صفحہ ۸۱۷۔

۲۔ نواب الباب حصہ ۲ صفحہ ۹۳۸۔

باب ہفتم

بہار کابنگالے میں شامل ہونا اور صوبے داروں
کی منصوبے بازی

(۱) شجاع الدولہ شجاع الدین محمد خان اسد جنگ
۱۱۳۳ھ تا ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء تا ۱۷۳۱ء)

شجاع الدولہ قوم افشار یعنی خراسانی ترکوں کی نسل سے تھا اور جعفر خان
ملقب بہ نواب مرشد قلی خان ناظم بنگالہ (۱۱۵۱ھ تا ۱۷۳۵ء) کا داماد تھا۔ مرشد
قلی خان نے اپنی نظامت میں شجاع الدولہ کو اڑیسہ کی صوبے داری دلوائی تھی۔
۱۱۳۳ھ (۱۷۳۳ء) کے قریب جب مرشد قلی خان کی زندگی کے دن آخر ہونے
کو آئے تو اس نے اپنے نواسے علاء الدولہ سرفراز خان پسر شجاع الدولہ کو اپنا
قائم مقام کرنا چاہا لیکن شجاع الدولہ بیٹے سے پہلے خود ہی حاکم بنگالہ ہونا چاہتا
تھا۔ اس نے اپنے عزیز و رفیق محمد علی وردی خان اور اس کے بھائی حاجی احمد
کی صلاح سے خفیہ بندوبست کر کے دہلی سے اپنے نام نہ صوبے داری منگولی
اور ۱۱۳۶ھ (۱۷۳۶ء) میں مرشد قلی خان کے مرنے پر مرشد آباد آکر مندارت
پر جلوس کیا۔ سرفراز خان خود کو مرشد قلی خان کا ولی عہد جانتا تھا لیکن اپنی ماں

بندۂ نواب فخر الدولہ معدوح زمان آں کہ در نامش حسن را با علی باشقران
 ساخت دارالعدل جانیکو بنا بر حسب داد در ہزار و یک صد و چل دو شمرا بیخ آن
 داؤد خاں قریشی کے زمانے کے بعد یہ دوسرا دارالعدل ہی جو عظیم آباد میں
 قائم ہوا۔ اس سے نواب فخر الدولہ کی عدالت آرائی کا ثبوت ملتا ہے۔

شہر میں فخر الدولہ کی مسجد مشہور ہے لیکن اس کو اس صوبے دار سے کوئی
 تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ مسجد ایک بیگم نے ۱۲۰۲ھ میں (فخر الدولہ کے ساٹھ
 برس بعد) بنوائی۔ مرشد آباد کے نوابوں کے خاندان میں اس کی تولیت تھی
 شاید انھی میں کوئی فخر الدولہ ہوگا۔ گورنمنٹ گزٹیئر اور دوسری تحریروں میں
 جو اس مسجد کو صوبے دار فخر الدولہ کی بنوائی ہوئی لکھ دیا ہے۔ مسجد کے کتبے کی
 عبارت کے مقابلے میں صحیح نہیں۔ اس کی مفصل کیفیت کتاب کے دوسرے
 حصے میں لکھی ہے۔

بہر حال فخر الدولہ کو صوبہ بہار میں سلاطین مغلیہ کا آخری صوبے دار کہنا
 چاہیے کیوں کہ اس کے بعد صوبے داروں نے اپنی منصوبے بازی سے بہار
 و بنگالے کی حکومت کو ذاتی و موروثی ملک قرار دیا اور سلطنت مغلیہ میں بھی
 اتنا دم نہ تھا کہ ان کی روک تھام کرنی۔

(ص ۲۹۰ کا حاشیہ ۱)۔

۱۵ کتاب MARTIN'S EASTERN INDIA صفحہ ۴۳ میں صرف اس قدر لکھا ہے

کہ ۱۲۰۲ھ میں جو دارالعدل بنایا گیا تھا اس کی یادگار صرف ایک پتھر باقی ہے۔

۱۲۲ھ میں جب صوبہ بہار بھی بنگلے میں شامل کر دیا گیا تو شجاع الدین محمد خان نے دربارِ دہلی سے علی وردی خان کے لیے سند صوبہ داری بہار و عظیم آباد (مع اضافہ منصب پنج ہزاری و خطاب ہبایت جنگ اور پالکی بھالہ دار و علم و تقارہ) حاصل کر کے خان موصوف کو اپنی طرف سے فوج دے کر عظیم آباد روانہ کیا۔ ہبایت جنگ نے عظیم آباد آکر در بھنگہ کے پٹھانوں کو اپنی ملازمت میں رکھ لیا اور تھوڑی ہی مدت میں بتیا بھوج پور اور ٹلکاری کے راجاؤں اور زمینداروں کو مطیع کر کے اپنی ہبایت کی دھاک بٹھادی۔ عبدالکریم خاں روہیلہ پٹھان کو جو ڈیرہ ہزار پٹھانوں کا افسر اور غور بھی نہایت جری تھا اپنے گھر میں گھیر کر قتل کیا، اور بعض سرکشوں کو تدبیروں سے آپس میں لڑوا کر کم زور کر دیا۔ شجاع الدین کو بھی اطاعت سے راضی رکھا۔

(۳) ہبایت جنگ کی فوج کشی اور سرفراز خان کا قتل

۱۲۳ھ مطابق ۱۲۷۷ء

۱۲۳ھ میں شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا کا علاء الدولہ سرفراز خان سند نشین ہوا۔ اس وقت ہبایت جنگ نے اس کے باپ کے احسانات کو فراموش کر کے بنگلے کی حکومت کا حوصلہ پیدا کیا۔ ہبایت جنگ کا بھائی حاجی احمد سرفراز خان کے معتمدوں میں تھا اس نے خفیہ کارروائیوں سے سرفراز خان کے خلاف لوگوں کو ابھارا شروع کیا، اور دونوں بھائیوں نے مل کر سرفراز خان کی مخالفت کے لیے بہت سے حیلے اور اسباب ظاہری پیدا کر لیے۔ اس کے

زینت النساء بیگم کی نہایت سے باپ کی اطاعت پر طوعاً یا کرہاً راضی ہو گیا۔
 جب فخر الدولہ معزول ہوا اور صوبہ بہار کی نوبت داری بھی شجاع الدولہ
 کو مل گئی تو اس نے اپنے لڑکوں میں سے (یعنی محمد تقی خاں جو کسی غیر معروف
 عورت کے بطن سے تھا اور سرفراز خان جو زینت النساء بنت مرشد قلی خاں
 کے بطن سے تھا) ایک کو نائب مقرر کر کے عظیم آباد بھیجنا چاہا لیکن ان کی ماں
 نے ان کا جندا ہونا گوارا نہ کیا۔ شجاع الدولہ نے محمد علی وردی خاں کو لائق سمجھ کر
 بہار کی صوبہ داری کے لیے منتخب کیا اور دربار دہلی سے اس کے لیے سند و
 خطاب کی استدعا کی۔

(۳) نواب محمد علی وردی خان مہابت جنگ ۱۱۴۳ھ تا ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰-۱۷۴۷ء)

محمد علی وردی خان کے خاندان کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے
 کہ اس کا باپ میرزا محمد شہزادہ محمد اعظم پسر اورنگ زیب کا بکاؤں تھا۔ میرزا احمد
 کے مرنے پر اس کے بڑے بیٹے حاجی احمد نے شہزادے کی بکاؤں اور جواہر خانے
 کی داندھگی کا منصب پایا۔ لیکن شہزادے کے مارے جانے پر حاجی احمد اور
 علی وردی خان نے اڑیسہ آکر شجاع الدین محمد خان نائب ناظم اڑیسہ کی رفاقت
 اختیار کی چونکہ ان کی ماں بھی قوم افشار سے تھی اور شجاع الدین محمد خان کی
 قربت مند تھی۔ اس لیے شجاع الدین محمد خان نے ان کو اپنا مشیر خاص بنایا۔

۱۔ سیرالشاخین جلد ۲ صفحہ ۹۵ و ۹۶ ریاض السلاطین صفحہ ۲۹۳۔

۲۔ سیرالشاخین جلد ۲ صفحہ ۹۳۔

اشیاء از قیم جواہرات و فیل واسپ و ظروف طلائی و نقرئی و دربار دہلی کو ارسال کیں۔ اس کے بعد علی و روی خاں نے صوبہ بہار میں مستقل نائب مقرر کر کے خود بنگالے میں قیام کیا۔

(۴) نواب زین الدین احمد خان ہیبت جنگ ۱۱۵۳ھ تا ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸-۱۷۴۹ء)

مہابت جنگ نے دربار دہلی کو نقد و جنس بھیج کر اپنے اعزاز میں بھی اضافہ کروایا اور اپنے بھتیجے اور داماد زین الدین احمد خاں کے لیے سندھ صوبے داری عظیم آباد (مع منصب ہفت ہزاری و خطاب احترام الدولہ ہیبت جنگ) حاصل کی۔ ہیبت جنگ نے رائے چنتا سن داس کو جو مہابت جنگ کا قدیم و فادار دیوان تھا اپنی سرکار میں لے لیا۔ اور نواب ہدایت علی خاں کو مہابت جنگ نے بنگالے جلاتے وقت سرس کنٹھ کا فوج دار مقرر کیا تھا اپنے پاس بلوا کر فوج کا بخشی مقرر کیا۔ ہدایت علی خاں نے اپنے قرابت مند عبد العلی خان کو پہ سالاری دلوادی اور اپنے چھوٹے بھائی شامہدی خاں کو بھی معزز عہدے پر بحال کیا۔

(۵) بھوج پور کی بد امنی اور ہیبت جنگ کی فوج کشی

انہی دنوں میں بھوج پور کے زمیندار ہورل سنگھ اور ادونت سنگھ

بعد مہابت جنگ نے بھوج پور کے سرکشوں کی تنبیہ کے بہانے سے عظیم آباد میں فوج جمع کرنی شروع کی اور دہلی میں اپنے قدیم آشنا موتمن الدولہ اسحاق خان (جو محمد شاہ بادشاہ کے مقرریوں میں تھا) کی سازش سے نظامت بنگالہ (مع بہار و اڑیسہ) کی ایک سند اپنے نام اس شرط کے ساتھ منگوائی کہ بعد دخل یابی ایک کروڑ نقد اور تمام مال سرفراز خاں کا جو ضبطی آئے گا شاہی دربار کو بھیجا جائے گا۔ اس بندوبست کے بعد مہابت جنگ نے آخر ذیقعد ۱۱۵۲ھ میں اپنے بھتیجے اور داماد زین الدین احمد خان پسر حاجی احمد کو عظیم آباد میں اپنا قائم مقام اور نائب مقرر کیا اور خود شہر سے باہر وارث خاں کے تالاب کے پاس قیام کر کے مصطفیٰ خان و شمشیر خان و سردار خاں و عمر خاں و رحیم خاں و کرم خاں و سرانہ انھما و شیخ معصوم و شیخ جہاں یار و محمد و الفقار خاں و چھید ہزاری و بخشی پہلے و مختار و سنگھ وغیرہ سرداروں سے وفاداری کا عہد و پیمان لے کر مرشد آباد کی طرف کوچ کیا۔ بعد کے واقعات کو بنگالے کی تاریخ سے تعلق ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا ضروری ہے کہ سرفراز خاں نے ہر چند صلح کی کوشش کی لیکن مہابت جنگ نے ایسی شرطیں نکالیں کہ صلح ناممکن تھی۔ پھر مہابت جنگ نے بجائے قرآن کے اینٹ کو غلاف میں رکھ کر قول و قسم سے سرفراز کے ایلچی کو یقین دلایا کہ سوائے صلح کے کوئی دوسرا نشانہیں سرفراز خاں نے سادہ لوحی سے اس کا یقین کیا لیکن دوسرے ہی دن جنگ کی نوبت آئی اور سرفراز خاں مارا گیا۔ مہابت جنگ نے اس فتح کے بعد کروڑ پر نقد اور اس کے علاوہ سرفراز کے ضبط شدہ مال سے ساٹھ ستر لاکھ کی

۱۵ سیرالتخرین جلد ۲ صفحہ ۱۱۵۔ ۱۶ سیرالتاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ و ریاض السلاطین

صفحہ ۳۱۰۔ ۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۳۱۹۔

اس کو قتل کر ڈالا۔ روشن خان اس قدر فریبہ اور لجم تھا کہ قتل ہونے پر بھی سنگ
فرش کی طرح بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا۔

(۷) مرہٹوں کا نرغہ اور ہیبت جنگ کا بنگالے جانا

۵۴-۵۵ھ (۱۸۳۱-۱۸۳۲ء)

ابھی ہیبت جنگ بھوج پور سے تاوان جنگ پورا کرنے کی فکر میں تھا کہ
ہدایت علی خان نے رام گڑھ سے اطلاع دی کہ بھاسکر پنڈت سپہ سالار رگھوجی
بھونسلا (مرہٹہ) چالیس ہزار سواروں کے ساتھ چھوٹا ناگ پور کی راہ سے آتا ہے۔
ہیبت جنگ نے وہ خط بجنہ مہابت جنگ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ہی
یہ مرہٹے بھی بنگالے کی طرف پہنچ گئے۔ مہابت جنگ نے ہیبت جنگ کو عظیم آباد
کی فوج لے کر ملک میں مرشد آباد بلا یا۔ ہیبت جنگ کو بھوج پور کی مہم کے بعد
سپاہ کی تنخواہ ادا کرنی اور صوبے کا انتظام نہایت ضروری تھا۔ نواب ہدایت علی خا
نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور ہیبت جنگ صوبے کا انتظام خان مذکور کے سپرد
کر کے خود چھوسات ہزار سپاہ کے ساتھ مرشد آباد چلا گیا۔ اور اس کے بعد ہی عبد
خال بھی حتی المقدور سپاہ فراہم کر کے مہابت جنگ سے جاملایا۔

(۸) محمد شاہ بادشاہ سے ملک کی درخواست

اسی زمانے میں مرید خان بہادر بنگالے کا خراج لینے دہلی آیا تھا۔ مہابت
جنگ

کے علاقوں میں ظلم و تعدی کے سبب مسافروں کا گزرنے کا دشوار ہو گیا تھا۔
 ہیبت جنگ نے ان مفیدوں کو زیر کرنے کے لیے عظیم آباد میں فوج جمع
 کرنی شروع کی۔ اس وقت بعض خیراندیشوں نے سمجھایا کہ جب ان زمینداروں
 کو شکست ہوگی وہ عفو و تقصیر کے لیے ہدایت علی خان کو اپنا شفیع بنائیں گے
 اور مراسم سابقہ کے لحاظ سے ہدایت علی خان ان کی سفارش بھی ضرور کریں گے
 اس وقت رعایت و مروت میں تاوان جنگ وصول نہ ہو سکے گا ہیبت جنگ
 نے اس صلاح کے مطابق ہدایت علی خاں کو لطایف الحمیل سے پرگنہ
 سنوت اور رام گڑھ کے انتظام کے لیے روانہ کیا اور شاہ مہدی کو اس کی جگہ
 پر فوج کا بخشی مقرر کر کے بھوج پور پر چڑھائی کی۔ خفیف سی لڑائی کے بعد
 بھوج پوریوں نے شکست کھائی۔

(۶) روشن خان تراہی کا قتل

بھوج پور کی ہم حسب خواہ سرہونے پر ضلع شاہ آباد (آرہ) کے نامی
 پٹھان سردار روشن خان تراہی نے ہیبت جنگ کو ان زمینداروں کے ساتھ
 بعض رعایات ملحوظ رکھنے کی صلاح دی اور یہ بھی کہا کہ آپ ابھی کم سن اور
 ناتجربے کار ہیں۔ اگر میری بات نہ مانیں گے تو خمیازہ اٹھائیں گے ہیبت جنگ
 کو یہ بات بہت بُری لگی۔ خفیفہ اپنے جماعہ دار میر قدرت اللہ اور حسن بیگ
 خاں قلعہ دار مونگیر کو حکم دیا کہ دوسرے دن روشن خان آئے تو اس کا کام
 تمام کر دینا۔ دوسرے دن عصر کے وقت روشن خان آیا تو ان دونوں نے

کا استقبال کرنا۔ ہدایت علی خان نے اپنے ساز و سامان کو صفدر جنگ کی آن بان کے مقابلے میں بے حقیقت تصویر کر کے مرید خان بہادر کا وسیلہ ڈھونڈا۔ مرید خان پہلے سے صفدر جنگ سے ملاقات رکھتا تھا۔ اس نے صفدر جنگ سے ہدایت علی خان کے نام طمانیت کا خط لکھوایا۔ اس کے بعد ہدایت علی خان منیر سے استقبال کر کے صفدر جنگ کو عظیم آباد لے آیا۔ قلعے میں اترتے ہی صفدر جنگ نے حکم دیا کہ ہیبت جنگ کا سامان ہٹا دیا جائے۔ ہدایت علی خان نے تمام اثاثہ اٹھوا کر اپنے مکان کے قریب کسی جگہ رکھوایا۔ چند دنوں کے بعد صفدر جنگ بڑی شان و شوکت کے ساتھ قلعے سے برآمد ہو کر اپنے جد بزرگوار سعادت خان کے مقبرے پر فاتحہ کو آیا۔

عظیم آباد میں صفدر جنگ نے ہیبت جنگ کے بعض منتخب ہاتھی اور چند ضرب بیش قیمت توپیں لے لیں اور ہدایت علی خان نے کچھ روک ٹوک نہ کی۔ ان حرکات کے سبب اور نیز اس سبب سے کہ صفدر جنگ کے آنے تک مہابت جنگ نے مرہٹوں کو پس پا کر دیا تھا۔ مہابت جنگ نے بادشاہ سے اتنا عاکی کہ صفدر جنگ کو واپس بلوایا جائے ورنہ اس سے بے لطفی کا اندیشہ ہے۔ محمد شاہ نے صفدر جنگ کی واپسی کا حکم صادر کیا لیکن اس کے قبل ہی صفدر جنگ کو خبر ہو گئی تھی اس لیے منیر کے قریب کشنیوں کا پل باندھ کر مع فوج ندی کے پار اتر گیا۔

۱۔ سعادت خان کا مقبرہ محلہ دھول پور سے کوئی سو قدم دکھن ہے۔ یہ جگہ کچی باغ کہلاتی ہے۔

یہ سعادت خان برہان الملک سعادت خان بانی شہر فیض آباد کے پدر تھے۔ صفدر جنگ

کا یہاں آناسیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ میں بھی مذکور ہے۔

۲۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۔

۲۔ اس کو عظیم آباد میں ٹھیرایا اور بادشاہ سے تانہ انفصال جنگ مرہٹہ خراج روانہ کر کے
کی مہلت اور اس کے ساتھ شاہی ملک کی درخواست کی۔ بادشاہ نے عمدۃ الملک
صوبے دار الہ آباد سے واقعے کی تصدیق چاہی۔ اس کے بعد ابو المنصور خان بہادر
صفدر جنگ صوبے دار اودھ کو ملک کے لیے تاکید کی اور بالاجی راؤ سپہ سالار
پیشوا کو لکھا کہ تم خود چوتھ لیتے ہو پھر رکھو جی بھونسلہ کون ہوتا ہے اور کیوں برسر
فساد ہو۔

(۹) عظیم آباد میں صفدر جنگ کی آمد ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء)

حکم شاہی کے مطابق صفدر جنگ سولہ سترہ ہزار فوج لے کر جس میں اکثر
نادر شاہ کی باقی ماندہ فوج کے مغل تھے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ہیبت جنگ
نے اپنے نائب صوبے دار نواب ہدایت علی خان کو لکھا کہ مناسب طور پر صفدر جنگ
۱۷ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۳۴۔ ۱۵ اورنگ زیب کے بعد مرہٹوں نے زور کمزور کیا تو اکثر علاقوں
سے شاہی خراج کا چوتھا حصہ وصول کرنے لگے۔ جہاں یہ رقم نہ لی لوٹ اور غارتگری شروع
کردی۔ ۱۷ ابو المنصور صفدر جنگ سعادت علی خان صوبے دار اودھ کا برادر زادہ اور (۳) کاٹا
مقام تھا، اور چچا ہی کی لڑکی سے اس کی شادی بھی ہوئی تھی۔ نادر شاہ کی غارتگری کے
بعد جب پھر امن ہوا تو دربار دہلی میں صفدر جنگ کا طوطی بولنے لگا۔ نظام الملک نے جب
احمد شاہ کی وزارت سے معافی چاہی تو منصور خاں کو قلم دان وزارت اور خطاب صفدر جنگ
عطا ہوا اصل نام مرزا مقیم تھا اور حالات مائت الامرا اور تاریخ اودھ میں دیکھنا چاہیے ۱۲۰
صوبہ بہار آئے پر صفدر جنگ کو قلعہ رہتاس و چنار گڑھ کی حراست بھی بطور انعام مرحمت
ہوئی تھی۔ بہسرام میں اس کی ہوائی ہوئی عمارتیں اب تک موجود ہیں۔

کی طرف رجوع کی۔ اکثر لوگ اپنے اہل و عیال کو گنگا پار بھیجنے کا ہتھتہ کر رہے تھے۔ لیکن شاہ علیہم اللہ نے جو اہل معرفت سے تھے لوگوں کو وطنان دلایا کہ کوئی آفت اس شہر تک نہ آئے گی۔ اتفاقاً گوبند جی نامی بنارس میں ایک مہاجن تھا جو بالاجی کے قرابت مندوں میں تھا اور نواب ہدایت علی خاں کامنوں احسان تھا۔ اس نے خان موصوف کی استدعا پر بالاجی کو عظیم آباد کا رخ کرنے سے باز رکھا۔ گوبند جی کے کہنے سے بالاجی نے ہدایت علی خاں کے پاس اپنی تحریر اور کچھ تحائف بھیج کر وطنان دلایا اور خود بالا بالا عظیم آباد کی راہ کتراتا ہوا مونگیر و بھاگل پور ہو کر بنگالے چلا گیا۔

(۱۱) ہیبت جنگ کی واپسی اور نواب ہدایت علی خاں

کا بر طرف ہونا ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۲ء)

بنگلے سے مرہٹوں کے فرار کرنے کے بعد ہیبت جنگ بھی عظیم آباد

۱۱۵۶ھ شاہ علیہم اللہ کا وطن دہلی تھا۔ ترک علاقہ کر کے فقیری اختیار کی اور بیس برس مفقود الخیر

رہنے کے بعد اپنے بیٹے نواب ہدایت علی خاں سے ملنے کو عظیم آباد آئے۔ اور ۱۱۵۵ھ میں اتفاقاً

کیا۔ قبر محلہ ننگولہ سے متصل پورب جانب ہے۔ لوح مزار پر "مرقد اطہر سیر شاہ علیہم اللہ"

اور سال تاریخ و فاتح محذات "کنندہ ہے مفصل کیفیت کتاب کے دوسرے حصے میں ۱۱۵۵ھ

درج کی گئی ہے ۱۱۵۵ھ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۲۔

۱۱۵۵ھ واضح ہو کہ رگھو جی بھونسلہ کی فوج ناگ پور سے اڑیسہ چھوٹا ناگ پور اور بنگالے کی طرف

اچانک حملہ آور ہوئی تھی اور پشوا مرہٹہ کی فوج بادشاہی حکم سے رگھو جی کی فوج کی مدافعت کو آتی تھی۔

(۱۰) بالاجی راؤ مرہٹہ کی آمد اور اہل شہر کا ہراس

ابھی صفدر جنگ کا ہنگامہ کم ہوا تھا کہ یکایک بالاجی راؤ بادشاہ کے حکم کے مطابق مہابت جنگ کی ملک کے سلسلے میں حدود بہار تک آپہنچا۔ عظیم آباد میں صفدر جنگ کو بعض ہاتھی اور توپ دے دینے کے سبب اور شاید اس سبب سے کہ مہابت جنگ نے خود سرفراز خاں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا دوسروں سے بھی اپنے حق میں ایسی ہی توقع رکھتا ہوگا۔ مہابت جنگ اور مہابت جنگ دونوں ہدایت علی خاں سے مشکوک ہو گئے اور اس کو معزول کرنے کے قصد سے رائے چنتا سن داس کو اپنا نائب مقرر کر کے عظیم آباد بھیجا لیکن رائے مذکور یہاں آکر چند ہی دنوں میں مرگ مفاجات سے مر گیا اس وقت عظیم آباد میں کوئی حاکم موجود نہ تھا۔ مرہٹوں کی آمد سے لوگ بہت متفکر ہوئے کیوں کہ ان مرہٹوں کا قاعدہ تھا کہ جدھر پہنچے پہلے زرو مال کا مطالبہ کیا اگر مل گیا خیریت رہی ورنہ لوٹ کر ملک تباہ کر دیا۔ زیادہ تر ہراس کا سبب یہ تھا کہ داؤدنگر (ضلع گیا) میں داؤد خاں قریبیشی کا پوتا احمد خان بالاجی کے پاس حاضر نہ ہونے کے جرم میں تباہ کر دیا گیا تھا اور اس کا قلعہ جلا کر خاک کر دیا گیا تھا اور بالآخر پچاس ہزار پڑپیش کش دے کر اس نے جان چھڑائی تھی۔ ایسی حالت میں لوگوں نے ہدایت علی خاں کی

۱۵۱ انگریز مورخوں کا بیشتر یہی خیال ہو دکھتے ہیں HISTORY OF BENGAL

۱۵۲ غلام حسین خان نے BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE

اپنے والد ہدایت علی کی برات اور مہابت جنگ و مہابت جنگ کے بے جا شکوک و شبہات

کا حال صفحہ ۱۵۲ سیر المتاخرین میں لکھا ہے ۱۲

(۱۳) مصطفیٰ خان برجنگ کی بغاوت ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء)

مصطفیٰ خان، مہابت جنگ کے فوجی افسروں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ مہابت جنگ کے جنگلے پر قبضہ کرنے کے زمانے سے مرہٹوں کی یورش کے وقت تک اس نے بہت سے کار نمایاں کیے تھے لیکن آخر زمانے میں اس سے مہابت جنگ سے ناچاقی ہو گئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مرہٹوں کے مقابلے کے وقت مہابت جنگ نے ہم کے حسب خواہ سر ہونے پر مصطفیٰ خان کو بہار کی صوبے داری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم کے سر ہونے پر مصطفیٰ خان نے ایفائے وعدے پر اصرار کیا تو مہابت جنگ لیت و لعل کرنے لگا۔ کیوں کہ ہیبت جنگ سے چھین کر مصطفیٰ خان کو صوبے داری دینا اس کو شاق تھا علاوہ اس کے چند بار یہ بھی ہوا کہ مہابت نے مصطفیٰ خان کے ذریعے سے زاید سپاہ بھرتی کرائی لیکن کام نکل جانے پر خلاف وعدہ اس کو برطرف کر دیا جس سے پٹھانوں میں بددلی پیدا ہو گئی۔ اسی کے ساتھ ہیبت جنگ کا روشن خاں تڑپاں کو زرا اسی بات پر قتل کرنا اور ایک روز مہابت جنگ کے دربار میں مصطفیٰ خان کی حاضری کے قبل کچھ غیر معمولی طور پر مشتبہ بندوبست وقوع میں آنا بھی مزید کدورت کا باعث ہوا اور مصطفیٰ خان کو گمان ہوا کہ مہابت جنگ اس کو قتل کرانے کی فکریں کر رہا ہے۔

بہر کیف مصطفیٰ خان نے دہلی جانے کا بہانہ کر کے اپنی اور سپاہ کی تنخواہ کے سترہ لاکھ روپے وصول کیے اور مرشد آباد سے روانہ ہوا۔ مہابت جنگ نے ہیبت جنگ کو لکھ بھیجا کہ مصطفیٰ خان سپاہ کثیر کے ساتھ ادھر جا رہا ہے تم اس سے مقابلے کی

واپس آیا۔ اور چند دنوں کے بعد ہدایت علی خان سے کہا کہ مہابت جنگ کو تمہاری جانب سے سو رخصت ہو اور مجھ کو ان کی استرضاء لازم ہو اس لیے کچھ دنوں کے لیے تم علیحدہ ہو جاؤ۔ جب ان کا مظنہ دور ہو گا پھر بدستور کام کرنا۔ ہدایت علی خان نے طور بے طور دیکھ کر غرک تہیہ کیا اور باغ رائے بال کشن وکیل ناظم میں نقارہ کوچ بجا کر اودھ کی راہ لی اور صفدر جنگ کی رفاقت اختیار کی۔ اس کے بعد ہی نثار مہدی خان نے بھی آزرہ ہو کر ملازمت ترک کر دی۔^{۱۵}

۱۱۲) عظیم آباد کے حصار گلی کی مرمت ۵۶-۱۱۵۷ھ ۲۳-۱۱۵۷ھ

مرہٹوں کے اچانک حملہ آور ہونے کا حال معلوم تھا، اس لیے مہابت جنگ نے شہر کی پرائی فویل کو از سر نو مرمت کرنے اور اس کے گرد خندق کھود کر مٹی سے دیوار اور پشتہ بنانے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے حصار پر اور اس کے آس پاس مکان بنالیے تھے۔ انھوں نے سخت داویلا شروع کی مگر مہابت جنگ نے ایک نہ سنی اور مکانات کو منہدم کر کے حصار اور خندق کو درست کرالیا۔^{۱۶} بعد میں جب مرہٹوں کا زعمہ ہوا تو وہ لوگ بھی جن کے گھر منہدم ہوئے تھے اسی حصار کے اندر پناہ گزین ہو کر مہابت جنگ کے مشکور ہوئے۔

۱۵ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۵۶

۱۵ GOVERNMENT GAZETTER PATNA مطبوعہ ۱۹۲۲ء

صفحہ ۲۶ میں مرمت کا زمانہ ۱۱۶۲ء لکھا ہے لیکن سیر التاخرین کی رو سے ۱۱۵۶-۵۷ء ہوتا ہے

ہوراقم کے خیال میں صحیح ہے۔ اس کے مطابق ۱۱۶۲ء ہونا چاہیے ۱۲۔

میں ہتیا کردوں گا، اور اگر مہابت جنگ سے رفع ملال چاہو تو میں بہ ذات خود اس میں کوشاں ہوں گا۔ اور اگر مہاں کی صوبے داری کے لیے کوئی سند حاصل ہوئی ہو تو دکھاؤ کہ میں خود اپنی راہ لوں۔

مصطفیٰ خان نے جواب دیا کہ نہ مجھے مہمان رہنا ہو اور نہ مہابت جنگ سے صفائی قلب کی حاجت ہو۔ عظیم آباد پر دخل کر لینا البتہ ضروری ہو۔ اور سند کے لیے جو پوچھتے ہو میرے پاس بھی ویسی ہی سند سمجھ لو جو سرفراز خان کے مقابلے کے وقت مہابت جنگ کے پاس تھی۔

اس جواب کے بعد ہیبت جنگ آمادہ جنگ ہو کر بیٹھا تھا کہ، اِصفر ۱۱۵۵ھ کو مصطفیٰ خاں فوج لے کر عظیم آباد میں دمدے کے پاس نمودار ہوا اور فوج کے ایک دستے کو بلند خان روہیلہ کی سرداری میں چھوڑ کر باقی فوج سے ہیبت جنگ کے لشکر پر حملہ آور ہوا، اور کئی آدمیوں کو مقتول و مجروح کیا۔ راجا ندر سنگھ کا دادا بھی مارا گیا اور راجا کیرت سنگھ خود زخمی ہوا۔ ہیبت جنگ کے پاس میدان خالی دیکھ کر مصطفیٰ خان نے اپنے آدمیوں کو لٹکارا کہ ہیبت جنگ کو زندہ گرفتار کر لو، ہیبت جنگ متواتر عبدالعلی خان کو دمدہ چھوڑ کر اپنی طرف بلاتا رہا لیکن وہ نہ آیا۔ اتفاق سے اسی ہنگامے میں مصطفیٰ خان کے فیل بان کو گولی لگی اور مصطفیٰ خان ہاتھی کے گریز کرنے کا اندیشہ کر کے اتر پڑا لیکن پٹھانوں نے اس کے زخمی ہونے کا گمان کیا اور میدان سے بھاگنے لگے۔ اسی طرح ہیبت جنگ کی فوج میں راجا ندر سنگھ و کیرت سنگھ وغیرہم نے ہیبت جنگ کی طرف نرغہ دیکھ کر اس کے مقتول ہونے کا گمان کر کے اپنی اپنی راہ لی اور جو بھاگ نہ سکے ادھر ادھر جا چھے۔ اس دن اسی قد جنگ ہو کر رہ گئی اور طرفین سے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔

۱۷ اس جنگ میں غلام حسین خاں مولف میر التاخرین خود بھی موجود تھے اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔

تاب نہ لاسکو گے۔ لہذا گنگا پار ہو کر مرشد آباد چلے آؤ۔ پھر ہم تم مل کر مدافعت کی تدبیر کریں گے۔ ہیبت جنگ اس وقت ترہیت کی طرف تھا۔ اس نے عظیم آباد آکر بارغ جعفر خان میں مجلس شورت منعقد کی اور خود اس کی اوزنثار مہدی خان کی صلاح سے یہ رے قرار پائی کہ ملک کو چھوڑ کر بھاگ جانا سخت نامردی ہو۔ اس لیے مقابلے کو تیار رہنا چاہیے۔ ہیبت جنگ نے بارغ جعفر خان سے شہر تک تمام دمدے پر توپیں چڑھوا دیں اور اپنے فوجی افسروں اور تمام علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو جن میں عبدالعلی خان بہادر، نثار مہدی خان، احمد خان قریشی، شیخ جہاں یار، شیخ حمید الدین، شیخ امیر اللہ، کرم خان، غلام علی جیلانی، خادم حسین خان، راجا گیرٹ سنگھ (راجا)، رام نراین لال، راجا سندرن سنگھ (لکاری)، نام دار خان مع برادران سردار خان و کام گار خان و دن شاں و بشن سنگھ (زمیندار سرسٹھنبہ) و توبہ سنگھ (ترہیت) و ہرب سنگھ (اردل) وغیرہ شامل تھے جمع کر کے چودہ پندرہ ہزار سپاہ سے مقابلے کا بندوبست کیا۔ اس اثنا میں مصطفیٰ خان نے مونگیر پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کیا جن بیگ خان قلعے دار نے حتی المقدور مدافعت کی اور عبدالرسول خان (برادر مصطفیٰ خان) کے سر پر قلعے کی دیوار بے ایک پتھر گروایا جس سے اس کا سر پھٹ کر مغز نکل پڑا۔ مصطفیٰ خان نے اس قلعے کا محاصرہ فضول سمجھ کر عظیم آباد کا عزم کیا۔ ادھر ہیبت جنگ نے اس کا مافی الضمیر دریافت کرنے کی غرض سے حاجی سالہ کشمیری (المعروف بہ حاجی محمد خان) اور مولوی تاج الدین مدرس مدرسہ سیف خان وغیرہ کو مونگیر روانہ کیا اور مصطفیٰ خان کو یہ پیام دیا کہ تم نے ہبابت جنگ سے ترک رفاقت کی ہر ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں بطور مہمان خانہ افروز ہو اور بار برداری کے لیے جو انتظام ضروری ہوگا

۱۴۱) گڑھنی (ضلع آردہ) میں دوسری جنگ اور مصطفیٰ خان کا مارا جانا ۱۱۵۸ھ

چند ہی ہینوں کے بعد برسات ختم ہونے پر مصطفیٰ خان نے دوبارہ چنار گڑھ میں فوج آراستہ کی۔ اور بابوا دونت سنگھ زمیندار جگدیش پور کے علاقے میں پہنچ کر پھر جنگ کا عزم کیا۔ اس کی خبر پا کر ہیبت جنگ بھی عظیم آباد سے مستعد ہو کر مقلبلے کو روانہ ہوا۔ گڑھنی کے میدان میں دونوں فوجیں مقابل ہو گئیں۔ عین یورش میں کسی طرف سے ایک گولی آکر مصطفیٰ خان کے قلب کے پاس لگی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ پٹھانوں نے مضطرب ہو کر فرار اختیار کیا۔ ہیبت جنگ نے ہاشم قلی خاں داروغہ دیوان خانہ کو حکم دیا کہ مصطفیٰ خان کا سر کاٹ کر نیزے پر پھراؤ اس کے بعد اس کی لاش کو عظیم آباد بھجوا دیا۔ اور ہاتھی کے پانوں میں باندھ کر گھسیٹوایا پھر کمرے اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک حصہ پیچھم دروازے پر اور دوسرا پورب دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد جب دونوں حصے بوسیدہ ہو گئے تو اٹھوا کر دفن کیے گئے یہ افسوس ہو کہ چند سال کے اندر ہی خود ہیبت جنگ کی لاش کا بھی بجنہ یہی حال ہوا۔ مرا بزرگ عدو جائے شادمانی نیست کہ زندگانی مانیز جاودانی نیست

اس کے بعد پانچ دن تک مصطفیٰ خان نے توہیں چلا کر یوں ہی سیچھڑ چھاڑ جاری رکھی لیکن پچھٹے دن پھر آموں کے باغ سے برآمد ہو کر دمے کے قریب ہیبت جنگ سے ایک تیر کے فاصلے پر چلا آیا۔ اور دوسری طرف اس کا بیٹا تفتیٰ خان بھی آادہ پیکار ہوا۔ اس یورش میں ہیبت جنگ کے اکثر آدمی مجروح ہوئے لیکن اتفاق سے ہیبت جنگ کی طرف فتح اللہ نامی ایک شخص ایسا متقل مزاج اور بہادر نکلا کہ باوجود خود زخمی ہونے کے تفتیچوں کی بند و قیں بھر بھر کر ان سے چلوائیں اور مصطفیٰ خان کے نشان بردار کو بے نشان کر دیا اس وقت طرفین سے میدان کارزار گرم تھا۔ عین ہنگامے میں مصطفیٰ خان کے داہنی آنکھ میں ایک گولی لگ کر بن گوش سے نکل گئی۔ پٹھانوں نے اس کو قریب الموت یا مردہ سمجھ کر لاش کو اٹھالیا اور اپنا تمام سامان اور عورتوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور بیٹھے پور کے تالاب کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ یہاں مصطفیٰ خان کو ہوش آیا تو ساری سرگزشت معلوم ہوئی۔ ہیبت جنگ نے پٹھانوں کا تعاقب ضروری نہ سمجھ لیکن دؤر دؤر سے اپنی فوج کی بھلک دکھاتا رہا۔ مصطفیٰ خان نقارہ کو بجھا کر نوبت پور چلا گیا اور وہاں سے محب علی پور ہوتا ہوا حدود ضلع عظیم آباد سے نکل گیا۔

ہیبت جنگ بھی پیچھے پیچھے محب علی پور تک گیا تھا کہ ادھر مہابت جنگ اس کی کمک کو بنگالے سے عظیم آباد پہنچا۔ ہیبت جنگ فوج کی نگرانی عبدالعلی خان کے سپرد کر کے خود مہابت جنگ کی ملاقات کو عظیم آباد چلا آیا۔ جنگ کا اختتام حسب خواہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مہابت جنگ چند دنوں کے بعد بنگالے واپس گیا۔

(۱۶) پٹھانوں کی شورش اور ہیبت جنگ کا قتل

۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء)

محب علی پور کی جنگ کے بعد بعض واقعات مرشد آباد اور بھگوان گوڑے میں ایسے ہوئے جن سے شمشیر خاں و سردار خاں و مراد شیر خاں وغیرہ پٹھانوں سے جواب تک مہابت جنگ کی ملازمت میں تھے نفاق کے آثار ظاہر ہوئے۔ ۱۱۵۹ھ میں سراج الدولہ کی شادی محمد ایرج خاں کی لڑکی سے ہوئی۔ اس وقت ان پٹھانوں سے ایسی ناچاقی ہو گئی تھی کہ مہابت جنگ نے اس تقریب کے زمانے میں فوج کو ہر وقت مسلح رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس شادی کے بعد ہی شمشیر خاں اپنی اور سپاہ کی تنخواہ کے سات لاکھ روپی وصول کر کے اپنی جاگیر ضلع در بھنگ میں چلا آیا۔ ہیبت جنگ نے اس کو نامی سردار جان کر یا کسی اور نیت سے مہابت جنگ کی صلاح سے نوکری کا پیام دیا۔ مگر شمشیر خاں ہیبت جنگ سے مطمئن نہ تھا۔ عبدالکریم خان اور روشن خاں تراہی کا ماراجا نامعلوم تھا۔ اس لیے پہلے ملازمت پر رضامند نہ ہوا۔ تب ہیبت جنگ نے آقا عظیم اور محمد عسکر خاں وغیرہ خاص مصاحبوں کو بھیج کر عہد و پیمان سے اس کو اطمینان دلایا۔ آخر ذی الحجہ ۱۱۶۱ھ میں شمشیر خاں اور اس کا بھانجہ مراد شیر خاں اور عبدالرشید خاں اور بخشی ہیلیہ وغیرہ پٹھان سپاہیوں کو لے کر عظیم آباد کے سامنے گنگا کے اس پار خیمہ زن ہوئے۔ ان کو مزید اطمینان دلانے کی غرض سے ایک روز ہیبت جنگ نے تاریخ جدید صوبہ بہار و اڑیسہ صفحہ ۲۷۰ میں لکھا ہے کہ سراج الدولہ کی شادی ہیبت جنگ کی لڑکی سے ہوئی۔ یہ قبیح غلطی ہو کیوں کہ ہیبت جنگ سراج الدولہ کا باپ تھا۔ اسی طرح صفحہ ۲۸۶ میں ہیبت جنگ کو سراج الدولہ کا چچا لکھ دیا ہے ۱۲

(۱۵) جنگ محب علی پور (ضلع عظیم آباد پٹنہ) ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۵ء)

مصطفیٰ خاں کے مارے جانے پر اس کا بیٹا مرتضیٰ خاں اور باقی ماندہ پٹھان سہسرام کی طرف بھاگ کر چلے گئے تھے۔ انھوں نے رگھوجی بھونسلہ سے استعانت چاہی۔ رگھوجی تو ایسے موقعوں کی تاک ہی میں رہا کرتا تھا۔ فوراً بیس ہزار فوج لے کر لوٹ مار کرتا ہوا چڑھ آیا اور پٹھانوں کو رہا کر دیا۔

مہابت جنگ کو بھی مرہٹوں کے آنے کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ وہ مرشد آباد سے صراج الدولہ (نواسہ) اور سعید احمد خاں صولت جنگ (داماد) اور میر جعفر خان (یزنہ) اور شمشیر خان و سردار خان وغیرہ سرداروں کو ساتھ لے کر عظیم آباد ہوتا ہوا مہبت جنگ کی معیت میں نوبت پور پہنچا۔ اب تک مرہٹوں کا کچھ پتا نہ تھا۔ آگے بڑھ کر محب علی پور میں اچانک مرہٹوں سے ٹکھیر ہو گئی۔ رگھوجی کو گمان تک نہ تھا کہ مہابت جنگ کی فوج بنگالے سے اس قدر جلد یہاں تک پہنچ سکے گی۔ میر جعفر اور شمشیر خاں کی سپاہ نے اچانک رگھوجی کو گھیر لیا۔ لیکن مرہٹے مدافعت کر کے اس کو چھڑالے گئے۔ بہر کیف مرہٹے اور ان کے ساتھی پٹھان مہزوم ہو گئے۔

اس معرکے میں مہابت جنگ کی فوج میں شمشیر خان و سردار خاں وغیرہ پٹھان سرداروں سے منافقت اور بددلی ظاہر ہوئی بلکہ گمان تھا کہ رگھوجی کا محصور ہو کر نکل جانا بھی انھی کی سہل انکاری کے سبب وقوع میں آیا۔

پان سو پٹھانوں کو لے کر حاضر ہوا اور ہر ایک کا نام بتا کر ندیں پیش کرتا رہا ہیبت جنگ پوچھتا ہوا تھا کہ بھائی شمشیر خاں کب آئیں گے اور لوگ جواب دیتے تھے کہ حضور وہ بھی اب حاضر ہوتا ہو۔ اتنے میں شمشیر خاں تین چار ہزار پٹھانوں کے ساتھ قلعے کے پاس کو توالی چوترے تک پہنچ گیا۔ اس وقت مراد شیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جلد پان لے کر رخصت ہو۔ شاید پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کہ عبدالرشید خاں ہیبت جنگ کے قتل میں سبقت کرے گا۔ اس وقت اس کے بدن میں لرزہ تھا۔ رخصت کا پان اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ ہیبت جنگ نے اس کو دوسرا پان دینے کے لیے نظربچی کر کے خاصہ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت عبدالرشید خاں نے کمر سے جمدھر نکال کر ہیبت جنگ کے پیٹ میں مارا۔ محمد عسکر خاں وغیرہ نے ”ہیں ہیں یہ کیا نمک حرامی ہو“ شور و غل کیا ہیبت جنگ اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا ہی چاہتا تھا کہ مراد شیر نے تیغ کا ایسا ہاتھ لگایا کہ شالے سے پہلو تک اُتر آئی۔ میر مرتضیٰ نے سینہ سپر ہو کر خود کو ہیبت جنگ پر گرا دیا۔ پٹھانوں نے اس کو پاش پاش کر دیا اور ہیبت جنگ کا سر کاٹ کر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ میر محمد عسکر ہیبت جنگ کی تلوار لے کر لڑا اور اسی جگہ مقتول ہوا۔ جنتاب رائے زخمی ہو کر اسی جگہ بیٹھ گیا اور ہیبت جنگ کی لاش کے ساتھ اٹھا۔ رمضان فی تحویل دار اور سینتارام بھی جی نمک ادا کر کے مارے گئے۔ مرنلی دھڑ بھڑکارہ۔ میر بدر الدجی۔ راجا رام نراہن اور میر عبداللہ نے اپنی شال کٹا کر اور کمر بند وغیرہ دے کر جان بچائی۔ لیکن شاہ بندگی بے چارہ مارا گیا اس کے بعد پٹھانوں نے ہیبت جنگ کی لاش کو پورب دروازے میں لٹکا دیا۔ پھر میر حیدر رنی کو تووال کی سعی سے سید محمد اصفہانی سے لاش کے ٹکڑوں کو ایک جاکر کے بیگم پور کے مقبرے میں دفن کیا۔

خود اپنے چھوٹے لڑکے کو ساتھ لے کر کشتی پر گنگا کے پار جا پہنچا شمشیر خاں لب آب سے استقبال کر کے اس کو خیمے میں لے گیا اور زندگی بسر کر کے ہیبت جنگ کے اصرار پر مؤذّب بیٹھ گیا اس وقت پٹھانوں نے پختون زبان میں شمشیر خاں سے ہیبت جنگ کے قتل کا ایسا چالاکانہ لیکن شمشیر خاں نے بات ڈال دی۔ ہیبت جنگ نے واپس آکر کشتی کے داروغہ کو پٹھانوں کے عبور کرانے کی ہدایت کی اور دوسرے روز شمشیر خاں پٹھانوں کے ساتھ عبور کر کے باغ جعفر خاں میں مقیم ہوا۔

اس کے بعد ہی ماہ محرم ۱۱۱۳ھ کے آخر ہفتے میں یوم ملازمت مقرر ہوا۔ شمشیر خاں نے ہیبت جنگ کو کہلادیا تھا کہ آپ کے رفقا سے مجھے پورا اطمینان نہیں، اس لیے میری حاضری کے وقت یہ لوگ موجود نہ ہوں۔ ہیبت جنگ نے درباریوں کو منع کر دیا کہ اس دن کوئی نہ آئے روز معینہ سے پہلے سرفراز خاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ملازمت کو حاضر ہوا اور حسب دستور رخصت کا پان لے کر واپس گیا۔ دوسرے روز پھر ہیبت جنگ اپنی نو ساختہ عمارت چہل ستون میں مندر آ رہا ہوا۔ اس وقت محمد عسکر خاں۔ میر تقی۔ میر بدر الدجی۔ مرلی دھرم کارہ۔ رضانی تحویل دار۔ سلاح خانہ۔ بیتارام مشرف توپ خانہ دستی۔ میر عبداللہ صفوی۔ شاہ بندگی۔ مجاور قدم رسول۔ ہتھاب رائے کھتری۔ راجارام نراہن دیوان اور چند متصدی و خدمت گار وغیرہ سب ملاکر پچاس ساٹھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے لیکن سوائے رضانی تحویل دار کے کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔

اب شمشیر خاں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ایک ہزار ہیلیوں لے آکر مجر کیا اور رخصت کا پان لے کر واپس گئے۔ ان کے بعد مراد شمشیر خاں یہ عمارت مدرسے کی مسجد کے پیچھے جانب تھی اب اس کا نشان باقی نہیں لیکن پورب جانب بعض عمارتوں کے آثار کسی قدر باقی رہ گئے ہیں۔

پسر گھوجی بھونسہ اور اس کا مدار الہام میر جیب پٹھانوں سے ساز باز رکھتا تھا۔
 مہابت جنگ کے روانہ ہوتے ہی انھوں نے شمشیر خاں کی مدد کو عظیم آباد کا
 رخ کیا اور راہ میں مہابت جنگ کی سپاہ سے چھپر چھاڑ اور بستیوں میں لوٹ
 مار کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ مہابت جنگ کے آنے کی خبر پا کر شمشیر خاں
 نے ہدیت جنگ کی بیوی آمنہ بیگم (دختر مہابت جنگ) اور اس کی چھوٹی لڑکی
 کو کھلے رتھ میں بٹھا کر شہر میں تشہیر کرایا، اور اس کے بعد ان کو اپنے پاس قید
 رکھا۔ جب مہابت جنگ مونگیر کے قریب پہنچا راجا سندھ سنگھ و پہلوان سنگھ
 و کامگار خاں وغیرہ بہار کے اکثر زمیندار اپنی جمعیت کے ساتھ مہابت جنگ کے
 ساتھ ہو لیے۔ مہابت جنگ باڑہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ پٹھانوں نے
 گنگا کے دیارے پر جس کے دو جانب پانی تھا تو پ خانہ بنا رکھا ہے مہابت جنگ
 نے ایک کوس اور پچھم آکر کسی زمیندار کی مدد سے گنگا کو عبور کیا اور اچانک توپ خانے
 پر قبضہ کر کے پٹھانوں کو منتشر کر دیا اور شب کو یہیں قیام کر کے دوسرے دن
 آگے بڑھا۔ اور شمشیر خاں کو بھی پڑ پڑ خبریں مل رہی تھیں۔ یہ بھی اپنی فوج آگے
 کر کے مقابلے کو بڑھا۔ اتفاقاً اسی وقت شمشیر خاں اور میر جیب میں بگڑ گئی۔ شاید
 ان دونوں میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہدیت جنگ سے لڑنے میں جو فوجی مصارف
 ہوں میر جیب پورا کرے اور بعد فتح شمشیر خاں بہار کا صوبے دار اور میر جیب
 ناظم برکالہ ہو۔ شمشیر خاں نے ستر لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور میر جیب کو گھیر لیا۔
 میر جیب نے فی الفور دو لاکھ روپے کا تمک لکھ دیا اس پر بھی جھٹکارا نہ ہوا۔ تب
 اس کے ایک رفیق مرزا صالح نے یکا یک غل مچا دیا کہ مہابت جنگ کی فوج
 نے میر جیب شجاع الدین محمد خان کے وقت میں اعلیٰ فوجی منصب رکھتا تھا اس کے بعد
 مہابت جنگ کے خلاف مرہٹوں کا رنیت ہو گیا تھا۔

ہیبت جنگ کے قتل کے بعد پٹھانوں نے عظیم آباد پر قبضہ کر لیا۔
 مراد شیر جہل ستون میں رہنے لگا اور ہیبت جنگ کے زمانہ محل پر پہرہ بٹھا
 دیا۔ حاجی احمد پدہ ہیبت جنگ پٹھانوں کی قیدیوں آکر مر گیا اور اس کے مال
 سے تقریباً ستر لاکھ روپیہ (نقد و جنس) پٹھانوں کے تصرف میں آئے۔ عبدالعلی
 خان بہادر جو ہیبت جنگ کی فوج کا سپہ سالار تھا، میر عبدالرسول بلگرامی
 کے مکان میں روپوش ہوا تھا۔ پٹھانوں نے اس کو بھی گرفتار کیا لیکن پھر کچھ
 قول و قرار لے کر چھوڑ دیا۔ شمشیر خاں اپنی سپاہ کے ساتھ بلخ جعفر خان میں
 مقیم رہا۔

(۱۷) جنگ رانی سرانے (ضلع عظیم آباد) ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۸ء)

چند ہی دنوں میں ہیبت جنگ کے سانحہ کی خبر بنگالے میں مہابت جنگ
 کو پہنچی، اس نے اپنی فوج کو جو اس وقت مرہٹوں کے مقابلے کے لیے تیار
 ہو رہی تھی سامراجراکھ منایا۔ اور ان سے جان نثاری کا وعدہ لے کر چوبیس ہزار
 سپاہ کے ساتھ پٹھانوں سے انتقام لینے کو عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جانوجی

(صفحہ ۲۱۹ کا نوٹ) یہ مقبرہ پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن کے سامنے دکن پیچم ایک وسیع چار
 دیواری کے اندر اب تک قابل دیدہ ہے۔

۱۷ پورا بیان سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۸ سے ماخوذ ہے۔ یہی روایت مختصر طور پر
 ریاض اللطین صفحہ ۳۵۷ میں بھی مذکور ہے۔

(۱۸) آمنہ بیگم زوجہ ہیبت جنگ کی رہائی

رانی سرانے کی جنگ میں پٹھان اور مرہٹوں نے مل کر پورا زور لگایا تھا۔ لیکن مہابت جنگ نے اس معرکے میں دونوں کو فاش شکست دی۔ ان کے بھاگنے پر آمنہ بیگم زوجہ ہیبت جنگ جو مع اپنے لڑکے اور اور لڑکی کے نہایت ذلت کی حالت میں اسیر تھی آزاد ہو کر اپنے باپ مہابت جنگ سے آئی۔

(۱۹) شمشیر خان کے اہل و عیال کے ساتھ مہابت جنگ کا سلوک

فتح کے بعد مہابت جنگ نے شمشیر خان کے مال و اسباب کی ضبطی کے لیے چند معتمدوں کو در بھنگ روانہ کیا اور اس کے اہل و عیال کو بھی حاضر کرنے کی تاکید کی۔ اس اثنا میں شمشیر خان کے اہل و عیال بتیا کے راجا کے پاس پناہ گزیں ہوئے تھے۔ راجا نے تین لاکھ روپے پیش کر کے امان چاہی لیکن مہابت جنگ نے ایک نہ مانی اور ان کو بلا کر چھوڑا۔ ان کے عظیم آباد آئے پر مہابت جنگ نہایت حسن و سلوک سے پیش آئے۔ ہیبت جنگ کے زنا نہ مکان میں نہایت احترام سے ان کو اتارا، اور ہر شخص کو ان کی خاطر اور دل جوئی کرنے کی تاکید کی۔ سرحد اللہ کو بھی حکم دیا کہ بغیر پردہ کرائے زنا نہ مکان میں نہ جائے۔ تھوڑے دنوں کے

خیمہ گاہ تک آگئی۔ اس وقت پٹھان گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے اور میر حبیب ان کے زرخ سے نکل گیا۔ بہر کیف باڑہ اور فتوحہ کے درمیان رانی سر ^{۱۷} (بیکٹھ پور) میں مہابت جنگ اور پٹھانوں میں مقابلہ ہو گیا اور طرفین سے توہیں چلنے لگیں۔ اتفاقاً پہلے ہی گولے میں سردار خاں کا سر اڑ گیا۔ اس واقعے سے شمشیر خاں کا آدھا لشکر سراپسمہ و منتشر ہو گیا۔ پٹھانوں نے جنگ کو جلد ختم کرنے کے خیال سے ایک بارگی یورش کر دی اور مہابت جنگ کی فوج کو مصروف پیکار دیکھ کر دوسری طرف سے مرہٹوں نے اس کی خیمہ گاہ میں لوٹ چما دی۔ اس وقت سراج الدولہ نے جو مہابت جنگ کے قریب ہی دوسرے ہاتھی پر تھا گھبرا کر مہابت جنگ سے مرہٹوں کی مدافعت کے لیے کہا لیکن مہابت جنگ نے اس کو سمجھا دیا کہ اس وقت ہمارے حریف پٹھاں ہیں مرہٹوں سے پھر سمجھ لیا جائے گا اور ساری فوج سے پٹھانوں پر حملہ کر دیا۔ عین معرکہ میں میر محمد کاظم خان برادر میر جعفر خاں اور دوست محمد خان اپنے ہاتھی کو بڑھا کر مراد شیر خاں کے ہاتھی کے برابر لے گئے اور میر نذکور نے اس کے تختہ ہودج پر ہاتھ رکھ کر اندر گھسنا چاہا لیکن مراد شیر نے ایسا تیغ مارا کہ میر موصوف کی کئی انگلیاں کٹ گئیں۔ دوسری طرف سے دوست محمد خان اچک کر ہودج میں چلا ہی گیا اور مراد شیر کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور میر محمد کاظم اور دوست محمد خان نے مل کر مراد شیر کا سر کاٹ ڈالا۔ اسی دارو گیر میں کسی طرح شمشیر خاں ہاتھی سے زمین پر اتر آیا تھا حبیب بیگ نامی نے جو مہابت جنگ کا ملازم اور دلیر خاں پسر عمر خاں کی مصاحبت میں تھا موقع پا کر شمشیر خاں کا سر کاٹ ڈالا اور اس کو مہابت جنگ کے ہاتھی

۱۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ ۲۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں رانی سر ^{۱۷} اور ریاض السلاطین

صفحہ ۲۵۹ میں بیکٹھ پور ہے۔ حقیقتاً دونوں مقام قریب ہیں۔

اسی سال ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ بادشاہ نے انتقال کیا اور احمد شاہ بادشاہ ہوا۔
مرشد آباد واپس جانے کے بعد مہابت جنگ نے نواب سید خان فوج و
پوربندیہ کے مرے پر اس کے بیٹے فخر الدین حسین خاں کے عوض صولت جنگ
کو پوربندیہ کا فوج دار مقرر کیا۔

(۲۱) عظیم آباد میں سراج الدولہ کا ہنگامہ ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء)

سراج الدولہ ناناکے ساتھ مرشد آباد گیا تو نثار مہدی خاں بھی وہاں پہنچا۔
اس کی بے باکی سے اندیشہ ناک ہو کر مہابت جنگ نے اس کو سراج الدولہ کی
رفاقت سے چھڑا نا چاہا۔ نثار مہدی خاں نے اس رمزے آگاہ ہوتے ہی
سراج الدولہ کے دل نشین کر دیا کہ تمہارے ناناکو تمہاری جدائی گوارا نہیں اور
چاہتا ہو کہ بچوں کی طرح تم کو تاج فرمان رکھے لیکن تم کچھ بچے نہیں کہ اس قسم
کی اطاعت ضروری ہو۔ اپنے باپ کی جگہ عظیم آباد میں خود مختار نہ حکومت کرو۔
جانکی رام مفلوک الحال ملازم ہو اس کو نکال دینا کچھ بات نہیں اور اس کے
بعد مہابت جنگ بھی تمہاری دل جوئی کے سوا کچھ نہ کرے گا۔ یہ نقشہ جما کر
نثار مہدی خاں عظیم آباد چلا آیا اور سراج الدولہ بھی فرصت کا منتظر رہا۔ تھوڑے
ہی دنوں کے بعد مہابت جنگ کے مدنی پور جانے پر سراج الدولہ کچھ حیلہ کر کے
خفیہ عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرے ہی دن اس کے ارادے کا حال معلوم
ہوا تو شہامت جنگ وغیرہ قریب مندوں نے اس کو راہ سے واپس بلانے

بعد شمشیر خان کی ایک کٹواری لڑائی کی شادی اپنے خرچ سے شاہ محمد آفاق خاں نامی ایک سردار سے جو قاسم سلیمان افغان درویش کی نسل سے تھا جس کی قبر قلعہ چنار گڑھ کے پچھم طرف ہوا کرادی اور چند مواضعات بطور جاگیر دے کر درہنگہ جلے کی اجازت دے دی۔^{۵۷}

(۲۰) لالہ جانی رام نائب صوبے دار عظیم آباد ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۲ھ (۱۷۵۱-۵۲ء)

شہر اور صوبے میں اس ہونے پر مہابت جنگ نکلا کھیلنے چند ہفتوں کے لیے عظیم آباد سے حاجی پور کی طرف گیا اور سعید احمد خاں صولت جنگ کو یہاں اپنا نائب چھوڑا۔ صولت جنگ کو توقع ہوئی کہ عظیم آباد کی صوبے داری منتقل طور پر میرے ہی سپرد رہے گی اور شاید مہابت جنگ کا بھی یہی منشا ہو لیکن سراج الدولہ بھی یہیں موجود تھا۔ نثار مہدی خاں نے اس کے ذہن نشین کر دیا کہ یہ تمہارے باپ کی جگہ ہوا اور وراثتاً ہی اس کے مستحق ہو۔ سراج الدولہ چل گیا کہ اگر مجھ کو یہ صوبہ ملے گا تو زہر کھا لوں گا۔ صولت جنگ بھی صوبے داری چھین جانے کے خیال سے آزر رہا ہو کر ترک وطن کر کے شاہ جہاں آباد جلے کو آمادہ ہوا۔ مہابت جنگ کو عجب کش مکش درپیش ہوئی۔ آخر اس نے فرط محنت سے عظیم آباد کی صوبے داری کے لیے سراج الدولہ کو نام زد کیا۔ اور اپنے قدیم وفادار ملازم راجا جانی رام کو مرشد آباد سے بلوا کر نائب مقرر کیا اور صولت جنگ کو کچھ سمجھا بھگا کر اپنے ساتھ مرشد آباد لے گیا۔

۵۷ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ - ۵۸ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۹

سے زمینداروں اور جماعہ داروں کو متوقع مراعات کر کے طلب کیا۔ سراج الدولہ نے جانکی رام کو بھی حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ سخت متفکر ہوا کہ یہ معاملہ ملک گیری کا ہو اگر حاضر ہو جائے تو مہابت جنگ کا مورد عتاب ہو اور اگر مقابلہ کرنے میں سراج الدولہ کو کوئی ضرب پہنچے جب بھی یہی نتیجہ ہو۔ آخر مصطفیٰ اقلی خان کو (جو سراج الدولہ کا سر ہوتا تھا) سراج الدولہ کے پاس اس کا مافی الضمیر دریافت کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ سراج الدولہ نے نادانی سے اپنا سارا منصوبہ ظاہر کر دیا اور مصطفیٰ اقلی خان نے جانکی رام کو آگاہ کر دیا۔ جانکی رام نے حاضری کا عزم فرخ کر کے شہر میں پہرے پٹھا دیے۔ سراج الدولہ کو مہابت جنگ کا نواسہ ہونے کا غرہ تھا اس نے اسی دن قلعہ عظیم آباد کو بہ زور لینے کا عزم کیا۔ نثار مہدی خاں نے دودن اور ٹھہرنے کی صلاح دی تو سراج الدولہ نے کہا کہ مجھ کو یہاں بلا کر اب تم جی چراتے ہو۔ نثار مہدی خاں کو الزام سننے کی تاب کہاں اس نے جواب دیا کہ حضور نے رخنہ اندازوں کو محرم راز بنا کر خود سب کام بگاڑ ڈالے اور جانکی رام کو ہوشیار کر دیا اس وقت ساٹھ ستر آدمی موجود ہیں اگر فوج کی فراہمی کا انتظار گوارا نہیں تو مجھ کو بھی جان دینے میں عذر نہیں۔ یہ کہہ کر انھی آدمیوں کے ساتھ سراج الدولہ کو بیگم پور میں اس کے باپ ہیبت جنگ کے مقبرے پر لے گیا اور وہاں سے اپنے گھوڑے پر سوار کر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت قلعے سے توپیں چلنے لگیں۔ نثار مہدی خاں رانی پور کے قریب پہرے والوں سے مقابلہ کر کے مع رفقا حصار شہر میں داخل ہو گیا اور سراج الدولہ کو بیچ میں لیے ہوئے حاجی گنج تک پہنچا۔ یہاں جانکی رام ہاتھی پر سوار توپ خانہ دستی کے ساتھ موجود تھا اور تین چار ہزار آدمی بھی اس کے گرد تھے۔ سراج الدولہ کے گروہ سے امانت خاں نیزہ لے کر گھوڑا بڑھاتا ہوا حاجی تمار کی مسجد کے قریب اس لشکر پر چھپٹ پڑا۔

کی کوشش کی لیکن سراج الدولہ نے اپنی دھن میں کسی کی نہ سنی۔ مہابت جنگ کو معلوم ہوا تو اس نے بذریعہ خط اظہارِ محبت و دل جوئی کر کے اس کو واپس آنے کی ترغیب دی لیکن سراج الدولہ نے جواب دیا کہ حضور میرے دشمنوں کے ساتھ اس قدر شفقت رکھتے ہیں اور میرے چچا کو اس قدر منصب اقتدار دے رکھا ہو لیکن میرے لیے محض زبانی عنایات ہیں اب حضرت اوصاف آنے کا قصد نہ کریں ورنہ یا میرا سر جناب کے ہاتھی کے زیرِ پا ہو گا یا جناب کا سر مبارک میرے دامن میں۔ قاصد کو بھی تاکید کی کہ یہی پیام زبانی بھی کہنا۔ مہابت جنگ کو پیام زبانی پہنچا تو قاصد پر سخت غضب ناک ہوا کہ تجھ سے یہ کیوں کر کہا گیا کہ سراج الدولہ کا سر میرے ہاتھی کے زیرِ پا ہو گا۔ اس کے بعد سراج الدولہ کو دوسرا خط لکھا کہ تمھارا وہم بے جا ہو۔ میری تو آرزو ہو کہ ساری حکومت و فرماں رطائی تم کو ملے اور آخر میں دستِ خاص سے یہ رباعی حسبِ حال تحریر کی۔

غازی کے پر شہادت اند تگ و پوست غافل کہ شہیدِ عشقِ فاضل تراز دست
فروائے قیامت ایں باں کے ماند کیں کشتہ دشمن است و آن کشتہ دوست
بہر کیف سراج الدولہ نے باڑہ پہنچ کر نثار مہدی خاں کو لکھا کہ میں تمھارے بھروسے پر سلطنت چھوڑ کر آیا ہوں اب اپنے قول و قرار پر مستعد رہو۔ ہر چند نثار مہدی خاں کو بعض خیر اندیشوں نے منع کیا اور سمجھایا کہ راجا جانی رام مہابت جنگ کا ملازم ہو۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ پھر مل جائیں گے تم کیوں اپنے سر پر بلا لاتے ہو لیکن خان موصوف نے جواب دیا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور موت تو اپنے وقت پر آتی ہے اس کا اندیشہ کیا۔ اس کے بعد سراج الدولہ کو باڑہ سے عظیم آباد لاکر باغِ جعفر خاں میں ٹھہرایا اور تمام اطراف

طرح مصطفیٰ اقلی خان کے مکان پر پہنچا اور اس کے رفقائے بھی اسی طرح اپنی اپنی راہ لی۔ جنونت ناگر باوجود زخمی ہونے کے مہابت جنگ کے خیال سے اسی وقت مصطفیٰ اقلی خان کے گھر آیا اور اس سے سراج الدولہ کے صحیح و سلامت پہنچنے کی مہری تحریر حاصل کی۔

جائگی رام نے نثار مہدی خاں کا سر کٹوا کر پورب دروازے پر لٹکوا لیا لیکن تھوڑی دیر بعد بعض لوگوں کے کہنے سے تجیز و تکفین کی اجازت دے دی۔ خان موصوف اور امانت خان و مرزا سنگی وغیرہ جو اس سر کے میں قتل ہوئے تھے محلہ نون گولے میں شاہ علیم اللہ پند نثار مہدی خاں کی قبر کے جوار میں مدفون ہوئے۔

یہاں یہ واقعہ گزرا اور ادھر مہابت جنگ سراج الدولہ کی محبت میں بے قرار ہو کر باڑہ تک پہنچ گیا۔ یہاں اگر سراج الدولہ کی خیریت معلوم ہوئی تو جان میں جان آئی۔ اپنے ایک مصاحب کو روانہ کیا کہ کسی طرح سراج الدولہ کو منا کر لے آئے اور خیمے کی فئات اٹھوا دی کہ دُور ہی سے اس کی سواری پر نظر پڑے۔ سراج الدولہ آیا تو مہابت جنگ اس کو گلے لگا کر بہت خوش ہوا اور اس کو ساتھ لے کر عظیم آباد آیا اور یہاں جائگی رام سے معذرت کرائی اور اس کو بدستور بحال رکھ کر مرشد آباد واپس گیا۔ اس کے بعد جائگی رام نے دو برس تک حکومت کر کے اجل طبعی سے جان دی۔

۱۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ میں مفصل کیفیت ہے۔ PATNA

GAYETTEES ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۲ میں محض مختصر ذکر ہے۔ ۱۲۔ شاہ علیم اللہ کی قبر

کے دکن پورب متعدد قبریں ہیں جن میں بعض ننگ مرمر اور ننگ موسیٰ کی بنی ہوئی ہیں مگر ان پر کوئی کتبہ موجود نہیں لوگوں نے اس گورتان کو کوئیری کے ساتھ بندوبست کر دیا ہے اس سے اور بھی خراب ہو رہا ہے ۱۳۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۳۱۔

اور جمعیت کو پریشان کر دیا۔ لیکن یہ لوگ دکانوں اور مکانوں میں چھپ چھپ کر بندوبست چلانے لگے۔ اتفاقاً اس وقت کسی طرف سے ایک گولی آکلمانت خان کے لگی اور دفعتاً اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس کے مرتے ہی اس کے بیٹے اور داماد اور بعض رفقاء نے فرار کیا۔ مخالفوں نے بھی ان کو راہ دے دی اور شہر ہمدی خاں کی ہمت افزائی کچھ کام نہ آئی تب شہر ہمدی خاں تلوار لے کر خود آگے بڑھا۔ اس وقت بعض دوستوں نے پھر سمجھا سمجھا کر اس کو باز رکھنا چاہا۔ لیکن اُس نے تیکھے پن سے جواب دیا کہ یہ وقت اس طرح کی دوستی و خیر خواہی جتانے کا نہیں جو مجھ کو عزیز رکھتا ہے چاہیے کہ میرے آگے چلے۔ اسی جگہ ہمت جسونت ناگر (قرابت مندر اجادیا بہادر) کا پہرہ تھا اس نے پکار کر کہا کہ میرا صاحب آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ میرے پہرے کی طرف چلے آئے مجھ کو رسوا نہ کیجیے اور خود کو تہلکہ میں نہ ڈالیے۔ شہر ہمدی خاں نے جواب دیا کہ اس وقت فضول باتیں نہ بناؤ ہم تم حریف ہیں کچھ تم اپنے ہنر دکھاؤ کچھ میں اپنے جوہر دکھاؤں۔ ناچار ہمت مذکور پیادہ پا ہو کر سامنے آیا۔ شہر ہمدی خاں نے گردن پر تلوار ماری مگر اس وقت بھی سراج الدولہ اور اس کے مصاحبوں نے زرا جرات نہ کی برخلاف اس کے ناگر موصوف کی طرف سے مرزا مدار بیگ نے پشت کی جانب سے آکر ایک تلوار ایسی ماری کہ خان مرقوم کا پائوٹ کٹ گیا اور اس کے گرتے ہی جسونت ناگر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس شاہدے سے سراج الدولہ گلیوں میں گھس کر کسی

لے ناگر برہمنوں کی ایک قلم ہے جو بیشتر گجرات کی طرف رہتے ہیں۔ دیارام اور چھیلارام ناگر دو بھائی شہزادہ عظیم الشان کی صوبہ داری کے زمانے میں دیوانی کے عہدے پر مقرر تھے۔ فرخ سیر کی تخت نشینی کے بھگڑے میں چھیلارام نے کئی لاکھ روپے فرخ سیر کو ہٹنے میں دلوائے۔

اور اس کے صہل میں کٹرہ جہان آباد کی فوج داری پائی۔ آثار الامرا صفحہ ۲۹-۱۲

اموہن لال جو سراج الدولہ کا خاص دیوان مقرر ہوا تھا، کی اطاعت کا حکم ہوتا تھا۔

بات کا زخم ہر تلوار کے زخموں سے سوا کیجیے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو غرض چار ہی دن میں دربار کا یہ حال ہو گیا کہ جو شخص سلام کو آتا تھا اپنی جان و آبرؤ سے ہاتھ دھولیتا تھا۔ اور جو شخص جان و آبرؤ سلامت لے کر واپس جاتا تھا خدا کا شکر یہ ادا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے چند سفلوں کے جنھوں نے مصاحبت میں اقتدار پایا تھا اکثر اکین نظامت دشمن ہو گئے۔ سراج الدولہ نے اپنی خالہ گھسیٹی بیگم کی املاک ضبط کر لی تھیں۔ اور اسی زمانے میں شوکت جنگ پسر صولت جنگ سے پورینہ کی حکومت چھین لینے کا قصد کیا تھا۔

گھسیٹی بیگم کی املاک کے محاسبہ میں راج بلجہ دیوان راجو اس کے شوہر شہامت جنگ کے وقت سے عہدے دار تھا، نظر بند کیا گیا تھا۔ اس کا بیٹا کنن بلجہ اپنے باپ کا مال لے کر مسٹر ڈریک (DRAKE) فیر اعلیٰ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پناہ میں کلکتہ پہنچا۔ سراج الدولہ نے انگریزوں کو اپنے مخالفوں کا مددگار اور پشت پناہ سمجھ کر پورینہ کا قصد ملتوی کیا اور پہلے کلکتہ کی طرف

۱۷ حقیقتاً اس زمانے میں سوسائٹی کا حال ناگفتہ بہ تھا۔ خود جلگٹ میٹھ میر جعفر اور اکثر عائدین انٹرپرائز دازی اور خفیہ سازش میں لگے رہتے تھے۔ اخلاقی حالت بھی نہایت خراب ہو رہی تھی۔ اور انگریزوں کا بھی یہ حال تھا کہ کلا یو نے زمین چند کی شرارت کے جواب میں فریب و جعل سازی کو روا رکھا۔

۱۸ ریاض السلاطین صفحہ ۲۶۴۔

۱۹ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میر جعفر وغیرہ گھسیٹی بیگم کے معاملے میں سراج الدولہ کے ظلم کو وہ چند بڑھاکر انگریزوں سے کہتے تھے۔

(۵۳-۶۳ء)

(۲۲) راجا رام نرائن کی صوبے داری ۱۱۶۶ھ تا ۱۱۶۷ھ

راجا رام نرائن پسر رنگ لال مہابت جنگ کا پروردہ تھا اور اپنے باپ کی جگہ پر دیوان بھی رہ چکا تھا۔ جاکنگی رام کے مرنے پر مہابت جنگ نے اس کو عظیم آباد کا صوبے دار مقرر کیا۔ مرلی دھر ہرکارہ بھی اس کی رفاقت میں کام کرنے لگا۔ مہابت جنگ کی زندگی تک راجا رام نرائن کی صوبے داری میں کوئی خرنشہ واقع نہ ہوا۔ بعد کے حالات کو سراج الدولہ میر جعفر اور میر قاسم کی حکومت سے تعلق ہو اس لیے سلسلہ یہ سلسلہ بیان کیے جائیں گے۔

(۲۳) نواب سراج الدولہ کی حکومت ۱۱۶۹ھ-۱۱۷۰ھ (۵۶-۵۷ء)

۹ جمادی الاول ۱۱۶۹ھ کو مہابت جنگ نے مرض استنقا میں مبتلا ہو کر انتقال کیا اور اس کا نواسہ سراج الدولہ حکمران ہوا۔ منہ نشینی کے وقت اس کی عمر تائیس سال تھی۔ نوجوان نواب نے دیرینہ اور ذی اقتدار ملازموں کو ہر طرف کر کے نااہل مصاحبوں کو اعلیٰ عہدوں پر مرفراز کیا۔ اس وقت تک قدیم دولت خواہوں نے فقط علیحدگی اختیار کی تھی۔ لیکن چند ہی دنوں میں سرور بار و درشت گوئی استہزار اور تمسخر بھی ہونے لگا۔ کبھی میر جعفر کی حویلی کے سامنے توپ لگائے کا حکم ہوتا تھا، کبھی راجا دولہ رام اور دوسرے افسروں کو ایک ادنیٰ امتصدی

خود اپنے لیے کوئی مقام تجویز کر کے مجھ سے اس کی سند طلب کرو اور دارالامارت کے خزانے واسباب میرے آدمیوں کے سپرد کر دو۔ سراج الدولہ نے اس کے جواب میں ایک فوج شوکت جنگ کے استیصال کے لیے روانہ کی اور عظیم آباد میں راجا رام نرائن کو بھی لکھا کہ بہار کی فوج لے کر فوراً ملک میں چلے آؤ۔ راجا مذکور عظیم آباد کی فوج اور زمینداروں کی جمعیت کے ساتھ سراج الدولہ کی فوج سے جالما - ۲۱ محرم ۱۱۵۷ھ کو فیہاری اور نواب گنج کے درمیان مقام بلڈی باڑی میں تھوڑی سی جنگ کے بعد شوکت جنگ مارا گیا اور اس کے سارے مال واسباب پر راجا موہن لال (دیوان سراج الدولہ) نے قبضہ کیا۔ اس جنگ میں غلام حسین خاں مؤلف میر المتاخرین بھی موجود تھے۔ اس وقت وہ شوکت جنگ کے ملازم تھے۔

باب ہندوہم

حکومت میں انگریزوں کا دخل و رسوخ

۱۱ سراج الدولہ کی شکست اور ظالمانہ قتل ۱۱۵۷ھ

(۱۷۵۸ء)

کرنل کلائیو نے مدد اس سے آکر کلکتہ کی شکست کا بدلہ لیا۔ جنوری ۱۷۵۷ء کو

متوجہ ہوا اور انگریزوں کو شکستِ فاش دے کر فورٹ ولیم پر قبضہ کر لیا۔

۲۴۱) شوکت جنگ کی شکست اور قتل ۱۸۵۶ء

(۱۸۵۶ء)

کلکتے کی فتح کے بعد سراج الدولہ نے راس بہاری پسر راجا جاکنی کی معرفت شوکت جنگ کو پروانہ بھیجا کہ پورنیہ کے پرگنات ہم نے اپنی خاص جاگیر میں لیے ہیں اس لیے راس بہاری کو وہاں کے انتظام پر مامور کر کے بھیجتا ہوں تم اس کو دخل دے دینا۔ شوکت جنگ کے باپ صولت جنگ نے مہابت جنگ کی زندگی کے آخری دنوں میں دربارِ دہلی میں وزیر الممالک کو ملا کر اپنے نام مہابت جنگ کی جانشینی اور بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی صوبے داری کی سدر کے لیے کوشش کی تھی لیکن صولت جنگ غمِ مہابت جنگ سے کچھ پہلے مر گیا۔ اس لیے اب وہ سدر شوکت جنگ کو حاصل ہوئی تھی۔ شوکت جنگ نے سراج الدولہ کو لکھا کہ تم

۱۸۵۶ء اسی لڑائی کے متعلق انگریزوں کا بیان ہے کہ ایک سو چھیالیس انگریز اٹھارہ فٹ لمبے اور چودہ فٹ چوڑے کمرے میں جس میں ہوا کے لیے صرف دو کھڑکیاں (سلاخ دار) تھیں بند کر دیے گئے اور صبح کو جب دروازہ کھولا گیا تو تیس آدمیوں کے سوا سب مردہ پائے گئے۔ اسی کو بلیک ہول BLACK HOLE کہتے ہیں لیکن میرا تاخیرین اور ریاض السلاطین جو اس زمانے کے حالات کی نہایت مستند تاریخیں ہیں ان میں شمتہ بھی اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز بھاگ کر جہاز پر چلے گئے تھے اور سراج الدولہ پر محض اتہام رکھا گیا ہے۔ بہر حال ادوالی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں نواب کا کوئی قصور نہ تھا بلکہ اس کے کسی جماعہ دار نے ذاتی عداوت سے ایسا کیا۔ اللہ اعلم۔ یہ واقعہ ۲۰ جون ۱۸۵۶ء کا بیان کیا جاتا ہے۔

لیے خفیہ عہد و پیمان کر لیا۔ اُمین چند نے دھکی دی کہ اگر معاہدہ نامے میں میرے لیے تیس لاکھ روپے نہ لکھے جائیں گے تو میں سراج الدولہ سے راز فاش کر دوں گا۔ کلایو نے اس کے جواب میں ایک جعلی دستاویز تیار کی اور اس میں اُمین چند کے لیے تیس لاکھ روپے لکھ دیے۔ لیکن واٹسن نامی امیر بحر نے اس جعلی وثیقے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ تب کلایو نے خود اپنے ہاتھ سے واٹسن کے جعلی دستخط بنا کر اُمین چند کو دستاویز دکھائی۔ اس کے بعد حسب قرار داد کلایو اپنی مختصر سی فوج لے کر سراج الدولہ کے استیصال کو پلاسی چلا آیا۔ بد نصیب نواب کے لشکر کے مقابلے میں اس کے مخالفوں کا گروہ محض حقیر تھا۔ لیکن نواب کی فوج میر جعفر کی سازش میں تھی اور ان میں جو وفادار تھے ان کو خود سراج الدولہ نے میر جعفر اور بعض سرداروں کے فریب میں آکر لڑنے سے باز رکھا۔ اور خود چند رفقہ کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے روانہ ہو گیا۔ کلایو جو سراج الدولہ سے ہراساں ہو رہا تھا اور میر جعفر پر بھی پورا بھروسہ نہ رکھتا تھا نہایت آسانی سے کام یاب ہوا۔ انگریزی تاجنوں کے مطلق پلاسی کا واقعہ ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پیش آیا۔

سراج الدولہ پلاسی سے نکل کر عظیم آباد کے قصد سے پورنیہ کی طرف آیا۔ راہ میں موضع بہراں میں دانا شاہ نامی ایک درویش صورت نے اس نادان کو مہمان رکھ کر دغا سے میر قاسم داماد میر جعفر کے حوالے کر دیا۔ میر قاسم نے اس کی جان بچانے کے فریب سے اس کی بیوی کے جواہرات و زیورات کا

۱۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ تا ۲۹۸ ریاض السلاطین صفحہ ۲۷۰ HISTORY OF

BENGAL BIHAR GRISSAUNDER BRITISH RULE

صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۴ سے پورا بیان ماخوذ ہے۔

کلکتے پر پھر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور سراج الدولہ نے تاوان دینا قبول کر کے صلح کر لی۔ اس زمانے میں انگریز اور فرانسیسی برسرِ جنگ تھے۔ اتفاقاً جین لا فرانسیسی جس کو شاہ عالم نامے میں موسیٰ لاس اور سیر المتاخرین میں موثر لاس لکھا ہے۔ چند نگر میں شکست کھا کر اپنی جماعت کے ساتھ سراج الدولہ کی پناہ میں آیا۔

کلا یو نے سراج الدولہ کو لکھا کہ صلح نامہ کے مطابق آپ میرے دشمنوں دشمنوں کو پناہ نہیں دے سکتے۔ نواب نے جواب دیا کہ فرانسیسی جماعت کو میں نے نوکر رکھا ہے اس میں دوستی اور دشمنی کا کوئی معاملہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی نواب نے مصلحتاً جین لا کو عظیم آباد جانے کا حکم دیا۔ لا ذکر نے ہر چند نواب کو سمجھایا کہ آپ کے دربار دار انگریزوں کی سازش میں ہیں اور میرے چلے جانے پر آپ کو تباہ کر دیں گے۔ لیکن سراج الدولہ نے جواب دیا کہ عنقریب تم کو پھر بلالوں گا۔ لا ذکر نے یہاں تک کہا کہ میرے چلے جانے پر پھر شاید میری آپ کی ملاقات نہ ہو۔ لیکن نواب نے پھر یہی جواب دیا کہ اس وقت تمھارے جانے میں مصلحت ہے۔ ناچار جین لا اپنی جماعت کے ساتھ عظیم آباد کی طرف روانہ ہوا۔

سراج الدولہ نے میر جعفر علی کو فوج کی بخشی گری سے برطرف کیا تھا اور جگت سیٹھ بھی سراج الدولہ سے بیزار ہو رہا تھا اور کلا یو بھی سراج الدولہ کے استیصال کی فکر میں تھا۔ ان سب نے مل کر سراج الدولہ کے خلاف خفیہ سازشیں شروع کیں۔ میر جعفر نے جگت سیٹھ کے کارپرداز اُمین چند کے ذریعے سے انگریزوں کو پونے و کوڑ پڑ دینے کے وعدے پر اپنی عمارت کے

پنڈارک آئے پر گوروں نے شراب نہ ملنے کے سبب آگے بڑھنے سے انکار کیا۔ مجبوراً کوٹ نے انھیں وہیں چھوڑا اور ویسی سپاہیوں کو ساتھ لے کر ۱۶ جولائی کو عظیم آباد چلا آیا۔ بعد میں گورے بھی کشتی سے یہاں چلے آئے اور بدست ہو کر انگریزی کوٹھی میں حرکات ناشائستہ کرنے لگے۔ کوٹ نے تیس گوروں کو ان کی شرارت پر غوب پٹوایا۔ اس پر تیسرے دن گوروں نے ہتھیل ڈال دیے۔ مگر پھر کوٹ ان کو سمجھا، سمجھا کر جین لاکھ تلاش میں قصبہ منیر تک لے گیا۔ جین لاکھ اس کے قبل ہی چھپرہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس لیے انگریزی فوج کرناٹک سے ندی تک جا کر پھر عظیم آباد واپس آئی۔

۱۳) میر جعفر کی امارت ۱۱۷۷ھ تا ۱۱۷۸ھ (۱۷۶۰-۵۷ء)

پلاسی کے ہنگامے کے بعد ۸ شوال ۱۱۷۷ھ (۲۹ جولائی ۱۷۵۷ء) کو میر جعفر نے کلايو کے آگے پر منصور گنج میں اپنی حکومت کی سنادی کرائی اور اپنے نام کے ساتھ علی وردی خان کے تمام خطابات کا اضافہ کر کے مہری فرمان جاری کیے اور اپنے بیٹے میر صافق علی خاں ر عرف میرن (کو) جو شاہ خانم ہمشیرہ مہابت جنگ کے بطن سے تھا، شہامت جنگ کے لقب سے مخاطب کیا۔ اس نوابی کے صلے میں انگریزی حکام نے میر جعفر سے گوروں پر پڑنے والے خالص کر کلايو نے

HISTORY OF BENGAL & BIHAR ۲۹۹ صفحہ

GRISSENDER BRITISH RULE ۱۲۲ صفحہ GAYETTEER

PATNA ۲۹۹ صفحہ

صندوق چھ جس کی قیمت تخمینے سے باہر چھین لیا اور سراج الدولہ کو گرفتار کر کے میرن پسر میر جعفر کے پاس مرشد آباد بھیج دیا۔ اس ظالم نے سراج الدولہ ہی کے خاندان کے پروردہ ملازم کے ہاتھوں اس کو قتل کر کے اس کی لاش کی تشہیر کرائی۔ یہ واقعہ ۱۶ شوال ۱۱۸۵ھ مطابق ۳ جولائی ۱۷۷۲ء کا ہے۔ میرن نے سراج الدولہ کی ماں، خالہ، بھائی اور معصوم بچے کو بھی بے تصور قتل کیا۔ سراج الدولہ کے بعد مہابت جنگ کے خاندان کا چراغ گل ہو گیا۔

در خاکِ بخت آن گلِ دولت کیلغ ملک با صدر ہزار ناز بہ پرورد در برش
انصاف کا تقاضا ہے کہ جہاں سراج الدولہ کی بعض بُرائیاں معرض بیان میں آگئی ہیں اس کی خوبیاں بھی فراموش نہ کی جائیں۔ اس کے مخالفوں نے نمک حرامی، دغا، فریب، جعل سازی و بے مروتی کی۔ لیکن سراج الدولہ کا گیر کٹر اس قسم کے کینہہ اوصاف سے پاک نظر آتا ہے۔

(۲) انگریزی فوج کا عظیم آباد آنا ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۲ء)

پلاسی سے چلتے وقت سراج الدولہ نے جین لافرانسیسی کو واپس بلا بھیجا تھا۔ لیکن اس کو خرچ راہ کے لیے راجا رام نرائن سے رُپیہ وصول کرنے میں دیر لگی اور اس عرصے میں سراج الدولہ کا کام تمام ہو گیا۔ جب لاند کور راج محل کے قریب پہنچا تو اس کو اس سانحہ کی اطلاع ہوئی۔ ناچار اس نے پھر عظیم آباد کی طرف معاودت کی۔ یہاں گمان تھا کہ راجا رام نرائن اپنے آقا کے انتقام کو آمادہ ہوگا۔ اسی اثنا میں کلایوٹے میجر کوٹ (Major Eyre Coote) کو دو سو تیس گورے اور پانچ سو دسی سپاہیوں کے ساتھ جین لا کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ۲۳ جولائی ۱۷۷۲ء میجر کوٹ دریا پور (مقامہ) پہنچا۔ دوسرے دن

اس نے میر جعفر کو ممانعت کی اور کہا کہ میں نے اس بائے میں خود تمھارے سفارشی خط کی بنا پر وعدہ کر لیا ہے۔ میر جعفر نے خط کو منگو کر دیکھا تو خود نادم ہوا اور گینٹا ل اور نشی پر غصہ کرنے لگا اور یہ لوگ خود اسی پر الزام رکھنے لگے۔

(۵) بعض خیر و لا خیریت کا ذکر

عظیم آباد میں میر جعفر نے عمارت چہل ستون میں قیام کیا اور فقرا کو بلا کر ان کو کھلانے کھلوائے اور ایک ایک رپیہ صدقہ دیا۔ اس کے بعد رنگین کپڑے پہن کر جشن میں مصروف ہوا۔ ہولی کا زمانہ آ پہنچا تھا۔ خود بدولت نے گنگا کے پار ریت پر پیچھے نصب کرائے اور تین دن وہاں رہ کر رنگ ریزی و عمیر بیزی کے ساتھ سراپروے میں دل کھول کر ہولی کھیلی۔

چند دنوں کے بعد میر جعفر بہار ہو کر مرشد آباد روانہ ہوا۔ بہار میں مخدوم شرف الدین احمد منیری کے مزار اور بعض مزاروں کی زیارت کی۔ اس کے بعد یہاں کے تیل کے تلے ہوئے کھانے اور کباب جو تاڑی نوشوں کا لڑک ہوا اور میر جعفر کو بھی ان سے رغبت تھی فرمائش کر کے منگوائے اور لائے والوں کو انعام دے کر بڑے ذوق و شوق سے تناول کیے۔

میر جعفر نے نظامت کا کاروبار اپنے بیٹے میرن پر چھوڑ دیا تھا اور خود ناچ رنگ اور صحبت نسواں میں بسر کرتا تھا۔ میرن نے بھی باپ کے قبیرے اختیار کیے تھے۔ تھوڑے دنوں میں تمام نظم و برہم ہو گیا اور سپاہ کی تنخواہ تک ادا نہ ہوئی۔ اس وقت عبدالہادی خاں جامعہ داوڑ نے میر جعفر کے قتل کی

چالیس لاکھ روپے سے زیادہ حاصل کیے۔

(۳) میر جعفر اور راجا رام نرائن نائب ناظم بہار

بنگلے میں حکومت قائم ہو جانے پر میر جعفر نے عظیم آباد میں راجا رام نرائن کو مطیع کرنے کے لیے دل جوئی کے خطوط لکھے۔ یہاں جین لافرائیسی کے بعد راجا سندرنگھ (ٹکاری) اور اکثر زمیندار سراج الدولہ کے خون کا بدلا لینا چاہتے تھے۔ انھوں نے راجا رام نرائن کو ابھارنا چاہا۔ لیکن اس نے زمانہ سازی ہی میں فائدہ دیکھا اور میر جعفر کو بناوٹ کی باتیں لکھتا رہا۔ اس عرصے میں میر جعفر کے عظیم آباد آنے کی خبر اڑی۔ رام نرائن میر جعفر کی طرف سے مطمئن ہوئے۔ اس لیے گینڈا ل کو اپنا وکیل بنا کر کلایو سے اپنی آبرو اور عدم چاہا۔ لیکن میر جعفر سے خائف تھا اس لیے عیاری سے میر جعفر ہی کا معرفتی خط حاصل کیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ وکیل مذکور نے خوشامد سے ایک معمولی معرفتی خط کی التجا کی، اور جب مسودہ درست کرنے کا حکم ہوا انشی کو ملا کر اپنے منتخب کا مضمون لکھوا لیا اور ایسے وقت میں دستخط کے لیے پیش کر دیا کہ میر جعفر نشہ بنگ میں رہا ہوش تھا۔ اس خط کو لے کر رام نرائن نے کلایو سے ملاقات کی اور اپنی محافظت کا اطمینان حاصل کر لیا۔

میر جعفر نے ۱۷۵۸ء میں عظیم آباد آکر چند دن عیش و عشرت میں بسر کیے۔ اس کے بعد یہاں کی صوبے داری اپنے بھائی میر محمد کاظم کو دینے کا قصد کیا اور راجا رام نرائن سے صوبے کے مداخل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن نے اسی دن کے لیے کلایو سے اپنی برائت کا وعدہ لیا تھا سعا کلایو کے پاس پہنچا اور

تم نہیں جانتے کہ کرنل کون ہو اور اس کا کیا رتبہ ہو۔ مرزا نے عرض کی حضور والا میری کیا مجال کہ کرنل کے آدمیوں سے مقابلہ کروں، میں تو روزانہ اس کے گردھے کو سلام کرتا ہوں۔ حاضرین دربار منہ پھیر کر مسکراتے لگے لیکن میر جعفر نے اپنی سادگی سے نہ سمجھا کہ اس گردھے سے خود بدولت ہی کی ذات مراد تھی۔ کابو کے گردھے کا لطیفہ سیر المتاخرین کے علاوہ 'ٹیلز فرام انڈین ہسٹری' TALES FROM INDIAN HISTORY وغیرہ انگریزی تاریخوں میں بھی مذکور ہے۔

(۷) شہزادہ عالی گوہر اور جنگ عظیم آباد (۱۷۶۳ء - ۱۷۵۹ء)

۱۷۶۳ء (۱۱۸۲ھ) میں احمد شاہ بادشاہ دہلی نے انتقال کیا اور عالم گیر ثانی تخت نشین ہوا۔ بہار و بنگالے کی بد نظمیوں کے اخبار اور دھڑی پہنچتے رہتے تھے محمد قلی خان صوبے دار الہ آباد نے (جو صفدر جنگ کا بھتیجا تھا) شجاع الدولہ نواب وزیر اودھ سے بہار و بنگالے کی تسخیر کے لیے مشورہ کیا۔ شجاع الدولہ چاہتا تھا کہ محمد قلی خان کسی طرح الہ آباد سے دفع ہو۔ اس نے صلاح دی کہ شہزادہ عالی گوہر ولی عہد عالم گیر ثانی کو متفق کر کے تم بوقت کرو پھر میں بھی آبلوں گا۔ یہاں صوبہ بہار میں پناجا سدر سنگھ دپہلوان سنگھ و کامگار خاں وغیرہ میر جعفر ناظم بنگالہ سے سراج الدولہ کے خون کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ انھوں نے بھی شہزادے کو پُرچیک دی۔ شہزادے نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور نواب ہدایت علی خان بہادر اسد جنگ، نواب منیر الدولہ بہادر نادر جنگ،

سازش کی لیکن بھید کھل گیا اور عبدالہادی خان خود قتل کیا گیا۔

(۶) مرزا شمس الدین اور کلایو کے گدھے کا لطیفہ

مرزا شمس الدین میر جعفر کے قدیم یاروں میں تھا اور میر جعفر کی پریشانی کے زمانے میں مرزا نے اس پر بعض احسان کیے تھے یا شاید کچھ بڑی قرض دلوئے تھے۔ اب میر جعفر کو امارت سننے پر مرزا حقوق سابقہ کے معاوضے کا متوقع تھا لیکن دینا دلانا تو وہ کنار میر جعفر اس کو پیاس پھٹکنے کا بھی روادار نہ ہوتا تھا۔ ایک نور مرزا نے کسی طرح خلوت میں بار پایا تو میر جعفر اس کی زبان بند رکھنے کو خود ہی کہنے لگا کہ مرزا صاحب میں نے آپ کے احسانات فراموش نہیں کیے۔ لیکن کیا کروں کہ انگریزوں کو زور موجود دینے اور دوسری ضروریات سے فرغت نہیں ہوئی۔ زرا بکھیروں سے نجات ہو تو آپ کی خدمت کروں۔ مرزا دل جلا تو تھا ہی۔ کہنے لگا بس اب زیادہ بیان نہ فرمائیے مجھے رقت آتی ہو۔ افسوس کہ سراج الدولہ نے میر اکھر لوٹ کر بے خانماں کر دیا ورنہ اس وقت بھی میں آپ کی خدمت سے قاصر نہ ہوتا۔ اس وقت میر جعفر دونوں ہاتھوں میں کئی جواہریں سمیٹیں اور گلے میں تین چار مالامرورید پہنے ہوئے تھا جو سراج الدولہ کے مال سے ہاتھ لگے تھے، مرزا کہنے لگا، یہ سنگ ریزے بھی ایسے قیمتی نہیں کہ خود بدولت کے کام آئیں ہاں اگر انھی ہاتھوں سے اس مخلص کے طمانچے لگائے جائیں تو اس کا دل خوش ہو۔ انھی دنوں میں کلایو بھی آیا ہوا تھا، کسی نے میر جعفر سے لگا دی کہ مرزا نے کلایو کے آدمیوں سے دنگا کیا ہے۔ میر جعفر نے مرزا کو ہلایا اور ڈانٹ کر کہنے لگا

شہزادے سے یوم ملازمت مقرر کرایا۔

ہر چند غلام حسین خان نے متنبہ کیا کہ رام نرائن عیار ہی۔ جب حاضر ہوا اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہیے لیکن ہدایت علی خاں نے کہا کہ اب تک خاندان تیموریہ نے کسی سے دغا نہیں کی۔ اور محمد قلی خان کو یہ زعم تھا کہ میری تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔

۱۹ رجب کو شہزادہ داؤد نگر سے روانہ ہوا اور قصبہ پھلواری کے قریب خیمہ زن ہو کر ہرن، سور و سرخاب کے شکار میں مشغول ہوا۔ اسی جگہ رام نرائن بھی شہزادے کے پاس حاضر ہوا۔ یہاں رسوم دربار کے مطابق وہ آداب و کورنش بجالانی پڑی جو عمر بھرنہ دیکھی۔ رنگ فاق، چہرہ آداس، لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت (سرتیج و بیغہ مرصع کلنی جو شہزادوں کے لیے مخصوص تھی) حاصل کیا لیکن شہزادے کے سامنے سامان کو اپنے نگاہ سے کم دیکھ کر دل میں پشیمان ہوا اور کھلاے کا حیلہ کر کے خیمہ گاہ سے واپس چلا آیا اور قلعے کے استحکام میں مصروف ہوا۔

چند دنوں کے بعد شہزادہ بارغ جعفر خاں میں آکر ٹھہرا اور فوج و توپ خانہ کو شہر سے دھکن جلے کی طرف رکھا۔ اس وقت تک رام نرائن ظاہراً مدارات کرتا رہا۔ اس عرصے میں میر جعفر نے اول قصد کیا کہ کچھ پڑ دے کہ شہزادے کو جنگ سے باز رکھے لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا۔ تب کلا یو سے مشورہ کر کے میر تر اور کرنل کیلاڈ کو فوج لے کر بنگالے سے روانہ کیا۔ ان کے آنے کی خبر

۱۰ شاہ عالم نام صفحہ ۵۰۔

دارالدولہ بہادر (پسر خواجہ موسیٰ خاں) فضل اللہ خان بہادر، ممتاز الدولہ و بہادر علی خان بہادر، ولایت خان وغیرہ چند ذی رتبہ لوگوں کو ساتھ لے کر اعتماد الدولہ محمد قلی خان کی معیت میں ۱۲ رجب ۱۱۴۳ھ کو کرمانہ ندی کو عبور کر کے جہان آباد ہوتا ہوا اودھ نگر میں وارد ہوا۔

اتفاقاً اسی زمانے میں راجا ندر سنگھ کو ایک سردار نے محض معمولی سببی منکرار پر مار ڈالا تھا اس لیے وہ شہزادے کا ساتھ نہ دے سکا۔

شہزادے کے آنے سے راجا رام نرائن بہت گھبرایا۔ اس نے میر جعفر سے فوج لے کر آنے کی استدعا کی اور انگریزی فوج مقیم عظیم آباد کے انسر سیمبر کوٹ سے بھی مشورہ کیا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ اگر انگریزی فوج آجائے تو شہزادے سے جنگ کی جائے ورنہ جیسا وقت پڑے مناسب کارروائی کی جائے۔

اس اثناء میں میر جعفر نے رام نرائن کو لکھا کہ غلام حسین خاں ۱۱ مؤلف سیر المتاخرین) وغیرہ کو گرفتار کر لو۔ کیوں کہ انھی لوگوں نے نواب ہدایت علی خان کو ترغیب دے کر یہ فتنہ برپا کیا ہوگا۔ غلام حسین خاں نے اپنی برائت اور لاعلمی کا یقین دلا کر رام نرائن اور مرلی دھر ہرکارے سے اپنی سلامتی کا وعدہ لیا۔

بہر کیف شہزادہ آپہنچا تھا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا۔ انگریزی فوج کا بھی اب تک کچھ پتا نہ تھا۔ رام نرائن نے مرعوب ہو کر اپنے معصوب خاص محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی شہزادے کے پاس مع عرضداشت روانہ کی اور حاضری کا قصد ظاہر کیا اور محمد قلی خان سے مل کر (شاید کچھ متوقع کر کے) اس کو اپنا طرف دار اور مداح بنا لیا اور اس نے

۱۔ شاہ عالم نامہ صفحہ ۷۱۔ جہان آباد سے غالباً مجھوا جہان آباد مراد ہے۔

دینے کا وعدہ کر کے شہزادے کو روکنا چاہا لیکن اس کے معمولی زمیندار ہونے کے سبب شہزادے نے اس طرف التفاف نہ کیا اور کلایو کو لکھ بھیجا کہ چار مصارف ادا کر دو تو ہم یہاں سے ہٹ جائیں گے اور انگریزی تجارت کے لیے رعایتیں بھی ملحوظ رکھیں گے۔ شاید اسی زمانے میں عالم گیر ثانی نے بھی اپنے وزیر عماد الملک کے دباؤ سے کلایو کو لکھ بھیجا تھا کہ شہزادہ باغی نہ ہو جائے اس کی خبر لینا۔

کلایو نے بادشاہ اور شہزادہ دونوں کی خاطر ملحوظ رکھ کر شہزادے کے پاس خیر اللہ خاں اور چند اشخاص کی معرفت پانچ سو اشرفیاں بھیج دیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو حدود بہار سے نکالنے کے لیے ایک فوج بھی روانہ کی۔ بہر کیف شہزادہ نواح عظیم آباد سے چل کر ۱۵ شعبان کو موضع ہولی پہنچا۔ ۹ شعبان کو داؤد نگر واپس گیا، اور ۱۳ شعبان کو ہسرام ہوتا ہوا کرمناسہ ندی کے کنارے پر وارد ہوا۔ اسی جگہ شہزادے نے نوبت خاں کو اس دعا و فریب کی پاداش میں قتل کرایا۔

(۸) شہزادے کا بادشاہ ہونا اور رام نرائن اور انگریزوں

کی شکست ۱۷۶۳ء (۱۷۶۰ء)

شہزادہ کرمناسہ ندی تک پہنچا تھا کہ اس کو باپ (عالم گیر ثانی) کے لئے

پاتے ہی رام نرائن نے تیور بدل دیے۔ محمد قلی خان کے آدمیوں کو جو صوبے کے کاغذات دیکھنے کو آئے تھے نکلوا دیا اور کہہ دیا بھیجا کہ آپ کیا سمجھ کر حکم کرتے ہیں بندہ ناظم ہنگال کا ماتحت ہی کچھ آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا برسم مہمان داری کرتا تھا۔

یہ سنتے ہی شہزادے نے قلعہ عظیم آباد کی تسخیر کا حکم دیا۔ دوسرے ہی دن فوج نے محاصرہ کر لیا۔ رام نرائن نے قلعے سے گولہ باری شروع کی اور شہزادے کی فوج نے پوری مدافعت کی۔ لیکن محمد قلی خان کے سوار تدبیر کے سبب قلعہ مفتوح ہوتے ہوتے رہ گیا۔

سوا اتفاق سے عین سحر کے وقت محمد قلی خان کو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ نے اس کی غیبت میں قلعہ الہ آباد پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہر چند لوگ سمجھتے رہے لیکن محمد قلی خان دوسرے ہی دن الہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور شہزادے کو لڑائی بنا کر دینی پڑی۔

اسی کے بعد جین لافرانسیسی بھی شہزادے کے پاس حاضر ہوا۔ شہزادے نے اس کو نیمہ آستین اور اس کے ساتھیوں یعنی میر سیف اللہ و عبداللہ بیگ وغیرہ کو دستار و جامہ محمودی چکندوزی دے کر رخصت کیا اور ان سے کہہ دیا کہ محمد قلی خان کے چلے جانے کے سبب فی الحال جنگ ملتوی رہے گی۔

محمد قلی خان کے جانے پر پہلوان سنگھ زمیندار کٹنبھہ نے جنگ کا خرچ

۱۔ شاہ عالم نامہ صفحہ ۵، کے مطابق ایک کڑور اور چند لاکھ رپڑوراجا رام نرائن کے ذمے عاید ہوتے تھے۔ ۲۔ سیرالٹاخرین میں مفصل کیفیت مذکور ہے۔ شاہ عالم نامے میں لکھا ہے کہ شہزادے کی طرف بعض لوگ راجا رام نرائن کی سازش میں آگئے تھے۔

کا اشارہ کیا۔ لیکن ان بہادروں نے جواب دیا کہ فیل کیا اگر آسمان بھی پھر جائے تو ہم لڑائی سے پیٹھ نہیں پھیرتے۔ آخر انھوں نے رام نرائن اور انگریزوں کے لشکر کو مغلوب کیا۔ لیکن خود بھی تیس سواروں کے ساتھ مارے گئے (سیرالتاخرین) کے مطابق ان کی قبریں موضع فتوحہ اور بیکٹھ پور کے درمیان ہیں عین معرکے میں کامگار خاں نے اپنا گھوڑا رام نرائن کے ہاتھی کے برابر بڑھا کر نیزے سے راجا مذکور کو سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دافست میں اس کو مار ڈالا تھا لیکن اس نے تختہ ہودج کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اثنائے جنگ میں رام نرائن نے ایک فیل مست شاہی فوج کی طرف چھوڑ دیا تھا۔ جس سے عاقل خاں و محراب خاں و لطف اللہ خاں و ہاشم علی خاں و میر مقیم وغیرہ کسی نامی سردار پائمال ہو کر مر گئے۔ آخر بادشاہ نے خود خنجر و تیر سے اس ہاتھی کو ہلاک کیا۔

اس جنگ میں رام نرائن اور انگریزوں نے شکست فاش کھائی۔ انگریز بھائی افسروں میں صرف ڈاکٹر فلرٹن بعض زخمیوں کو ساتھ لے کر صحیح و سلامت واپس ہوا۔ بادشاہ نے غلام شاہ و رحیم خاں و مرلی دھرو وغیرہ کو جو گرفتار ہو کر آئے تھے اذراہ فوازش خلعت دے کر رہا کر دیا۔

سیرالتاخرین کے قول کے مطابق یہ جنگ دھواتالے کے قریب ہوئی۔
 ہسٹری آف بنگال بہار اینڈ اڑیسہ انڈر برٹش رول (HISTORY OF
 BENGAL BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE) (صفحہ ۱۳۸)

کے مطابق موضع محن پور میں ہوئی اور پٹنہ گزیٹ (PATNA GAZETTEER) ۱۹۲۴ء میں جگہ مذکور نہیں۔ شاہ عالم نامے میں بھی خاص جگہ مذکور نہیں۔ لیکن گڈھی دہری میں بادشاہ کا قیام کرنا لکھا ہے۔

جانے کی خبر ملی۔ ولی عہد تو تھا ہی اب بادشاہ ہو کر اس نے شاہ عالم لقب اختیار کیا (ابوالمظفر جلال الدین سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی) اور دربار کر کے امراء کو مناصب و خطابات سے سرفراز کیا۔ انھی دنوں میں مدار الدولہ کی سعی سے محمد بلند خان کو موضع سید آباد ویتوپرگنہ سارن بطور التعمیر محنت ہوا اور محمد بخشی خان کو پرگنہ تلاڑہ کی فوج داری عنایت ہوئی۔

۱۱ صفر ۱۰۳۷ھ کو کامگار خاں نے اپنے معتمد اللہ داد و نثار رام کو بھیج کر بادشاہ کو بہار و بنگالہ فتح کرنے کی ترغیب دی اور جنگ کے مصارف کا ذمہ لے کر عظیم آباد بلایا۔ صوبہ بہار کے زمیندار جو میر جعفر اور میرن کی حرکات سے بیزار تھے بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

اس وقت راجا رام نرائن کی فوج دھواتالے کے قریب جمع تھی اور پکتان کا کریم جس کو کلایو نے انگریزی فوج متعینہ عظیم آباد کا افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا رام نرائن کی کمک میں موجود تھا۔ بادشاہ اور کامگار خاں کے پاس کئی ہزار سپاہ تھی جن میں اصالت خان بہادر و دلیر خاں بہادر بھی شامل تھے، بادشاہ نے اصالت خاں و دلیر خاں کو فوج کی ہراولی اور کامگار خاں کو ایلتمش اور ممتاز الدولہ و مدار الدولہ کو جرنیل و برانکار اور کھانڈی ساؤ کو طلایہ پر متعین کر کے یکم جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ (۲۸ جنوری ۱۶۲۷ء) کو جنگ کا حکم دے دیا۔ پکتان کا کریم چاہتا تھا کہ جنگ کچھ دن اور ملتوی رہے۔ کیوں کہ میجر کیلاڈاب تک بنگالے کی فوج لے کر نہیں پہنچا تھا۔ لیکن رام نرائن کی طرف سے یکایک غلام شاہ نے توپ چلا دی جس سے التوا کا موقع نہ رہا اور اس کے بعد ہی گھمان لڑائی چھڑ گئی۔ انگریزوں نے گولیوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ بادشاہی فوج کے نشان کے ہاتھی نے گریز کیا اور بعض لوگوں نے اصالت خاں و دلیر خاں کو واپس ہونے

تعاقب میں بنگالے جا چکے تھے۔ اس لیے راجا رام نرائن نے متفکر ہو کر جعفر نامی ایک شخص کو جس کے مکان میں لاندہ کو رکرائے دار رہ چکا تھا اس کا مافی الضمیر دریافت کرنے کی غرض سے اس کے پاس بھیجا۔ لاموصوف نے تمام استفسار کے جواب میں یہ شعور پڑھا۔

اور انا حذر کنیہ کہ ما دل شکست ایم خاکسرایم و بر سر آتش نشست ایم اور اپنا یہاں رہنا بے سود سمجھ کر بہار کی طرف چلا گیا۔ اسی وقت بادشاہ بھی بہار واپس آیا تھا، اس نے لافرنسیسی کو قلعہ عظیم آباد کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ راجا رام نرائن اور شاہب اسے لے کر حتی المقدور سپاہ فراہم کر کے مدافعت کی۔ لیکن جین لہا اور زین العابدین خان نے پڑ پڑ کر حملہ کر کے دیوار میں رخنے کر دیا۔ بلکہ کامگار خاں کی فوج کے کچھ لوگ قلعے میں داخل بھی ہوئے اور طرفین کو یقین ہوا کہ اب یہ قلعہ مفتوح ہوا چاہتا ہو۔

اتفاقاً علی الصبح گنگا کے پار کچھ سپاہی نظر آئے۔ پہلے سے معلوم تھا کہ غلام حسین خاں فوجدار پورنہ بادشاہ کی مدد کو آئے والا ہو۔ گنگا کے پار سپاہیوں کی جھلک دیکھ کر اہل قلعہ کے ہاتھ پاؤ پھول گئے۔ لیکن بغور دیکھنے پر بعض لوگوں نے جن میں غلام حسین خاں مولف سیر المتاخرین بھی تھے (معلوم کیا کہ انگریزی فوج ہو۔ انھوں نے اسی وقت ڈاکٹر فلرٹن کو اطلاع دی۔ اور ڈاکٹر موصوف نے گشتیوں کا بندوبست کر کے فوج کو عبور کرایا۔ اب معلوم ہوا کہ کپتان رینڈ فرلی ناکس جس کی قبر باقی پورا احاطہ عدالت میں پورب جانب ہوا دو سو تخت گورے اور ایک دیسی پلٹن اور دو توپیں ساتھ لے کر تیرہ دن میں بردوان سے یہاں آیا ہو۔ اس کے آگے سے اہل قلعہ اور انگریزوں کی جان میں جان آگئی۔

(۹) قلعہ عظیم آباد پر شاہ عالم کا دوسرا حملہ اور شکست

۱۱۷۳ھ (۱۷۶۰ء - ۱۷۶۱ء)

دھوا تار کی شان دار فتح کے بعد بادشاہ نے بنگالے کا رخ کیا۔ اس اثناء میں میرن اور میجر کیلاڈ کے ادھر آنے کی خبر بھی معلوم ہوئی۔ شاہ عالم نے میرن کو ملا لینے کی غرض سے کاظم بیگ کو بھیج کر میرن کو بہت کچھ جاہ و منصب کی توقع دلائی۔ لیکن غالباً انگریزوں کی موجودگی کے سبب یہ کوشش رائیگاں ہوئی۔ میرن نے شاہ عالم کے پیام کے جواب میں کاظم بیگ پیغام بر کو قتل کر ڈالا۔

شاہ عالم تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ فروری ۱۱۷۳ھ کو میرن اور میجر کیلاڈ کی فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ پہلے ہی حملے میں میرن جس نے کبھی کوئی معرکہ نہ دیکھا تھا زخمی ہو کر بھاگ چلا تھا لیکن انگریزی توپوں نے شاہی فوج کو پس پائیا۔ شاہ عالم پلٹ کر پھر بہار آیا اور تین دن یہاں قیام کر کے بنگال کی راہ سے مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ میرن کو بھی اس کی بھنک پہنچی۔ اس نے فیذا میر جعفر کو آگاہ کیا اور خود بھی دھیرج نرائن برادر راجا رام نرائن کو ساتھ لے کر مرشد آباد روانہ ہوا۔ اس اثناء میں مرہٹے بھی بنگالے کے قریب بادشاہ سے مل گئے تھے۔ لیکن مخالفوں کے بندوبست اور کثرت افواج کا حال معلوم کر کے یا کسی اور سبب سے شاہ عالم نے مرشد آباد پر چڑھائی نہ کی اور پھر بہار کی طرف معاودت کی۔ اس عرصے میں جین لا عظیم آباد میں وارد ہوا۔ انگریز اور میرن شاہ عالم کے

شاہ عالم نامہ صفحہ ۱۳۵

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۶۱ - شاہ عالم نامہ صفحہ ۴۲ -

کے قصد سے خادم حسین خاں کی خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن اتفاق سے ہرکارہ راستہ بھول گیا۔ اس لیے شب خون کے ارادے سے باز آکر کپتان کو ایک جگہ ٹھہر جانا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد خادم حسین خاں کا لشکر نمودار ہوا۔ ابھی صبح بھی نہ ہوئی تھی کہ اس لشکر کی پورش سے کپتان کی ٹن گاہ میں بھور ہو گئی۔ قریب تھا کہ انگریزی فوج میں سخت انتشار پیدا ہو لیکن کپتان ناکس اور شتاب رائے نے نہایت استقلال سے قدم جما کر توپوں سے گولہ باری شروع کرائی۔ خادم حسین خاں نے اپنے بخشی میر افضل کو ایک بارگی پوری فوج سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جوں ہی سوار آگے بڑھے انگریزی فوج نے گولیوں کی بوچھاڑ سے ان کو مجروح اور نکلا کر دیا۔ بالآخر خادم حسین خاں کی ناتجربے کار اور تھکی ماندی فوج اپنے پرانے حردلوں سے انگریزی توپوں اور بندوقوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور سوئے تدبیر کے سبب منہزم ہو کر نیا کی طرف بھاگ گئی۔ اس کے چار سو آدمی مقتول ہوئے۔ اور تین ہاتھی اور چار ضرب توپیں بھی انگریزوں کے ہاتھ آئیں۔ شام کے قریب جب کپتان اور شتاب رائے واپس آئے تو پہلے کسی نے ان کی فتح کا یقین نہ کیا لیکن بعد کو واقعہ خود ہی ظاہر ہو گیا۔ حقیقتاً اسی جنگ سے بادشاہ کا زوال اور انگریزوں کا عروج شروع ہوتا ہے۔

۱۱۱) خادم حسین خاں کا تعاقب اور میرن کی موت

۱۱۶۳ھ (۱۷۶۰ء)

جس وقت خادم حسین خاں پورنیہ سے روانہ ہوا تھا میرن اور کرنل کیلاڈ

۲۹ اپریل ۱۷۶۰ء کو کپتان ناکس نے اچانک بادشاہ کی فوج پر حملہ کیا۔
بادشاہ محاصرہ چھوڑ کر کچھ دُور ہٹ گیا اور تیسرے دن کامگار خاں کے ساتھ
مان پور (ضلع گیا) کی طرف چلا گیا۔ مرہٹوں کی فوج بھی جو ہلسہ کے قریب
تھی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

(۱۰) بیر پور کی جنگِ خادم حسین خاں کی شکست

۱۷۶۳ء (۱۷۶۰ء)

شاہ عالم کے جانے کے بعد ہی خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ آٹھ
دس ہزار آدمیوں کے ساتھ عظیم آباد کے سامنے گنگا کے پار آ پہنچا۔ بادشاہ کے
جانے کے بعد عظیم آباد میں انگریزوں کو کوئی خیر نشہ نہ تھا۔ خادم حسین خاں کے
آنے پر کپتان ناکس نے راجا رام نرائن سے کچھ فوج گنگا پار بھیجنے کو کہنا اور
شباب رائے سے یہ مشورہ ہوا کہ انگریزی فوج تھوڑی ہو اس لیے بہتر ہو کہ بجائے
جنگ کرنے کے شبِ غلام مار کر خادم حسین خاں کو نہز م کر دیا جائے۔ رام نرائن
کے جماعہ دار اپنی مختصر جماعت کو خادم حسین خاں کے لشکر کے مقابلے میں محض حقیر
تصور کرتے تھے۔ انھوں نے شباب رائے کو بھی کپتان ناکس کا ساتھ دینے سے
منع کیا۔ لیکن شباب رائے نے دو تین سو سوار فراہم کر کے کپتان کی معیت اختیار
کی اور دو نوں ڈیڑھ دو ہزار فوج کے ساتھ آدھی رات گئے گنگا پار جا کر شبِ غلام

لہیرا متاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳۔ ریاض السلاطین صفحہ ۲۷۹ DISTRICT

۱۹۲۲ء صفحہ ۳۰۔ مرہٹوں کا مقام ہلسہ میں

GAYETTER, PATNA

دہناریاض السلاطین میں مذکور ہے۔

کشتی پر سوار ہوئیں اور ان کو ڈیوئے جانے کا یقین ہوا تو گناہوں سے توبہ کر کے انھوں نے دُعا کی کہ خدا میرن سے بدلے لے لیا اس پر کڑھتی بجلی گرے، اتفاقاً اسی شب یا اس کے بعد ہی میرن پر بجلی گری۔

تیس روز گناہ منگوا کر کہ جنگام دُعا کر دن اجابت از در حق بہر استقبال می آید میرن نے ایک فہرست میں ڈیڑھ دو سو آدمیوں کے نام لکھ رکھے تھے کہ خادم حسین خاں کے تعاقب کے بعد ان کو بھی ہلاک کرے۔ لیکن کاتب قدرت نے پہلے خود اسی کی زندگی کا دفتر تمام کر دیا۔ کیلاڈ نے میرن کی موت کو غصی رکھنے کے خیال سے اس کی آنتیں نکلوا کر دفن کرا دیں اور مجھے کوہا تھی پر رکھا کر اس کی بیماری کا بہانہ کر کے بنگالے بھجوا دیا۔

(۱۲) میر جعفر کی معزولی اور میر قاسم علی کی امارت

۱۱۶۳ھ تا ۱۱۷۱ھ (۱۷۶۳ء - ۱۷۶۷ء)

میر جعفر کا امور نظامت سے غافل رہنا اور پر مذکور ہو چکا ہے۔ میرن کے جونا مرے سے تمام کاروبار اور بھی ابتر ہو گیا۔ اس وقت کلایو بھی ولایت چلا گیا تھا اور ہنری ونسٹرٹ (HENRY VANSETTART) انگریزی کمپنی کا افسر (علی تھا۔ میر جعفر نے اپنے داماد میر قاسم علی پسر میر مرتضیٰ حسین بن اتیار خاں (خاص تخلص) کو جو مہابت جنگ کے وقت میں شہامت جنگ کی سرکار میں چند سواروں کا

۱۱۷۱ھ تا ۱۱۷۲ھ (۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۸ء) کے مطابق یہ واقعہ ۱۹ ذیقعد ۱۱۶۳ھ شب پنجشنبہ کا ہے۔

(۲ جولائی ۱۱۷۱ھ) اس وقت میرن کی عمر کیس سال تھی۔ ماثر الامار میں اس واقعے کی تاریخ

”بنگاہ برق افتادہ بہ میرن“ لکھی ہے۔ ۱۳

۱۱۶۳ھ تا ۱۱۶۴ھ (۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۸ء) کے مطابق یہ واقعہ ۲ صفر ۱۱۶۹ھ

بھی عظیم آباد کی طرف آ رہا تھا۔ ان کے یہاں آنے سے پہلے ہی خادم حسین خاں شکست کھا کر اطراف ترہست میں روپوش تھا، اس لیے یہ دونوں خادم حسین خاں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اودالی صاحب لکھتے ہیں کہ میرن کی فوج مہر کے کے وقت ہمیشہ لڑنے والوں سے ایک میل پیچھے رہا کرتی تھی۔

بہر کیف انگریز اور میرن کے لشکر سے خائف ہو کر خادم حسین خاں نے فرار کی راہ تلاش کی لیکن بنی اسرائیل کے گروہ کی طرح سانسے گندک ندی اور عقب میں دشمن کی فوج تھی۔ بے سرو سامانی میں ندی کو عبور کرنا محال تھا۔ اس لیے عالم حصص ہمیں میں خادم حسین خاں زندگی سے ہاتھ دھو کر سر بہ صحرا روانہ ہوا۔ پیچھے پیچھے میرن بھی تعاقب میں بڑھتا آتا تھا۔ اتفاق سے دو گھڑی رات گزرنے پر سخت بارش اور طوفان شروع ہوا۔ میرن نے بڑے نیچے کو چھوڑ کر ایک چھوٹی راوٹی میں شب بسر کرنے کا تہیہ کیا۔ تھوڑی رات گزرنے پر بجلی گری اور میرن صبح چند رقار کے ہلاک ہوا۔ سیرالٹا آخرین میں مذکور ہے کہ میرن کے سر میں گدی کی طرف پانچ چھو باریک سوراخ ہو گئے تھے اور تمام جسم نیلا ہو گیا تھا۔ قریب میں تلوار تھی اس میں بھی تین سوراخ تھے۔

میرن نے مرشد آباد سے چلتے وقت کسی معتاد کو خفیہ حکم دیا تھا کہ گھسیٹی بیگم اور آمنہ بیگم (صراح الدولہ کی خالہ اوزماں) کو جہاں گیر نگر سے مرشد آباد لے جائے۔ جسے کشتی پر بٹھا کر بیچ ندی میں غرق کر دینا۔ جب یہ عورتیں

(۱۳) جنگ سیوان (بہار) اور عظیم آباد میں شاہ عالم کی

تخت نشینی ۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۶ء

شاہ عالم کا مان پور (گیا) کی طرف جانا اذیر مذکور ہو چکا ہے۔ اس وقت قلعہ عظیم آباد کے باہر اطراف گیا تک تمام علاقے بادشاہ کے قبضے میں تھے اور شاہی حملے کے دروازے تک اگر مال گزاری وصول کرتے تھے۔

۳۱ دسمبر ۱۷۶۶ء کو ہجیر کارنک انگریزی فوج متعینہ عظیم آباد کا افسر مقرر ہو کر آیا۔ اس نے بادشاہ کا مع فوج اس قدر قریب رہنا مخدوش جان کر جنگ ناماتیہ کیا اور ۱۵ جنوری ۱۷۶۷ء کو فوج آراستہ کر کے باغ جعفر خاں سے کوچ کیا۔ قصبہ بہار سے نو میل دھن موضع سیوان کے قریب شاہ عالم کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ بادشاہ کی خستہ حال فوج نے ہر چند بہادری دکھائی لیکن بالآخر نہزم ہو کر پس پا ہوئی اور جین لافرانسیسی بھی انگریزوں کی قید میں آگیا۔ شاہ عالم نے پھر گیا کی طرف معاودت کی۔ اس وقت تک کامیاب رہاں شاہی فوج کا کفیل تھا۔ لیکن اس شکست کے بعد اس نے بھی ترک رفاقت لی۔ اس اثنا میں شجاع الدولہ نواب وزیر نے اودھ سے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ یہاں آپ کے نام کا سکہ جاری ہو گیا جلد تشریف لائیے کہ امور سلطنت درست کر لیے جائیں۔ انگریز پہلے سے صلح کے جو یا تھے اور راجا شتاب رائے کے ذریعے سے پیام بھی دے چکے تھے لیکن شاہ عالم نے کامگار خاں کے کہنے سے ٹال دیا تھا اب

افسر تھا اور اسی زلمے سے ہر جگہ آمد و رفت اور رسوخ رکھتا تھا اور میر جعفر کے زلمے میں ضلع رنگ پور کا فوج دار مقرر ہوا تھا۔ یہ ضرورت چند بار صاحب موصوف کے پاس نکلتے بیچا۔

میر قاسم نے میر جعفر کا کچا چٹھا صاحب موصوف سے بیان کروا دیا۔ انگریزوں کو اس وقت تک میر جعفر سے نصف رقم موجود بھی وصول نہ ہوئی تھی اس لیے ان کو ایسے متاق امارت کی حاجت تھی جو باقی رقم فوراً ادا کر دے۔ میر قاسم کاٹھ کا پورا نکلا۔ انگریزوں نے میر جعفر سے جو قول و قرار کیے تھے ان کو بالائے طاق رکھ کر میر قاسم سے معاملات طو کر لیے اور ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ روز دوشنبہ کو میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو بہار و بنگالے و اڑیسہ کی من نظامت پر متکین کیا۔ نئے نواب نے اپنے لیے نصیر الملک (تیا ز الدولہ) (میر قاسم علی) خان بہادر نصرت جنگ کا خطاب پسند کر کے بادشاہ سے اس کی درخواست کی اور اسی طرح اپنے قرابت مندوں اور مقربوں کو بھی خطابات سے سرفراز کیا۔ نظامت پر قابض ہوتے ہی میر قاسم نے میر جعفر اور میرن کے ملازموں۔ مصاحبوں حتیٰ کہ کینزوں اور رنڈیوں سے بھی تمام زرو مال جو انھوں نے بطور انعام حاصل کیے تھے بہ تشدد واپس لیے اور اس لوٹ کھسوٹ سے ڈیرہ برس کے اندر ہی کافی رُپڑ فراہم کر کے سپاہ کی تنخواہ اور انگریزوں کی باقی ادا کردی اور اپنے رفیق و وزیر نواب علی ابراہیم خاں کو نئی فوج کی بھرتی کے لیے مامور کیا اور گرگین (GREGORY) نامی ایک ارمنی کو سردار بنا کر یورپین اصول پر قواعد کی تعلیم شروع کرادی۔

۱۵ سیرالتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ اور HISTORY OF BENGAL BIHAR

صفحوں ۱۲۲ تا ۱۲۶ سے ماخوذ ہوا۔ حالاً

QRISSAUNDER BRITISH RULE

سلسلے دار لکھے جائیں گے۔

(۱۳) رام نرائن جنرل کوٹ اور میر قاسم کا معاملہ

شاہ عالم کے بلے پر میر قاسم نے راجا رام نرائن سے صوبے کے محاصل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن جیلے حوالے کرنے لگا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں (۱۸۶۱ء) جنرل آئر کوٹ (EYRE COOTE) انگریزی فوج کا سردار مقرر ہو کر عظیم آباد آیا تھا۔ رام نرائن نے محاسبہ سے بچنے کے لیے جنرل مذکور سے ارتباط پیدا کیا اور خفیہ میر قاسم کی شکایتوں سے اس کے کان بھرے شروع کیے۔ یہاں تک کہ ایک دن جنرل کو یقین دلایا کہ نواب انگریزی لشکر پر چھاپہ مارنے کا قصد رکھتا ہو۔ نادان جنرل نے اس کو باور کر کے اپنی فوج آراستہ کی اور اچانک نواب کی خرگاہ میں چلا آیا۔ نواب اس وقت خواب راحت میں تھا اور اس کی فوج بھی غافل پڑی تھی۔ جنرل پر رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا تو نہایت پشیمان ہوا اور اپنے ایک ماتحت کو معذرت کے لیے چھوڑ کر واپس گیا۔ میر قاسم کو جنرل کی یہ حرکت بہت بری لگی۔ اس نے کلکتے کی کونسل میں اس کی شکایت لکھ بھیجی کونسل نے جنرل کو واپس بلالیا۔ اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے معاملے میں تم خود مختار ہو۔ اب میر قاسم نے جمع خرچ کا حساب طلب کر کے دیکھا تو بعض نیاستوں کا پتا چلا۔ رام نرائن نے سرشتہ کا محاسبہ کم کرنے کی

(۲۵۰ کا بقیہ حاشیہ)

PATNA GAYETTEER اور BENGAL BIHAR ORISSA

۱۹۲۶ء صفحہ ۳۳ سے ماخوذ ہو۔ سیر المتاخرین میں مفصل طور پر مذکور ہو۔

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۲۔

شاہ عالم نے خود شتاب رائے کو بلوا کر صلح کی گفتگو چھیڑی۔ انگریز جانتے تھے کہ احمد شاہ ابدالی اور تمام امرائے ہندستان شاہ عالم کو تخت سلطنت کا وارث تسلیم کر چکے ہیں اور اگرچہ بعض معرکوں میں بادشاہ نے شکست کھائی ہو لیکن امن اور فائدے کی صورت صلح میں ہو۔ انھی اسباب کی بنا پر یہ مجبوراً تنگ نمود جا کر شاہ عالم کے پاس حاضر ہوا اور نہایت عزت اور احترام کے ساتھ بادشاہ کو عظیم آباد لے آیا۔ شاہی لشکر بیٹھ پور کے تالاب کے قریب فرود ہوا اور انگریزی فوج باقی پور کی چھاؤنی میں ٹھہری۔ ۱۲ مارچ ۱۷۵۷ء کو محل زار باغ کی انگریزی کوٹھی میں تخت نشینی کا انتظام ہوا۔ کھانے کی میز پر سند پچھائی گئی۔ انگریز صف باندھ کر مودب کھڑے ہوئے اور شاہ عالم نے شاہانہ وضع سے جلوس کیا۔ میر قاسم ناظم بنگالہ نے بھی حاضر ہو کر ایک ہزار اشرفیاں نذر دیں۔ بادشاہ نے ہر ایک کو علی قدر مرتبہ خلعت دید۔ راجا دام نرائن اور راجا بلیمبھی شرف یاب ہوئے۔

رسومات کے بعد دوسرے کمرے میں جا کر بہار و بنگالہ وارڈیسہ کے کاغذات پیش ہوئے۔ تینوں صوبوں کا شاہی خراج مبلغ چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا اور میر قاسم نواب ناظم نے بلا عذر یہ رقم سکاری۔ اس وقت اسی قدر معاملات طے کر کے شاہ عالم نے چند دن قلعے میں قیام کیا اور آخر ذیقعد ۱۱۶۲ھ کو اودھ کی طرف روانہ ہوا۔

۱۷۵۷ء کی کوٹھی ایون گودام کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں آٹھ پنجم جانب گنگا کے قریب وہ مکہ جس میں شاہ عالم تخت نشین ہوا تھا اب تک موجود ہے۔ ایون گودام کی عمارتوں میں فی الحال سرکاری چھاپے خانہ اور سردے آفس وغیرہ ہیں۔

فتح سنگھ گرفتار ہو کر عظیم آباد میں محبوس کیے گئے۔ اس کے بعد بھوج پور کے راجائے بھی اطاعت قبول کی۔ میر قاسم نے مدت دید پر ان ملاقوں سے مال گزاری وصول کی۔

(۱۶) میر قاسم کی طرزِ حکومت اور حسن تدبیر

ایک انگریز مورخ کا بیان ہے کہ میر قاسم کی داد دہی اور انصاف بہترین حکام اسلام کے رویہ کے مطابق تھا۔ میر المتاخرین کا بیان ہے کہ اگرچہ میر قاسم پناہ برنگالے کی بے وفائی اور عام طور پر شاہیر ملک کی بے اعتباری کو دیکھ کر اخذ مال اور قتل و قید میں بے باک تھا لیکن ملکی معاملات اور انفصال قضایا اور قددوانی علماء میں بے نظیر تھا۔ ہفتے میں دو روز خود بر سر عدالت مدعی و مدعا علیہ کا اظہار سنتا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ رشوت لے کر کچھ جھوٹ سچ لگا سکے تحقیقات کے بعد خود مقدمے کو فیصل کرتا تھا۔ اور حکم کی تعمیل کے لیے فوراً سزا دل تعینا کیے جاتے تھے۔

میر جعفر نے نام کی نوابی کو معراج سمجھا تھا لیکن میر قاسم باقاعدہ حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ہر طرف پورا بندوبست کر کے قلعہ مونگیر میں سکونت

۵۱ میر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۸۔

۵۲ HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۳۵

۵۳ میر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۹۹۔

غرض سے بعض متصدیوں کو روپوش کرادیا۔ لیکن میر قاسم نے رام نرائن کے گھر سے سات لاکھ روپہ نقد اور تھینا اسی قیمت کی جنس برآمد کر کے لے لی باقی رقم لوگوں کے گھروں میں چھپا دی گئی تھی ان کا کچھ پتا نہ ملا۔ مرلی دھر ہرکارہ نثار رام ہاجن اور بعض معطلے دار بھی جو رام نرائن کے شریک تھے گرفتار ہو کر جھبوس ہوئے۔ راجا شتاب رائے بھی لپیٹ میں آگیا تھا۔ لیکن یہ بدلت خاص جواب دہ نہ تھا اس لیے اس نے اپنی داشت سے آب رو قاسم رکھی۔ انگریزوں نے بھی اس کے حقوق خدات کے لحاظ سے اس کو نجسات دلوائی اور اس کا معاملہ انگریزی کونسل کے فیصلے پر موقوف رکھا گیا۔ شتاب رائے عرصے تک کھلتے میں اپنے مقدمے کی پیروی میں پریشان رہا آخر کونسل نے اس کو بے قصور قرار دیا لیکن میر قاسم کی حکومت سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ میر قاسم نے شاہی بند منگو کر رہتاس کی قلعہ داری عظیم آباد کی دیوانی اور مصنام الدولہ کی جاگیر جو شتاب رائے کے انتظام میں تھی اپنے دخل میں لے لی۔

(۱۵) صوبے کے جنوبی علاقوں اور بھوج پور کا انتظام

عظیم آباد میں خاطر خواہ بندوبست کر کے میر قاسم نے نوبت رائے کو نائب مقرر کیا اور خود جنوبی علاقوں میں کام گارخاں (نرہٹ سمائے) بنیلو سنگھ و فتح سنگھ (ٹکاری) اور بشن سنگھ زمیندار پوری کو مطیع کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ کام گارخاں پہاڑی علاقوں میں جا چھپا اور بشن سنگھ بھاگ کر بنارس چل دیا۔ بنیلو سنگھ و

ایسا پیشان ہوا کہ عالی جاہ کو منٹھ دکھانا نہ چاہتا تھا۔ عالی جاہ کو حال معلوم ہوا تو نواب علی ابراہیم خاں کو بھیج کر اس کو بلوا لیا اور فوراً عظیم آباد کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

(۱۱۸) عالی جاہ اور انگریزوں کی مخالفت (۱۷۶۳ء)

عالی جاہ نے بیدار مغزی اور ہوشیاری سے اپنے سب کام بنالیے اور تینوں صوبوں میں حکومت و صولت قائم کر لی لیکن انگریزوں سے اس کی نہ بنی۔ اس کا منصب یہ تھا کہ انگریزی کمپنی کے ملازم نواب کو اپنا بندہ بے دام بنائے رکھنا چاہتے تھے اور عالی جاہ کو اپنی جاہ و منصب کا خیال تھا۔ کمپنی کے علاوہ کمپنی کے ملازم انگریز بھی اپنا خاص تجارتی مال بلا محصول ادھر ادھر لے جاتے تھے۔ بتیا جانے سے پہلے عالی جاہ نے مونگیر میں ہنری ڈسٹر کمپنی کے افسر اعلیٰ سے عند الملاقات اس بات کی شکایت کی اور افسر مذکور نے وعدہ کیا کہ اس بارے میں مناسب حکم جاری کیا جائے گا۔ چنانچہ خود اس کا قول تھا کہ شاید ہی کوئی دن گزرتا ہو گا کہ کمپنی کے ملازم محض ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر جیل نکال کر نواب کی حکومت کی پامالی اور اس سے علوں کو گرفتار کر کے اس کی توہین نہ کرتے ہوں گے۔ ”بہر حال سٹروٹسٹرٹ کی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ معاملہ آپس کی رضامندی سے طے پا جائے لیکن کلکتے کی کونسل نے ناحق کمپنی کے ملازموں

لے سیر المتاخویں جلد ۲ صفحہ ۳۰۵۔

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۳۷۔

اختیار کی اور گرگین ارمنی کی نگرانی میں نوپ بندوق اور اسلحہ جنگ بنانے کے کارخانے قائم کیے گئے۔ اور باضابطہ فوج بھرتی کر کے ماہ بہ ماہ تنخواہ ادا کی۔ اس کے بعد بادشاہ کو نذر بھیج کر اعلیٰ منصب و خطاب کی استدعا کی۔ ابتدائے ۱۶۱۱ء میں شاہ عالم نے حسب درخواست منصب ہشت ہزاری اور خطاب ”نواب عالی جاہ“ عنایت کیا۔

۱۱۔ بتیا سے نیپال کی طرف فوج کشی ۱۶۱۳ء (۱۰۲۳ھ)

عالی جاہ نے بتیا کے علاقے پر تسلط پایا تھا اور گرگین نے شناٹھا کو نیپال میں بڑی دولت ہو۔ اس نے بعض پادریوں سے جو اس طرف سے ہو آئے تھے کچھ حالات دریافت کر کے عالی جاہ کو نیپال پر فوج کشی کے لیے ابھارا۔ عالی جاہ نے گرگین کو تھوڑی فوج کے ساتھ کوچ کا حکم دیا اور بتیا کے انتظام کا بہانہ کر کے خود بھی اس طرف روانہ ہوا۔ خود عالی جاہ نے بتیا میں قیام کیا۔ اور گرگین نیپال کی طرف روانہ ہوا۔ مقام کوانی پور کے قریب پہنچ کر گرگین کے سپاہیوں نے گھائی سے گزرنا چاہا۔ گرگھے (GURKHAS) مزاحم ہوئے۔ لیکن سپاہیوں نے کسی طرح پہاڑ کی ایک چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ گرگھوں نے رات کو ہجوم کر کے بطور شب خون حملہ کیا۔ طرفین سے تیر و بندوق چلنے لگی بالآخر گرگین خان کا لشکر منہزم ہو کر افتان و خیزاں واپس آیا۔ اس شکست سے گرگین

۱۱۔ اسی زمانے سے اب تک مولیٰ میں لودھی کی چیزیں بنتی ہیں۔ اور بندوق بھی تیار کی جاتی ہے۔ ۱۲۔ سیر التاخرین جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۔

(۱۹) قلعہ عظیم آباد پر انگریزوں کا قبضہ کرنا اور اس میں

بے دخل ہونا ۱۷۶۳ء

مسٹر اس نے چیٹر نکال کر عالی جاہ کو لکھا کہ میرے سپاہی دیوان محلے کی کھڑکی سے شہر میں جا کر چھپ جاتے ہیں اس لیے اس دروازے کو بند کرنا چاہیے۔ ہر چند عالی جاہ کی طرف سے اس کو کھلا رکھنے کے لیے معقول وجوہ پیش کی گئیں۔ لیکن اس اپنی بات پر اڑ گیا۔ بالآخر عالی جاہ نے کھڑکی بند کرادی اور اس جگہ ایک چبوترہ بنوا کر توپ چڑھا دی۔ اس کو یہ نیا شگوفہ ہاتھ لگا۔ اس نے کونسل کو لکھ بھیجا کہ نواب جنگ کے لیے آمادہ ہو اس لیے مجھ کو بھی جنگ کی اجازت دی جائے۔ کونسل نے اس کی درخواست کے مطابق جنگ کی اجازت دے دی۔

انہی دنوں میں کونسل کی طرف سے گفتگو کے لیے دو انگریز مسٹر امیٹ اور تے نامی عالی جاہ کے پاس مونگیر آئے تھے۔

ابھی کوئی گفتگو نہ پائی تھی کہ انگریزوں کی ایک کشتی جس میں اور سامان کے علاوہ پانچ سو بندوقیں کلکتے سے عظیم آباد بھیجی گئی تھیں مونگیر کے قریب پہنچی۔ بندوقیں بھیجنے سے انگریزوں کے ارادے کا حال کھل گیا۔ عالی جاہ نے مسٹر امیٹ کو رخصت دے دی لیکن مسٹر تے کو یہ کہہ کر روک لیا کہ جب تک انگریز میرے گماشتوں کو رہا نہ کریں گے تم نہیں جا سکتے۔ امیٹ نے چلتے وقت اس کو

۱۷ شہر کا صدر راستہ بچھم دروازے سے تھا۔ دیوان محلے کے موڑ پر جہاں سے سرگرمی

کہہ گئی ہو۔ ایک معمولی سا کڑے دار دروازہ لگا ہوا تھا۔ ۱۲

کی طرف داری کی۔ ادھر عالی جاہ نے اپنے گماشتوں کو حکم دیا تھا کہ کونسل کا حکم آنے تک کسی جیلے سے کہنی کے مال کے سوا اور مال کو دوک رکھنا۔ عالی جاہ کے گماشتوں نے روک ٹوک شروع کی تو ایلس Ellis نامی نے جو ۱۶۲۲ء سے پٹنہ کی کوٹھی کا افسر علی تھا اور عالی جاہ سے ذاتی عداوت رکھتا تھا اور عالی جاہ کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ بتایا ہے واپس ہوتے ہوئے عالی جاہ کو اس کا حال معلوم ہوا تو سخت جھلایا اور اپنے آدمیوں کو انگریزی گماشتوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ خود گل نار باغ کے قریب گنگا کو عبور کر کے عظیم آباد آیا اور سڑا اس سے ملاقات نہ کر کے بیدھا بلوغ جعفر خاں میں آکر مقیم ہوا۔ اور نوبت رائے کو برطرف کر کے میر مہدی علی خاں کو عظیم آباد میں نائب مقرر کیا۔ اور خود مونگیر روانہ ہوا۔

ونسٹرٹ اور وارن ہیٹنگس نے (جو بعد میں گورنر جنرل ہوا) کونسل سے عالی جاہ کے حسب خواہ فیصلہ کرائے کی کوشش ضرور کی لیکن کونسل کا فیصلہ عالی جاہ کے خلاف ہوا اور کہنی نے اپنے گماشتوں کی رہائی اور انگریز ملازموں کو محصول سے معاف رکھنے کے لیے بلیغ اصرار کیا۔ عالی جاہ نے آزدہ ہو کر سرے سے محصول ہی کو اٹھا دیا اور چوں کہ دیسی تاجر بھی محصول اٹھ جانے سے برابر منتفع ہوتے تھے۔ اس لیے انگریزوں کو یہ امر بھی نہایت شاق ہوا۔

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ م ۰۶۵۔

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ HISTORY OF BENGAL

۱۵۱ BIHAR ORISSA UNDER BRITISH RULE صفحہ ۱۵۱

جو اس وقت عالی جاہ کی طرف سے بکسر میں مقیم تھا ادھر جا کر مقام مانجھی کے قریب ان انگریزوں کو گرفتار کر لیا۔

(۲۰) میر جعفر کی دوبارہ سند نشینی اور عالی جاہ اور انگریزوں

کی جنگ ۱۷۶۳ء (۱۷۶۳ء)

عالی جاہ اور انگریزوں کی مخالفت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ طرفین کے لیے سوائے جنگ کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ عالی جاہ نے احکام جاری کیے کہ انگریز جہاں پائے جائیں قتل کیے جائیں۔ امیٹ مونگیر سے مرشد آباد آکر گرفتار ہوا، اور اس کا سر کاٹ کر عالی جاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انگریزوں نے معزول شدہ نواب میر جعفر کو دوبارہ سند نشین کیا اور عالی جاہ سے انتقام لینے کو ایک زبردست فوج تیار کی اور جنگ کر کے مرشد آباد پر قبضہ کر لیا۔ جب انگریزی فوج صوبہ بہار کی طرف بڑھی تو عالی جاہ نے راج محل کے قریب ادھوانا نامی مقام میں

(صفحہ ۳۷۵ کا بقیہ حاشیہ)

آکر کبھی انگریزوں کے ساتھ اور کبھی ان کے خلاف فرامیسیوں کی طرف سے لڑتا رہا۔ انھیں لوگوں نے سُمب (SOMBRE) کہنا شروع کیا جس کو ہندوستانیوں نے سمور کر لیا۔ اس وقت میر قاسم کی فوج کے ایک دستے کا افسر تھا۔ میر قاسم کی شکست کے بعد بادشاہ دہلی کا ملازم ہوا۔ اور جاگیر حاصل کر کے نوابوں کی طرح زندگی بسر کی۔

۱۷۷۵ء ادھوانا راج محل کے جنوبی پہاڑوں سے جاری ہو کر گنگا میں ملا ہوا اس کے کنارے پر خاردار گھنے درختوں کا جھل تھا۔ اور بجز ایک پل کے دوسری راہ ادھر سے گزرنے کی نہ تھی۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۲۳۔

ملکہ بھیجا کہ معاملہ دگرگوں ہر قسم سے جو کچھ بن پڑے کرنا۔ اس تو ایسے موقعے کی تاک ہی میں تھا اس نے ڈاکٹر فلرٹن کو جو حصار شہر کے ائمہ بخشی گھاٹ میں رہتا تھا فوراً اپنے پاس بلا لیا اور دوسرے ہی دن (۱۲ ذی الحجہ ۱۱۷۱ھ مطابق ۵ جون ۱۷۷۳ء) علی الصباح انگریزی فوج کی پانچ کمپنیاں اور تین دیسی پلٹنیں ساتھ لے کر اچانک محلہ نوذر کٹرہ (دیوان محلے کی کھڑکی کے قریب تھا) اور پچھم دروازے سے دھاوا کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کر لیا۔ میر مہدی نائب صوبے دار اور فوج متعینہ حصار قلعے نے توپ اور بندوقوں کی آواز سے بیدار ہو کر مقابلہ کیا لیکن جلدی میں کچھ بنائے نہ بنی اس لیے تھوڑی سی لڑائی کے بعد قلعہ چھوڑ کر مونگیر کی راہ لی۔ اس کی فوج نے میدان خالی پا کر شہر میں لوٹ چادی اور دوپہر ہوتے ہوتے کتنے گھروں کو تباہ کر دیا۔ اس نے قلعے کے حصار پر توپیں لگا دیں۔ لیکن امین خان نامی میر مہدی کے جانے پر بھی عمارت چہل ستون میں بند ہو کر مدافع پر آمادہ رہا۔ میر مہدی قلعے سے نکل کر فتوحہ تک پہنچا تھا کہ اس کو عالی جاہ کی فرستادہ فوج مل گئی۔ اس فوج کو ساتھ لے کر پھر عظیم آباد واپس آیا تو دیکھا کہ انگریزوں کی فوج کچھ تو لوٹ کھسوٹ میں لگی ہوئی اور کچھ شراب پی پی کر بد اطواریاں کر رہی ہے۔ عالی جاہ کا فوج سے یکایک حملہ کر دیا اور سہ پہر ہوتے ہوتے تمام انگریزی فوج قلعے سے بھاگ کر اپنی کوٹھی میں چلی گئی۔ نواب کی فوج نے کوٹھی پر توپ چلانی شروع کی تو انگریزوں نے ٹل زار باغ سے نکل کر باقی پور میں پناہ لی۔ لیکن یہاں بھی پیچھا نہ چھوٹا۔ آخر بھاگ کر چھپرہ کی طرف چلے گئے۔ سمرٹ نامی پور پیر، افسر

۱۔ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۴۱۵۔

۲۔ سمر دجرمن یا فرانسیسی نژاد تھا۔ اصل نام دالٹر ریناڈیا رینہارڈٹ تھا۔ ہندستان (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ پر)

(۲۲) انگریز اسیروں کا قتل ۱۷۷۷ء تا ۱۷۷۳ء -

جنگت میٹھ وغیرہ کے قتل ہونے تک عالی جاہ نے کسی مصلحت سے پٹنہ میں انگریز اسیروں کو رہنے دیا تھا۔ عظیم آباد پہنچ کر اس کو انگریزی فوج کے ادھر آنے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس وقت اس نے انگریز اسیروں کے قتل کا حکم دیا۔ ۵ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو سمرو نے حاجی احمد کی حویلی میں ان قیدیوں کو نہایت بے رحمی سے بندوق کی گولیوں کا نشانہ بنایا۔ اور اسی طرح بعض انگریز جن میں مجروح اور مریض بھی تھے چھل ستون میں قتل کیے گئے۔ صرف ڈاکٹر فلرٹن (FULLERTON) سابق میں عالی جاہ کا معالج رہنے کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا۔ ویسی سپاہیوں نے بے چارے قیدیوں کو قتل کرنا عار سمجھ کر اس کام سے انکار کیا۔ تب سمرو نے یہ کام خود اپنے ذمے لیا۔ مقتولوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ادالی صاحب نے اپنی تاریخ میں ان کی تعداد ۱۹۸ (اٹھاسٹھ) تک بتائی ہے۔ لیکن ہٹاریکل ریکارڈس کمیشن کے جلسے (دسمبر ۱۹۳۷ء) میں سر ایوان کاٹن۔ ام۔ اے۔ نے ایک مضمون پڑھا جس میں بیان کیا تھا کہ اکثر اشخاص کے نام غلطی سے شامل ہو گئے ہیں اور صرف باون اشخاص کا مارا جانا سرکاری

۱۷ حاجی احمد برہیت۔ جنگ کی حویلی محلہ گورٹھ میں اس جگہ تھی جہاں اب انگریزوں کا گورنمنٹ ہے۔ اس کی کچھ زمین پیچھم جانب ہسپتال میں بھی شامل ہو گئی ہے۔ سیر (مختصر) جلد ۲

صفحہ ۲۲۹۔ اور HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA

صفحہ ۱۵۳۔

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۶۰

جو سب سے زیادہ مستحکم اور محفوظ مقام تھا اپنی فوج متعین کر دی۔ یہاں
 عالی جاہ کی فوج کے ارمنی یا یورپین ملازموں نے دغا کر کے شکست دلوادی۔
 اب انگریز کلکتے سے کٹوا تک قابض ہو گئے۔ عالی جاہ نے گجرات کر مونگیر سے
 عظیم آباد کی راہ لی۔ اس کے چلے آنے پر قلعے دار مونگیر نے انگریزوں سے کچھ
 رپے لے کر یہ قلعہ بھی ان کے حوالے کر دیا۔
 من از بیگان گاہ ہرگز نہ نالم کہ بامن آں چہ کرد آں آشنا کرد

(۲۱) راجا رام نرائن اور جگت سیٹھ وغیرہ کا قتل ۱۱۷۷ھ

(۱۷۶۳ء)

عالی جاہ نے راجا رام نرائن، فتح سنگھ و بنیاد سنگھ وغیرہ کو پہلے سے قید
 کر رکھا تھا۔ انگریزوں سے مخالفت ہونے پر جگت سیٹھ، سروپ چند اور
 راج بلہ وغیرہ جو غنیہ انگریزوں کی سازش میں تھے۔ اور ان میں سے بعضوں
 نے انگریزوں کے نام خطوط بھی لکھے تھے عالی جاہ کے حکم سے قید کر لیے
 گئے تھے۔ عالی جاہ نے مونگیر سے بارہ کے قریب پہنچ کر راجا رام نرائن کے
 گلے میں ریت کا گھڑا بندھوا کر نگامیں غرق کر دیا۔ اور جگت سیٹھ، سروپ چند
 راجا راج بلہ، فتح سنگھ و بنیاد سنگھ وغیرہ کو بھی قتل کر دیا۔

۱۷ ریاض السلاطین صفحہ ۳۸۴

۱۷ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ -

۱۷ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ - و ریاض السلاطین صفحہ ۳۸۵

چلا گیا۔ لیکن یہاں بھی قدم نہ جما۔ آخر انگریزوں کے تعاقب سے خائف ہو کر کرم ناسہ ندی کے پار شجاع الدولہ ازاب وزیر اودھ کی حدودِ مملکت میں چلا گیا۔

(۲۴) عالی جاہ۔ نواب وزیر اور بادشاہ کا متحد ہونا

۱۱۷۷ھ (۱۷۶۲ء)

انگریزوں سے اُن بن ہونے پر مونگیر ہی سے عالی جاہ نے شجاع الدولہ نواب وزیر سے آس لگا کر خط کتابت شروع کی تھی لیکن شجاع الدولہ نے اس امر کو زیرِ تجویز رکھا تھا۔ اب خود بنارس پہنچ کر عالی جاہ نے اپنے خانِ سالار میر سلیمان کو یاد دہانی کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت بادشاہ اور نواب وزیر دونوں الہ آباد کی طرف تھے۔ نامہ و پیام کے بعد عالی جاہ نے خود بھی ان سے ملاقات کی اور بعض قیمتی تحائف دے کر دونوں کو اپنا مددگار بنایا اور شجاع الدولہ کی ماں کو بھی بعض قیمتی زیورات جو لاکھ روپے کم کے نہ تھے۔ تحفہ دے کر باں بیٹے کا رشتہ قائم کیا۔ شجاع الدولہ نے انگریزوں سے بنگالہ و مہار کی حکومت منسوخ کر کے عالی جاہ کو دیے کا وعدہ کیا لیکن اس وقت بندیل کھنڈ کی ہم درپیش تھی اس لیے پہلے اس کو سر کر لے کا عذر پیش کیا۔ اس ہم کے حوالہ سے سر ہونے پر شجاع الدولہ اور بادشاہ فوج لے کر عالی جاہ کے ساتھ بنارس آئے۔

۱۷۷۷ء تاخودین جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ PATNA DISTRICT GAZETTEER

۱۹۲۶ء صفحہ ۳۳۳ اور HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA

صفحہ ۱۵۵ میں بھی کسی قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

اور غیر سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہو۔

(۲۳) عالی جاہ کا صوبہ بہار سے نکلتا ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ء)

عالی جاہ کو انگریزی فوج بہ ماتحتی میجر اڈس و میجر ناکس عظیم آباد کی طرف آنے کی خبر ملی تو اوّل ڈاکٹر فلرٹن کو بلوا کر صلح کی خواہش ظاہر کی لیکن ڈاکٹر مذکور نے صاف کہہ دیا کہ معاملہ اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ صلح کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد فلرٹن نے چند دن ولندیزیہ کوٹھی میں قیام کیا۔ اور خفیہ کشتی کا انتظام کر کے گنگا پار جا کر انگریزوں سے جاملے۔

جب انگریز مونگیر سے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے عالی جاہ نے باغ جعفر خاں سے اٹھ کر قصبہ پھلواری میں قیام کیا۔ انگریزی فوج کچھ اور قریب آئی تو عالی جاہ ہٹ کر بکرم چلا گیا۔ آخر ۲۸ اکتوبر ۱۷۶۳ء کو انگریزی فوج نے عظیم آباد پہنچ کر معروف گنج میں غلیل کی مدلی کے پاس گولہ باری شروع کی۔ قلعے کے اندر سے کچھ یوں سی مدافعت ہوتی رہی۔ بالآخر ۵ نومبر ۱۷۶۳ء کو قلعے کی دیوار میں رخنہ کر کے انگریزی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ میرا بو علی عالی جاہ کا چچا زاد بھائی چند ہزار سپاہ کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے متعین تھا۔ انگریزوں کے پہنچنے ہی قلعہ چھوڑ کر اس بد عواسی سے بھاگا کہ اس کے اکثر سوار جلتے میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔ عالی جاہ اس شکست سے مضطرب ہو کر بکرم سے مجب علی پور اور مجب علی پور سے تلوتھو (رہتاس کے قریب)

لہ ولندیزیہ سے بالندیز اور دوج مراد ہیں۔ ان کی کوٹھی محلّہ تن گھاٹ سے متصل پچھم نہایت خوش نمائی ہوئی تھی جو ولندیزیہ کے پٹنے کے نام سے مشہور ہے۔ لپ دریا اس کے بعض کھنڈریک پہنچا۔

۱۱ رمضان ۱۱۷۳ھ (۳۱ مئی ۱۷۷۳ء) کو شجاع الدولہ نے میٹھے پور کے مالاہ کے پاس فوج آراستہ کی۔ دوسری طرف میجر کارنک اور میر جعفر کی فوج کا ایک دستہ افضل خاں کے باغ کے قریب متین تھا۔ اور باقی فوج حصار شہر کے قریب تھی۔ شجاع الدولہ نے موقع پا کر باقی پور سے باغ جعفر خاں تک پرے جمادیے۔ اور اس شدت سے حملہ کیا کہ تیسری پورش میں قریب تھا کہ انگریزوں کے قدم اکھڑ جاتے۔ مگر عالی جاہ نے باوجود اصرار کے زرا بھی پیش قدمی نہ کی بلکہ سمر کو بھی شجاع الدولہ کے پاس جانے نہ دیا۔ انگریزوں نے موقع پا کر اسی وقت قدم جمالیے اور شجاع الدولہ کو پس پا کیا۔ شاید اس جنگ میں شجاع الدولہ کو کوئی زخم بھی لگا تھا۔ اس کی اس نے چنداں پروا نہ کی لیکن عالی جاہ کی بزدلانہ حرکت اس کو سخت ناگوار ہوئی۔ جنگ کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ شجاع الدولہ نے دسویں دن کوچ کر کے بکسر میں مقام کیا۔ اس وقت انگریزوں نے بھی تعاقب کا خیال نہ کیا۔ اس جنگ میں میر مہدی نے عالی جاہ کی رفاقت ترک کر کے انگریزوں کی معیت اختیار کی۔

(۲۶) بکسر کی جنگ ۱۱۷۳ھ (۱۷۷۳ء)

اگست ۱۷۷۳ء میں میجر کٹرمنز (جو بعد کو سر کٹرمنز ہوا) انگریزی فوج کا سردار ہو کر آیا۔ ۲۶ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو اس نے بکسر میں شجاع الدولہ سے جنگ کر کے کرم ناسہ ندی تک پورے صوبہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ اس معرکے میں انگریزی فوج

اور یہ بات طر پائی کہ جنگ کے مصارف کے لیے گیارہ لاکھ روپے ماہوار عالی جاہ کو دینا ہوگا۔ قول و قرار کے بعد بادشاہ نواب وزیر اور عالی جاہ کا متحدہ لشکر بنارس سے صوبہ بہار کی طرف روانہ ہوا۔

(۲۵) آخری جنگ عظیم آباد ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۴ء)

میر جعفر اور انگریزوں کی فوج جو عالی جاہ کے تعاقب میں کرم ناسندی تک گئی تھی، اس کے بنارس چلے جانے پر بکسر میں مقیم تھی۔ بادشاہ اور نواب وزیر کے آنے کی خبر پا کر میر کا رنگ سخت ہراساں ہوا اور اپنی فوج لے کر بکسر سے عظیم آباد چلا آیا۔ بادشاہ اور نواب وزیر کی فوج جس کی تعداد چالیس ہزار سے کم نہ تھی اور اس میں پانچ ہزار کے قریب نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کی پس ماندہ فوج کے مغلے میں بھی شامل تھے لوٹ کھسوٹ کرتی ہوئی قصبہ پھلواری تک چلی آئی یہاں متعدد کنوئیں ہونے پر بھی اتنی بڑی فوج کے لیے جو کئی میل تک پھیلی ہوئی تھی پانی کافی نہ ہوا۔ اس لیے نئے کنوئیں ہونے کی حاجت ہوئی۔

اس لشکر کے حدود عظیم آباد میں داخل ہونے کے قبل تک لوگ انگریزوں سے بیزار ہو کر بادشاہ اور نواب وزیر کی خیر مناتے تھے لیکن اب ان کے لشکر کی دست برد سے تنگ آ کر انگریزوں ہی کے حق میں دُعلے خیر کرنے لگے۔
تو نے جو قہر خدا یاد دلایا مومن
شکوہ جوربتاں دل سے فراموش ہوا

گیرے کپڑے پہن کر درویشوں کی سی وضع بنائی۔ شجاع الدولہ کو معلوم ہوا تو اس نے خود آگرہ عالی جاہ کو کہ سن کر اس کے کپڑے بدلوائے لیکن مژدہ وصول ہونے کی کوئی صورت نہ ہوئی تھی اس لیے میر سلیمان وغیرہ عالی جاہ کے ملازموں کو ملا کر اس کا مال و اسباب اٹھوایا اور خود عالی جاہ کو بھی قید کر لیا۔ اور اس کے رفیقوں کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی ضبط کر لیا۔

جب شجاع الدولہ اور انگریزوں میں صلح کی گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت انگریزوں نے چاہا کہ عالی جاہ کو ان کے حوالے کر دیا جائے لیکن شجاع الدولہ نے کسی مصلحت سے یا شاید اس سبب سے کہ اس کے قید رکھنے میں کوئی نفع نہ تھا، عالی جاہ کو ایک سنگڑے ہاتھی پر سوار کر کے رخصت کر دیا۔ یہ غریب ادھر ادھر مارے پھرنے کے بعد شاہ جہان پور پہنچا۔ اس کی تند مزاجی یا دوبار کے سبب رفتہ رفتہ اس کے مصاحبوں نے بھی ترک رفاقت کی۔ بالآخر ۱۱۹۱ھ میں موضع کوتوالی (دہلی کے قریب کوئی غیر معروف مقام) میں نہایت کس مہرے اور بے سروسامانی کی حالت میں انتقال کیا۔

۱۵ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۴ تا ۲۵ چھپرے میں نواب منیر الدولہ اور ہمارا جانشاہ رائے کی وساطت سے انگریزوں اور شجاع الدولہ اور بادشاہ کے درمیان یہ صلح طو پائی تھی۔

۱۶ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۵۔

۱۷ سیر المتاخرین جلد ۳ صفحہ ۸۹ موضع کوتوالی کا ذکر امیر الامرا کے انگریزی ترجمے میں علی درویشاں کے حالات کے سلسلے میں فٹ نوٹ میں مذکور ہے۔

کے سات ہزار آدمیوں میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی مجروح یا مقتول ہوئے^۱۔ اس جنگ میں بادشاہ کو حقیقتاً عالی جاہ کے معاملے سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ اس لیے وہ انگریزوں سے صلح کرنے کو آمادہ تھا۔ مگر اس وقت شجاع الدولہ کی مرضی کے بغیر صلح ممکن نہ تھی۔

(۲۷) عالی جاہ کی تباہی اور موت

بکسر کی شکست کے بعد شجاع الدولہ نے واپس جا کر عالی جاہ سے گیارہ لاکھ روپے ماہوار کے حساب سے مصارف جنگ کا مطالبہ کیا اور بادشاہ کی طرف سے بھی نظامت کے بقایا کا تقاضا شروع کیا اور عمر کو بھی بہکا دیا کہ اپنی اور سپاہ کی تنخواہ طلب کرے۔ اس نمک حرام نے عالی جاہ کو گھیر لیا۔ روپے موجود نہ تھے۔ مجبوراً عالی جاہ نے محل سرے اشرفیاں وغیرہ منگوا کر اس سے جان چھڑائی اور کہا کہ فی الحال میں تم کو نوکر نہیں رکھ سکتا اس لیے اسلحہ وغیرہ سامان جو تم کو دیا گیا ہے سوائے کر دو۔ اس نے بے باکی سے جواب دیا کہ ہتھیار جس کے ہاتھ میں ہو اسی کا ہو۔

نواب وزیر کا مطالبہ ادا نہ ہوا تھا اس لیے عالی جاہ کے وزیر علی ابراہیم خاں نے عالی جاہ کی تہی دستی کا عذر کر کے مہلت مانگی اور اجازت چاہی کہ عالی جاہ بنگلے جا کر روپے کا بن روست کرے لیکن شجاع الدولہ نے ایک نہ مانی اور فوراً روپے ادا کرنے کے لیے اصرار کیا۔ روپے موجود نہ تھے اس لیے عالی جاہ اور اس کے رفیقوں نے

۱۷۹۶ء صفحہ ۳۵-۱ اور DISTRICT GAZETTEER PATNA

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۵۷-۱۷۹۶ء سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۲۲

باب نوزدہم

انگریزی حکومت بحیثیت دیوانی^۱

(۱) انگریزی کمپنی کو دیوانی ملنا اور لارڈ کلائیو کا بندوبست

۶۵-۱۷۶۷ء

۱۷۶۵ء (۱۷۶۷ء) میں کلائیو لارڈ کلائیو ہو کر ہندستان واپس آیا۔ اس واقعہ کمپنی نے اس کو مدارالہام بنا کر تمام امور کی اصلاح کے لیے متعین کیا تھا۔ اس زمانہ میں عظیم آباد کی انگریزی کوٹھی میں اور اسی طرح بنگالے میں بھی کمپنی کے ملازموں نے ناجائز ذریعوں سے رپڑ لے کر نظم میں فتور پیدا کر دیا تھا۔ پٹنہ کی کوٹھی کا افسر بھی اس قہم کی نازیبا حرکت کا مرتکب ہوا تھا۔ کلائیو کے آنے کی خبر سے ہراساں ہو کر اس نے خودکشی کر لی۔ انگریزی انتظام کی خرابی اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ سیر المتاخرین کا بیان ہو کہ حکام نے رعایا کے حالات پر کچھ توجہ نہ کی اور اپنے مقرر کیے ہوئے عالموں کے ہاتھوں خلق کی ایذا رسانی اور نہا ہی

۱ دیوانی کے متعلق صوبے کی مال گزاری (رنیو) کا محکمہ سپرد تھا اور نظامت کے متعلق حکومت کا نظم و نسق تھا۔

۲ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۶۶۶ DISTRICT GAZETTEER PATNA

۱۹۲۶ء صفحہ ۳۵۔

(۲۸) میر جعفر کی وفات اور اس کے جانشینوں کا حال

۱۳ شعبان ۱۱۷۵ھ (جنوری ۱۷۶۵ء) کو میر جعفر نے مرشد آباد میں انتقال کیا۔
 اصحاب کونسل (کلکتہ) نے رُپڑے کر اس کے مجہول النسب بیٹے میر جھلوری کو
 نغم الدولہ کے لقب کے ساتھ مندر نشین کیا۔ نوجوان ناظم بنگالہ و بہار و اڑیسہ
 کا وظیفہ چوں لاکھ رُپڑ سالانہ مقرر ہوا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ اب خدا کے
 فضل سے میں جتنی طوائیفوں کو چاہوں رکھ سکتا ہوں۔ نغم الدولہ کی طرف سے
 میر محمد رضا خاں مظفر چنگ نائب ناظم مقرر ہوا اور صوبہ بہار میں میر محمد کاظم
 خاں (برادر میر جعفر خاں) نائب ہو کر کام کرنے لگا۔ اور دھیرج نرائن برادر راجا
 رام نرائن اس کا دیوان مقرر کیا گیا۔ راجا شتاب رائے جو عالی جاہ کے وقت
 میں خارج البلد ہوا تھا۔ پھر اپنی سابق حیثیت سے عظیم آباد چلا آیا۔
 ۲۲ ذیقعد ۱۱۷۹ھ کو نغم الدولہ نے انتقال کیا اور انگریزوں نے اس کے
 بھائی سیف الدولہ کو اس کا جانشین کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۱۸۳ھ میں سیف الدولہ نے
 بھی انتقال کیا اور اس کا چھوٹا بھائی مبارک الدولہ مندر نشین ہوا۔ میر جعفر کے
 وقت سے جو انگریزی تسلط شروع ہوا تھا یہاں تک بڑھا کہ ناظم بنگالہ کی حکومت
 بالانتقال انگریزی حکومت ہو گئی اور ناظمان بنگالہ محض نام کی نوابی کو بھی
 غنیمت جان کر باعثِ فخر سمجھتے رہے۔

HISTORY OF BENGAL BIHAR ORISSA UNDER

BRITISH RULE صفحہ ۱۰۰۔

۲۷ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۶۵۔ ۲۸ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔

کے سوا اوروں سے مخفی رکھا گیا تھا۔ جہاز پر سوار ہونے کے ایک ہفتے بعد کپتان مذکور نے اعتصام الدین کو اطلاع دی کہ شاہ عالم کا خط کلايو نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اور آئندہ سال وہ خط مع شاہی تحائف ساتھ لے کر خود ولایت آئے گا۔ اعتصام الدین یہ سن کر سخت آزرده ہوا۔ آخر ولایت پہنچ کر ڈیڑھ برس انتظار کرنے کے بعد کلايو وہاں پہنچا۔ لیکن شاہ جارج ثالث کے لیے جو شاہی تحفے ساتھ لے گیا تھا اس کو کلايو نے بجائے شاہ عالم کے خود اپنی طرف سے بادشاہ بیگم کے نذر کر دیا اور تحائف کے ساتھ لاکھ روپے نقد بھی لے گیا تھا۔ اس کا بھی کلايو نے کوئی ذکر نہ کیا اور کپتان سوئن ٹن نے اعتصام الدین سے کہا کہ تمہارا خیال صحیح تھا۔ کلايو نے ہم لوگوں کو دھوکا دیا اور شاہی خط کا کچھ پتانہ چلا۔ ایک موندخ نے لکھا ہے کہ ”پلاسی کے ہیرو اور امین چند کے دوست (یعنی کلايو) کے دتیرے کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بیان بالکل قابل یقین معلوم ہوتا ہے۔“

(۲) صوبہ بہار میں دیوانی کا نظم

لارڈ کلايو نے دیوانی حاصل کرنے پر میر محمد کاظم خاں کو معزول کر کے دھیرج نرائن برادر راجا رام نرائن کو نائب صوبے دار مقرر کیا اور میر محمد کاظم خاں کے لیے ایک لاکھ روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ انگریزوں کی طرف سے عظیم آباد پٹنہ میں مہاراجا شتاب رائے نائب دیوان ہوا اور کام کرنے کے لیے یہ دستور قرار پایا کہ تلخہ عظیم آباد کے صدر کمرے میں ایک سند بردگاہو تیکے اور اس کے سامنے ایک کرسی رکھی گئی۔ سند پر شتاب رائے

وہر بادی کا تماشا دیکھا کیے۔

کلاپو نے عظیم آباد اگر میر محمد کاظم نائب ناظم اور شتاب رائے اور دھیرج نران سے ملاقات کی اور ان تینوں کی صلاحیتوں کا موازنہ کر کے شتاب رائے کو ساتھ لے کر الہ آباد روانہ ہوا۔ اس وقت شاہ عالم الہ آباد ہی میں مقیم تھا۔ کلاپو نے شتاب رائے کی وساطت سے گفتگو کر کے بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی دیوانی مبلغ چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ پر لکھوالی۔ بادشاہ کو نواب ناظم اور صوبے داروں سے شاہی خراج بہ شکل وصول ہوا کرتا تھا اور انگریزوں سے باقاعدہ وصولی کا اطمینان تھا۔ اس لیے یہ کام بہت جلد اور نہایت آسانی سے طو پائیا۔ اس وقت بادشاہ نے شتاب رائے کو مہاراجا کا خطاب عنایت کیا۔ خواجہ اعتصام الدین نے اپنی کتاب ”شگرف نامہ ولایت“ میں لکھا ہے کہ شاہ عالم نے دیوانی عطا کرنے کے ساتھ کلاپو سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ہندستان میں بادشاہت قائم کرنے میں انگریزی فوج امداد کرے گی۔ اور اگرچہ یہ شرط لکھی ہوئی تھی لیکن ہر ایک کو منظور تھی۔ چوں کہ فوجی امداد کمپنی کے لیے بعض قباحتوں سے خالی نہ تھی اس لیے یہ ضروری معلوم ہوا کہ بادشاہ انگلینڈ سے اس کی منظوری لے لی جائے۔ شاہ عالم نے نواب منیر الدولہ اور راجا شتاب رائے کو کلاپو کے ساتھ کلکتہ روانہ کیا اور ان دونوں نے بادشاہ کی جانب سے شاہ انگلینڈ کے نام ایک خط کا مسودہ درست کیا اور کپتان سوین ٹن (SUINTON) اس خط کو لے جانے کے لیے متعین ہوا اور اعتصام الدین بھی بادشاہ کی جانب سے ولایت جانے کو مقرر ہوا۔ یہ مشورہ کونسل کے خاص خاص ارکان

(۴) قحط ۱۸۳۳ھ (۱۷۷۰ء)

مسٹر مبولڈ ہی کے زمانے میں بارش کی قلت کے سبب قحط کا انہیشتہ پیدا ہو گیا تھا لیکن امید تھی کہ آئندہ بارش ہونے سے کچھ پیداوار ہو جائے گی۔ اگست ۱۷۶۹ء میں تھوڑی بارش ہو کر موقوف ہو گئی اور تمام زراعت خشک ہو کر رہ گئی۔ جنوری ۱۷۷۰ء میں غلہ اس قدر کم یاب ہو گیا کہ روزانہ فاقے سے پچاس پچاس موتیں ہونے لگیں۔ شباب رائے نے الگز بنڈر افسر کلاں کو اس کی اطلاع دی اور صاحب موصوف نے خود بھی دیکھ کر گورنر کو حالات کی اطلاع دی اور ضلع میں احکام صادر کیے کہ مال گزاری میں بجائے ایک من کے پچیس سیر غلہ وصول کیا جائے۔ شباب رائے نے قحط زدوں کی امداد کے لیے دو لاکھ روپے منظور کرنے کی تحریک کی تھی۔ اس زمانے میں مسٹر ویرلسٹ کے چلے جانے پر مسٹر جان کارٹر کمپنی کا گورنر تھا۔ اس کی حکومت نے یہ تو تسلیم کیا کہ قحط کی مدافعت ضروری ہو لیکن حکام کی تحریک پر عمل درآمد کے متعلق کوئی صاف حکم نہ دیا۔ آخر مہاراجا شباب رائے نے اور حتی المقدور مقامی انگریزوں اور ولندیز (ڈچ) لوگوں نے فاقہ کشوں کی امداد کی اور کثیر خلقت کو فاقے کی موت سے بچایا۔ دانا پور میں بھی فوج کے افسروں اور فرانسیسی تاجروں نے چندے فراہم کیے اور اپنی جیب سے خیرات کی لیکن اس پر بھی فاقے سے روزانہ مرنے والوں کی تعداد خاص عظیم آباد پٹنہ میں ڈیڑھ سو نفوس تک پہنچ گئی تھی اور اطراف و نواح کا حال اس سے بدتر تھا۔ الگز بنڈر نے کمپنی کے خرچ سے فاقہ کشوں کی امداد کے لیے تین سو اسی روپے روزانہ تقسیم

اور دھیرج نرائن کی نشست ہوتی تھی اور کرسی پر مسٹر ڈلٹن (افسر عالی کوٹھی
عظیم آباد) اجلاس کرتا تھا۔ جو پروانے یا احکام صادر ہوتے تھے پہلے دھیرج نرائن
اس کے حاشیے پر دستخط کرتا تھا پھر اس کے پشت پر (نواب ناظم کی مہر کے نیچے)
شباب رائے "دیدہ شد" لکھ کر دستخط کرتا تھا اور آخر میں مسٹر ڈلٹن کے دستخط
ہوتے تھے۔ کچھ دنوں اسی طور پر کام جاری رہا لیکن دھیرج نرائن کی غفلت
شعاری اور شاید بعض خیانتوں کے سبب شباب رائے اس سے برگشتہ
خاطر ہو گیا۔ کلایو کو دھیرج نرائن کی بدلیاقتی کا حال معلوم ہوا تو اس نے
نواب مظفر جنگ محمد رضا خاں نائب ناظم کو محاسبہ کے لیے عظیم آباد بھیجوا یا۔
مظفر جنگ نے بعض خیانتوں کا پتہ لگایا اور دھیرج نرائن کو معزول کر دیا۔
اتفاق سے دوسرے ہی سال ڈلٹن بھی تبدیل ہو گیا اور طامس رمبولڈ
اس کا قائم مقام ہوا۔ اسی زمانے میں شاہ عالم نے نواب منیر الدولہ رضا قلی
خان کو اپنا نائب بنا کر عظیم آباد بھیجا تھا۔ ۱۷۷۷ء میں لارڈ کلایو بھی ولایت
چلا گیا اور ہنری ویرلسٹ اس کی جگہ پر کینی کا گورنر ہوا۔

(۳) کونسل کا انتظام ۱۷۶۸ء تا ۱۷۸۰ء

۱۷۶۸ء سے ۱۷۶۹ء تک ہمارا جانشین شباب رائے اور مسٹر رمبولڈ
نے مل کر کونسل کا نظم جاری رکھا لیکن اسی سال رمبولڈ کے ولایت جانے پر
جیمس الگزنڈر نامی اس کا قائم مقام ہوا۔

ہو کر صوبہ بہار میں شتاب رائے کے انتظام کو بھی ایسا ہی قیاس کیا اور عظیم آباد
 پٹنہ میں رونیو کونسل قائم کرنے کا حکم دیا۔ الگزٹر کونسل کا صدر قرار پایا۔ اور
 رابرٹ پالک اور جان ونسٹرٹ ممبر ہوئے۔ شتاب رائے اپنے عہدے پر
 بحال رہا۔ لیکن مال گزاری وغیرہ کے معاملے میں اس کو کونسل کی متابعت
 کرنی پڑی۔ اس زمانے میں مال گزاری کی وصولی کے لیے مال گزار مقرر تھے۔
 قاعدے کے مطابق پیداوار میں نصف رعایا کا حق ہوتا تھا لیکن مال گزاریوں
 نے زیادتی اور زبردستی سے وصولی کے اتنے ابواب قائم کر لیے تھے کہ غریب
 رعیت کو بجائے نصف کے ایک چوتھائی بھی بشکل ہاتھ آتی تھی۔ کونسل قائم
 ہوتے ہی رعایا نے شکایتیں پیش کیں۔ کونسل نے تحقیقات کے بعد ۵ نومبر
 ۱۸۷۱ء کو حکم دیا کہ مال گزار کچے پٹے میں یہ شرط شامل کر دی جائے کہ فی من
 کم از کم ساڑھے سترہ سیرغلہ رعایا کے لیے ضرور چھوڑ دینا ہوگا۔

(۶) دیوانی کا براہ راست انتظام اور مظفر جنگ اور شتاب رائے پر الزام (۱۸۷۱-۷۲ء)

۱۸۷۱ء میں رچرڈ بارول (R. BARUELL) کونسل کا صدر ہوا۔
 پھر دوسرے سال ۱۸۷۲ء میں جان گراہم (J. GRAHAM) نامی مقرر
 ہوا۔ اسی سال ۱۸۷۲ء کمپنی کے ناظموں نے ولایت سے احکام نافذ کیے کہ
 دیوان ہونے کی حیثیت سے کمپنی دیوانی کا سرشتہ خود اپنے ہاتھ میں رکھے۔
 حکم پاتے ہی گورنر کارٹر (CARTER) نے مرث آباد میں نواب مظفر جنگ

گزنا شروع کیے۔ اس رقم میں سے سو پڑشتاب رائے اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا تھا۔ حکام کی رپورٹ کے مطابق خاص شہر عظیم آباد میں اس قحط سے ایک لاکھ جانیں تلف ہوئیں۔

اس قحط کے متعلق لارڈ مہون (MAHON) کتاب ریز آف دی انڈین امپائر (صفحہ ۹۷) میں لکھتا ہے کہ پردہ نشین عورتیں اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں بچانے کے لیے سربازار بھیک مانگتی تھیں اور روزانہ سڑکوں پر ہزاروں نفوس مرتے تھے۔ جن کی لاشیں کتے، گیدڑ اور گدھ کھا جاتے تھے۔ ندی میں لاشوں کی کثرت سے پھلی بھی کھانے کے لائق نہ رہی تھی اور بطنیں بھی مردار کھانے کے سبب انسان کی خوراک کے لائق نہ تھیں۔ اکثر جگہوں کی نصف آبادی اور عام طور پر تمام علاقوں میں ایک تہائی آبادی اس قحط سے گم ہو گئی۔ قحط زدہ میچا توں سے شہر میں آتے تھے اور یہاں بھی خوراک نہ ملنے پر ان کی آہ و زاری نہایت درد انگیز تھی۔ اعلیٰ ذات کے برہمنوں کو ادنیٰ شہر کے ساتھ مل جل کر رہنے میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا۔

۱۵) نظامت کے متعلق کونسل کی تحقیقات ۱۷۷۷ء

۱۷۷۷ء میں گورنر اور کونسل نے تحقیقات شروع کی کہ کس کس طور پر کیا کیا بدین نظامت میں وصول ہوا کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں ونسٹرٹ نے مرشد آباد میں بعض خیانتوں یا ناروا عمل درآمد کا پتہ لگایا۔ کونسل نے بدگمان

۱۷۱۔ رائے رایان کلیان سنگھ نائب دیوان

مہاراجا شتاب رائے کے مرنے پر اس کا نوجوان بیٹا کلیان سنگھ رائے رایان کے لقب کے ساتھ پچاس ہزار روپے سالانہ تنخواہ پر نائب دیوان مقرر ہوا اور راجا خیالی رام اس کا نائب ہوا۔

۱۸۱۔ کونسل کا درخواست ہونا اور صوبہ بہار کا تعہد

۱۸۷۳ء میں جارج ہرسٹ اور طاس لین یکے بعد دیگرے پٹنہ کی روٹینہ کونسل کے صدر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۸۷۵ء میں رابرٹ پالک اور ۱۸۷۷ء میں اسحاق بیچ اور ۱۸۷۸ء میں ایوان لا اور ۱۸۷۹ء میں ولیم میکول کونسل کی صدارت پر مامور ہوئے۔ اس اثنا میں دارن ہنگس جو ۱۸۷۲ء تک گورنر تھا۔ ۱۸۷۷ء میں گورنر جنرل کے عہدے پر ممتاز ہوا۔

گورنر جنرل مذکور کو عظیم آباد کی کونسل کا نظم کچھ تشفی بخش نظر نہ آیا اس لیے اس کے موقوف کر دینے کا حکم دیا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ سٹرینگ نامی افسر کا ایک محرر رشوت لے کر اکثر معاملات کو درہم و برہم کر دیتا تھا اور راجا کلیان سنگھ اور راجا خیالی رام نے اس کی شکایت گورنر جنرل کو لکھ بھیجی۔ ۹ فروری ۱۸۷۸ء کو عظیم آباد پٹنہ کی کونسل درخواست کر دی گئی۔ اور بجائے اس کے ولیم میکول روٹینہ چیف کے عہدے پر مقرر ہوا۔ اور سٹرٹا عدالت دیوانی کالج اور سٹر بارہ لو فوج دار (مجسٹریٹ) اور سٹر ریلوے کلکٹر حکمہ محصول و جنگی مقررات۔

۱۷ چھپرہ میں ریلوے گنج اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

محمد رضا خاں کو جو چھو سال سے نائب ناظم تھا اور عظیم آباد میں مہاراجا شتاب رائے کو برطرف کر دیا۔ اور ان پر نسیانت کا الزام لگا کر محرم ۱۱۸۶ھ میں مظفر جنگ کو اور اس کے ایک مہینے کے بعد شتاب رائے کو کلکتہ طلب کیا۔ جان ونسٹرٹ نے ذاتی ارتباط کے سبب شتاب رائے کی حراست کے لیے ایک کپنی سپاہیوں کی یہ کہہ کر ساتھ کر دی کہ یہ تمھاری محافظت کے لیے ہے۔ اس کے روانہ ہونے پر انگریزی حکم کا فارسی ترجمہ کرائے کے اعلان کر دیا گیا کہ مہاراجا شتاب رائے برطرف کیا گیا اور اس کے عوض میں کپنی کے حکام کام کریں گے۔

کلکتہ میں مقدمہ ردہ کار ہونے پر شتاب رائے بے جرم ثابت ہوا اور انگریز اس معاملے میں بدسلوکی سے پیش آنے کے سبب خود پشیمان ہوئے۔ تلافی مافات کے لیے راجا مذکور کو ایک اقرار نامہ لکھ کر دے دیا کہ جو کچھ الزام تھے محض غلط ثابت ہوئے اور اس کو خلعت فاخرہ دے کر پھر اس کے سابق عہدے پر بحال کیا۔ لیکن یہ سب اس وقت ہوا کہ رسوائی اور پریشانی اور کلکتہ کی آب و ہوا سے اس غریب کے دماغی اور جسمانی قوی بالکل خراب ہو چکے تھے۔ اور ضعف معده کے سبب راجا مذکور نہایت نحیف و لاغر ہو گیا تھا۔ پہلے جس قدر انگریزوں کا مداح تھا اب اسی قدر ان کا شکی ہو گیا۔ اور آخر ایک سال کے اندر ہی ۱۱۸۶ھ میں مر گیا۔

شتاب رائے کے واپس آنے کے بعد ۱۱۸۶ھ میں مظفر جنگ بھی الزام سے بری ہو کر مرشد آباد واپس آیا۔

ہوا تھا۔ چیت سنگھ کے کارندے خفیہ صوبہ بہار میں بغاوت پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ضلع عظیم آباد پٹنہ کے اکثر زمین دار جن کے فتنے مال گزاری باقی رہ گئی تھی اس ہنگامے میں شریک ہونے کو تیار ہو گئے۔ انھی میں راجا اقبال علی خاں پسر نواب کامگار خاں باقی مال گزاری کی علت میں گرفتار تھا۔ عظیم آباد سے کسی طرح نکل کر اس نے چند ہزار سپاہ فراہم کی اور اپنے علاقوں کے ارد گرد تمام غدر پھیلادیا۔ اس بد امنی اور غارت گری نے کلیان سنگھ اور خیالی رام کی اسیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ تنہد کے مطابق دوسری قسط وصول نہ ہونے پر حکام نے رپوٹ کی کہ کلیان سنگھ ذی حیثیت شخص ہے اس سے قسط وصول ہو جائے گی۔ لیکن خیالی رام سے اندیشہ ہے کہ علاقوں میں غارت گری کر کے اس کا الزام چیت سنگھ کے سر رکھے۔ حکام اعلیٰ نے کلیان سنگھ کا اقتدار ملحوظ رکھ کر اس پر صرف تقاضا جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ لیکن خیالی رام کی مجبوسی کا حکم دیا۔ ۲۱ نومبر ۱۸۵۷ء کو میجر ہارڈی نے سپاہ بھیج کر خیالی رام کے گھر پر پہرے بٹھا دیے۔ اور پھر ۲ جنوری ۱۸۵۷ء کو اس کو گھر میں بھی رہنے نہ دیا۔ اور حویلی بیگان میں لا کر نظر بند رکھا۔ کلیان سنگھ نے کسی طرح بندوبست کر کے پچاس ہزار روپیہ فی الفور ادا کیے اور حکام نے رفتہ رفتہ علاقوں کو واپس لینا شروع کیا۔

۱۷ دسمبر ۱۸۵۷ء کی کتاب میں اقبال علی خاں کو اکبر علی خاں لکھ دیا ہے۔ لیکن اقبال علی خاں صحیح نام ہے۔ ۱۷ حویلی بیگان بخشی محلے سے اتر اور گنگا سے دکھن ہے۔ پرانی عمارتوں میں اب صرف گنگا کے کنارے ایک مستحکم پتے کا کھنڈر باقی ہے۔ ۱۷ اسی سلسلے میں بھوج پور کے راجا بکر راجیت سنگھ کو زمینداری سے بے دخل کر کے انگریزوں نے سزا دی اور نوابین سنگھ راجا سرس و کنبھ کو زمینداری سے بے دخل کر کے نظر بند کر دیا اور راجا جاکور نے پچیس ہزار روپیہ مالکانہ کے گورنمنٹ سے طلب کیے تھے۔ اس میں سے ستائیس ہزار روپیہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸۰ پر)

۱۹ اگست کو ولیم میکسول رونیو چیف نے انتقال کیا۔ اس لیے دو مہینے تک جیمس لنڈز نے نامی اس کی جگہ پر کام کرتا رہا۔ اور اس کے بعد ولیم آگسٹ بروک نامی رونیو چیف ہو کر پٹنہ آیا۔

راجا خیالی رام نے راجا کلیان سنگھ کو آمادہ کیا کہ صوبہ بہار کا تعہد اپنے نام لکھوا لیا جائے۔ خیالی رام کلیان سنگھ کا خط لے کر کلکتہ پہنچا اور وارن ہسٹنگس سے مل کر مبلغ انتیس لاکھ اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر صوبہ بہار کا تعہد لکھوا لیا۔ اس کے قبل تک انگریزوں کو مال گزاری کے اٹھائیس لاکھ روپے سالانہ وصول ہوتے تھے اس لیے گورنر جنرل نے اس بندوبست کو خوشی منظور فرمایا۔ اس معاملے میں کلیان سنگھ اور خیالی رام دونوں شریک تھے تعہد تو بہت آسانی سے لکھوا لیا گیا۔ لیکن علاقوں کا بندوبست دشواری سے خالی نہ تھا۔ ہر چند عامل بھی مقرر کیے گئے اور بہترے زمینداروں کے ساتھ بھی بندوبست کیا گیا لیکن بروقت مال گزاری وصول نہ ہوئی۔

۱۹) راجا چیت سنگھ والی بنارس کی بغاوت

سور اتفاق سے اسی سال ۱۷۷۷ء میں راجا چیت سنگھ نے بغاوت کی۔ اس وقت وارن ہسٹنگس اپنی میم کو عظیم آباد پٹنہ میں چھوڑ کر خود بنارس گیا۔ راجا چیت سنگھ کو راجا نکاری کے خاندان سے گہرے تعلقات تھے۔ علاوہ اس کے انگریزی حکام مال گزاری کے معاملے میں سختی کا برتاؤ کرتے تھے اور وارن ہسٹنگز راجا چیت سنگھ سے بعض رقیب وصول کرنا چاہتا تھا۔ اور اس زمانے میں سارے ہند میں ایک پھیل چھی ہوئی تھی اس لیے صوبہ بہار کے نادار زمیندار چیت سنگھ کے ہمدرد تھے۔

ان کی کوٹھی بھی اس کے قبضے میں دے دی گئی تھی۔

(۱۱) سیکہ و خزانہ (۱۷۸۱-۱۷۸۶ء)

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ہندستان کے اور شہروں کی طرح صوبہ بہار کے شہروں اور قصبوں میں بھی سلطان دہلی کے سیکے رائج تھے۔ لیکن عام طور پر بازاروں میں خرید و فروخت خمرہ یعنی کوڑیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی یا گورک پوری پیسوں سے جو ٹھیکریوں کی طرح موٹے موٹے تانے کے ٹکڑے بغیر کسی مہر سنہ یا نقش و نگار کے ہوتے تھے۔ دیہات والے ان پیسوں کو لوہیا بھی کہتے تھے۔

وزنی ہونے کے سبب ایک بار برداری کے ہیل پر پندرہ بیس روپے سے زیادہ کی کوڑیاں لے جانا دشوار ہوتا تھا۔ اور گورکھ پوری پیسے بھی قریب قریب اسی طرح بوجھل ہوتے تھے۔

۱۷۸۱ء میں انگریزی حکومت نے نئے سیکے جاری کرنے کا اعلان کیا۔ اور مندرجہ ذیل تانے کے سیکے جاری کیے۔

۱۔ مدیر جو ڈبل پیسے (یعنی ٹکا ہوا) کی طرح تھے اور روپے کے تیس ہوتے تھے۔ ایک مدیر ایک سو ساٹھ کوڑیوں کے برابر ہوتا تھا۔
۲۔ فلوس جو معمولی رائج الوقت پیسے کے برابر تھے اور روپے کے چوٹھ ہوتے تھے۔

اس زمانے میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کی جایدا کے متعلق بھی تحقیقات کی لیکن صوبہ بہار میں فرانسیسیوں کی کوئی جایدا پائی نہ گئی (دیکھو صفحہ ۲۲ ارنی برٹش انڈیا سٹریٹن آف بہار)

(۱۰) ولندیز (ڈچ) کے کارخانے کی ضبطی ۱۷۸۱ء

۱۷۸۱ء میں انگریز ہندستان میں فرانسیسی - ڈچ - مرہٹہ اور حیدر علی سے برسرِ جنگ تھے۔ اسی سلسلے میں گورنر جنرل نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جاہلاد ضبط کر لینے کا حکم صادر کیا۔ عظیم آباد پٹنہ میں ولندیز (ڈچ) کی نہایت شان دار کوٹھی گنگا کے کنارے موجود تھی جس میں توپیں بھی لگی رہتی تھیں اور کسی قدر سپاہ بھی تھی۔ مسٹر میکسول مینیو چیف نے حکم پاتے ہی مسٹر ہٹیلی کو اس کوٹھی پر قبضہ کر لینے کے لیے متعین کیا۔

۱۰ جولائی ۱۷۸۱ء کو میجر ہارڈی انسر فوجی نے اس کوٹھی کو دخل میں لاکر رو مینیو چیف کے حوالے کر دیا۔ ڈچ کمپنی کے اعلیٰ افسروں سے چلکا لکھوا کر رو مینیو چیف نے ان کو آزاد کر دیا لیکن کمپنی کے اور ملازم قید کر لیے گئے۔ ولندیز کمپنی انگریزی کمپنی کو دس ہزار روپیہ سالانہ فائدہ دے کر تجارت کے لیے افیون خرید کرتی تھی۔ کوٹھی کی ضبطی کے وقت کمبل نامی انگریز ٹھیکے دار کے چھیانوے ہزار روپیہ افیون کی قیمت کی بابت ڈچ کمپنی کے ذمے باقی تھے۔ ضبطی کے بعد یہ رقم انگریزوں نے ادا کی اور کوٹھی کے مکانات بھی ٹھیکے دار مذکور کے منہف کے لیے چھوڑ دیے گئے۔ اس وقت سے ولندیز کی تجارت مستقل طور پر بند ہو گئی۔ اگرچہ اس قوم کے لوگ اس کے بعد بھی چند سال تک عظیم آباد پٹنہ میں مقیم تھے۔ اور شاید ۱۷۸۶ء کو بعض شرائط پر (صفحہ ۳۸۵ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

رو مینیو چیف نے واجب الادا تسلیم کیے تھے لیکن بالآخر رو مینیو کمپنی نے تمام دعوے کو رد و باطل کر دیا۔ کلیان سنگھ نے ٹکاری کے راجا زنجیت سنگھ اور تربہت کے راجا مادھو سنگھ کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔

۸۱-۸۲ء کا نرخ مختصراً اس مقام پر نقل کیا جاتا ہے:-

- ۱۔ چاول باسستی اکتیس سیر سے چھتیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۲۔ چاول معمولی (ازرقم سید وغیرہ) ستیس سیر سے ایک من اٹھارہ سیر تک فی رُپیہ -
- ۳۔ چاول سُرخ ایک من انیس سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۴۔ گندم ایک من سولہ سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۵۔ جوئیں من پانچ سیر سے تین من سات سیر تک فی رُپیہ -
- ۶۔ جنہرادو من پانچ سیر فی رُپیہ -
- ۷۔ ارہر ڈھائی من فی رُپیہ -
- ۸۔ وال ارہر ایک من انیس سیر سے ایک من بائیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۹۔ کھساری چار من ڈیڑھ سیر سے چار من ساڑھے سات سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۰۔ وال کھساری تین من چھتیس سیر فی رُپیہ -
- ۱۱۔ کابلی سٹردو من چھبیس سیر سے تین من چار سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۲۔ چنے - ڈھائی من سے دو من چوبیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۳۔ ماش - دو من ڈھائی سیر سے دو من چھبیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۴۔ مونگ ایک من پونے چھو سیر سے ایک من سوا اٹھ سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۵۔ مسور - دو من پونے ستائیس سیر فی رُپیہ -
- ۱۶۔ وال مسور - ایک من پونے تیس سیر فی رُپیہ -

(صفحہ ۳۸۸ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو)

صرف چار آئے بتاتا ہے۔ اور یہ کہ ایک متوسط درجے کا آدمی اہل و عیال کے ساتھ دین بارہ رُپے میں نہایت آرام سے ایک سال تک بسر کر سکتا تھا۔

۱۲ نیم فلوس جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے، ادھیلہ کے طور پر تھے۔
 ۱۳ پاؤ فلوس جو بیس کوڑیوں کے برابر ہوتے تھے۔ اور رُپے کے دو سو چھپن ہوتے تھے۔

سرکاری خزانے میں جو حویلی بیگمان میں خواجہ کلاں گھاٹ اور بخشی گھاٹ کے درمیان واقع تھا، یہ سیکے فروخت کے لیے موجود رہتے تھے۔ کلکتہ کی ٹکسال کے سرکاری رُپے سے اسٹی رُپے کا سیر مقرر تھا۔ اور ایک من پیسوں کی قیمت اسٹی رُپے تھی۔

رجنلڈ ہینڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مدوسیر اور فلوس زیادہ رائج ہوئے۔ لیکن نیم فلوس اور پاؤ فلوس کو رعایا نے زیادہ رائج ہونے نہ دیا۔
 ۱۸۷۱ء کو مسٹر بروک روینو چیف نے رپوٹ کی کہ صراف اور عوام چھوٹے پیسوں کو لینے سے قطعی انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) غلہ اور اجناس کا نرخ (۱۷۸۷ء)

اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے صوبہ بہار میں غلوں کا کیا نرخ تھا، اس کی کیفیت بھی دل چسپی سے خالی نہیں۔ اس لیے رجنلڈ ہینڈ کی تحریر سے لے رجنلڈ ہینڈ (R. HAND) آ رہے ہیں ڈیڑھ ٹن کلکٹر تھے۔ ان کی کتاب میں ۱۷۸۷ء سے ۱۷۸۶ء تک کے حالات سرکاری کاغذات سے مستنبط ہیں اور اس کا نام ہر

EARLY BRITISH ADMINISTRATION OF BIHAR-
 1781-1785

(۱۷۸۶ء) کے قریب ابن بطوطہ بنگالے آیا تھا۔ اس نے اپنے سفر نامے میں جو نرخ لکھا ہے ۱۷۸۶ء کے نرخ سے بھی انساں ہے۔ مثلاً ایک بھیڑ کی قیمت (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸۹ پر)

زیادہ ہوتی تھی۔ ہندستان کی اس تجارت کو دیکھ کر امریکہ والوں نے بھی نیل بنا کر یورپ بھیجنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پچاس برس کے اندر یورپ میں ضرورت سے زیادہ نیل پہنچنے لگا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ نرخ کم ہونے لگا۔ اور ہندستان کے تجارت کو بجائے غیر معمولی منافع کے نقصان کی صورت نظر آنے لگی۔ اس خسارے کو دیکھ کر بعض نیل والے صاحبوں نے نیشکر کی کاشت شروع کی اور شکر بنانے کے کارخانے کھولے لیکن اس میں بھی ان کو بہت کام یا بی نہ ہوئی۔

اتفاق سے ۱۸۷۴ء کے لگ بھگ بیر (BAYER) نامی جرمنی کے باشندے نے الکترے سے نیل کا رنگ نکالنا ایجاد کیا۔ ابتدا میں یہ رنگ نیل سے گراں فروخت ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ ان کی تجارت کو ایسی ترقی ہوئی کہ نیل والوں کو کارخانے بند کر دینے پڑے۔ اور ۱۸۹۷ء سے تو ہندستان کے بازاروں میں جرمنی کے رنگ کے سوا دوسرا رنگ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں صوبہ بہار میں گویا نیل کی کاشت قریب قریب موقوف ہو گئی۔ اور اس وقت نیل کی قیمت سو سو روپیہ فی سن سے زیادہ نہ تھی۔

نیل والے انگریز جن کو ترہمت کے رہنے والے نیل والا یا نیلہا کہتے تھے حکام ضلع کی پشت پناہی کے بھروسے پر کسانوں اور عوام سے نہایت سختی اور فرعونیت کا سلوک کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض کو ٹھہیوں کے سامنے سے اگر کوئی شریف ہندستانی گزرنا چاہتا تو اس کو خواہ مخواہ نیل والے صاحب کو سلام کرنا اور اپنی سواری سے اتر کر گزرنا ہوتا تھا۔ اس لیے لوگ ان سے سخت بیزار تھے۔ اور جب ان کے کارخانے بند ہوئے تو کسی کو بھی افسوس نہ ہوا بلکہ ۱۹۱۷ء میں بعض لوگوں نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند

- ۱۷۔ تیس (اسی) ایک من بتیس سیر فی رُپیہ -
- ۱۸۔ سرسوں - ڈیڑھ من سے ایک من سوا بائیس سیر تک فی رُپیہ -
- ۱۹۔ ارنڈی - ایک من پینتیس سیر فی رُپیہ -
- ۲۰۔ نل - ایک من نو سیر فی رُپیہ -
- ۲۱۔ پوستہ - ایک من چھو سیر فی رُپیہ -
- ۲۲۔ نل - فی من دوڑ پڑ دو آنے سے دوڑ پڑ پانچ آنے تک -

(۱۳) ترہت میں نل کی باقاعدہ کاشت ۱۷۸۲ء

بہارو بنگالے میں نل کے پودے (INDIGOFERATINCTORI) سے رنگ بنانا قدیم زمانے سے رائج تھا۔ لیکن ۱۷۸۲ء کے پہلے کسی نے تجارتی طور پر اس کام کو نہ کیا تھا۔ ۱۷۸۲ء میں مسٹر گرانڈ منطفو کوکلکٹر ہو کر آیا تو اس نے تجارتی طور پر نل کی کاشت اور رنگ بنانے کی تحریک کی۔ تھوڑی ہی مدت میں حکام ضلع کی ہمت افزائی سے بہتیرے انگریزوں نے اضلاع ترہت سارن، چپارن اور دربھنگہ میں کوٹھیاں بنا کر باقاعدہ تجارت شروع کر دی۔ غریب کاشت کاروں نے نل کی گرم بازاری دیکھ کر اپنی زمینوں کا اٹھواں حصہ اسی کاشت کے لیے وقف کر دیا۔ اور چند سال کے اندر نل والے انگریزوں کی ستراسی بڑی بڑی کوٹھیاں قائم ہو گئیں اور تخمیناً تین لاکھ بیگہ زمین میں نل کی کاشت ہونے لگی۔ اس زمانے میں یورپ میں نل کا رنگ بہارو بنگالے سے پہنچتا تھا اور اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً دو لاکھ من نل صوبہ بہار سے ہر سال روانہ ہوتی تھی جس کی قیمت فی من دو سوڑ پڑ سے

(۱۵) قحط کے آثار اور گولہ گھر کی تعمیر ۱۸۶۳ء

۱۸۶۳ء کے قحط کی یاد ابھی بھولی نہ تھی کہ ۱۸۶۳ء میں بارش کی قلت کے سبب پھر قحط کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اس زمانے میں سر جان شورٹلنٹ افسر تھے۔ انھوں نے غلے کی درآمد و برآمد کے محصول کو اٹھادیا اور ضلع سارن و ترہت سے غلہ باہر لے جانا ممنوع تھا، اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور کونسل میں رپوٹ کی کہ قحط کے اسناد کے لیے غلہ رکھنے کی ایک کوٹھی بنوانے کی ضرورت ہے۔ اسی رپوٹ کی منظوری پر ۱۸۶۳ء میں گولہ گھر تیار ہوا جو اجداد سے ہوئے پیلے کی صورت کی ایک عجیب و غریب عمارت باقی پور میں موجود ہے۔ اس میں غلہ رکھنے کی کبھی نوبت نہ آئی۔ فی الحال شہر میں شارع عام پر فاصلے کے نشان کے لیے جو پتھر لگے ہوئے ہیں، ان میں میلوں کا شمار اسی گولہ گھر سے دکھایا گیا ہے۔ مشہور ہے کہ ۱۸۶۳ء میں مہالیا جنگ بہادر والی نیپال نے اپنے ٹٹو کو گولہ گھر کے زیتون سے سرے تک پہنچا دیا۔

(۱۶) ضلع بہار مقرر ہونا ۱۸۶۷ء

سوریوں کی سلطنت کے زمانے تک قصبہ بہار ہی اس صوبے کا صدر مقام تھا۔ اکبر کے زمانے میں سرکار بہار مقرر ہوئی۔ اس میں ضلع پلاموں، گیا، ہزاری باغ اور مونگیر کے بعض حصے بھی شامل تھے ۱۸۶۷ء میں حکام انگریزی نے ضلع بہار قرار دیا جس کے حدود کم و بیش سرکار بہار

کرنے پر کمر باندھی۔

۱۹۱۲ء میں یورپ کی جنگِ عظیم شروع ہونے پر جرمن کے رنگ کی تجارت بند ہو گئی۔ اس وقت اگر صوبہ بہار کے لوگ نیل کے کارخانے جاری کرتے تو بہت منافع حاصل کر سکتے تھے کیوں کہ اس وقت نیل میں چار گونہ اور پانچ گونہ منافع ہو سکتا تھا لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ انگریزوں نے جرمنوں سے رنگ بنانے کا نسخہ اور ترکیب معلوم کر کے یہ تجارت اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کیا ہوتا تھا اگر حکومت کی طرف سے ولایتی رنگ کی فروخت کم کرنے کی تدبیر کی جائے اور بہار و بنگالے میں پھرنیل کی کاشت شروع ہو تو ملک کی بہبودی کی امید ہے۔

(۱۱۳) تعہد ٹوٹنے پر علاقوں کا بندوبست ۱۸۶۳ء

۱۸۶۳ء میں جان شور مہتمم بندوبست نے پٹنہ آکر تمام علاقوں کو جو راجا کلیان سنگھ اور خیالی رام کا تعہد ٹوٹ جانے پر واپس لیے گئے تھے، اس دفعہ تین سال کے لیے متفرق لوگوں کے ساتھ بندوبست کر دیا۔ یہ وہی سر جان شور ہیں جو بعد کو ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۹ء تک گورنر جنرل کے عہدے پر ممتاز رہے۔ اور کسی شاعر نے ان کے زمانے میں کلکتہ کے حالات کے بیان میں یہ شعر کہا تھا۔

آب شور و زیں سراسر شور

شور فرماں رواے کلکتہ

خاص بہار و بنگالے کے حالات پر مبنی ہیں۔ اور چوں کہ بہار و بنگالے کی آبادی میں فی صد چند آدمیوں کے سوا تمام نفوس ایسے ہیں جن کی اوقات زمین داری اور کاشت کاری پر منحصر ہے، اس لیے اس بیان میں کسی قدر تفصیل ضروری معلوم ہوتی ہے۔

زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ملک کی تمام زمینیں بادشاہ کی ملک سمجھی جاتی تھیں۔ اور بادشاہ کو ان کی پیداوار میں ایک جز یا اس کے عوض نقد وصول کر لینے کا حق حاصل تھا۔ یہی حقیقت اکثر ملکی یا فوجی ضرورتوں کے لیے یا مذہبی امور یا خیرات کے کاموں کے لیے شاہی فرمان کے ذریعے جاگیر دار یا التماذاد اور غیرہ کے نام حسب ضرورت منتقل کر دی جاتی تھی جس کی کیفیت مندرجہ ذیل اصطلاحوں سے ظاہر ہوگی:-

جمع طومار بادشاہی و جمع طومار تخصیص (یعنی اقسام جاگیر خالصہ شاہی اور غیر خالصہ جس میں اور اقسام جاگیر شامل تھیں)۔

۱۔ جاگیر سرکار عالی (جو نظامت کے اخراجات اور محکمہ دیوانی و فوجداری کے جاری رکھنے کے لیے ضروری تھی)۔

۲۔ جاگیر بندہائے عالی بارگاہ (اس کو دیوانی سے تعلق تھا)

۳۔ جاگیر امیرالامرا (سپہ سالار اور فوجی مصارف کے متعلق تھی)

۴۔ جاگیر فوج داران (فوج دار اپنے علاقے میں بہ طور مجسٹریٹ کے ہوتے تھے)

۵۔ جاگیر منصب داران (منصب داروں کو اپنے علاقے میں امن قائم

لے یونانیوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ راجا چندر گپت کے زمانے میں پیداوار کی ایک چوتھائی حکومت کو وصول ہوتی تھی جو پٹلی پتر کا انتظام اور چندر گپت کے حالات میں مذکور ہے۔

کے مطابق تھے۔ لیکن ضلع کا صدر مقام بجائے بہار کے گیا قرار پایا۔ اور اس لا نامی اس ضلع کا پہلا کلکٹر مقرر ہوا۔ اس وقت باقی پورا اور شہر پٹنہ کو چھوڑ کر تمام علاقے گیا کے مجسٹریٹ کے تحت میں تھے۔ اور ان علاقوں کے مقدمات گیا ہی میں فیصل ہوتے تھے۔

۱۷۹۸ء میں بہار و فتوحہ میں ڈکیتی اور چوری کے سانحے بہ کثرت متوع میں آئے۔ اور گیا کا مجسٹریٹ دوری کے سبب بروقت ضروری انداد نہ کر سکتا تھا۔ بعض داروغہ بھی چوروں سے ساز باز رکھتے تھے۔ ان وجوہ سے ۱۷۹۸ء میں فتوحہ گیا کے محکمہ فوج داری سے علیحدہ کر کے خاص پٹنہ کی فوج داری میں شامل کر دیا گیا۔

۱۷۹۹ء میں کمپنی نے حکومت کا نظم و نسق نواب ناظم بنگالہ سے لے لیا تھا۔ پٹنہ میں اول اول فرانس گرانڈ (FRANCIS GRAND) بجائے فوج دار کے مجسٹریٹ مقرر ہوا لیکن یہ بعض بدکرداریوں کے سبب برف کیا گیا۔ اور ۱۷۹۲ء میں ہنری ڈگلز HENRY DOUGLAS اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ اسی زمانے سے لفظ فوج دار متروک ہوا۔ اور بجائے اس کے لفظ مجسٹریٹ رائج ہوا۔

(۱۷) صوبہ بہار میں زمین داریاں اور بندوبست ۱۷۹۰ء کا حال

انگریزی حکومت نے زمین داریوں کے بندوبست اور سرکاری مال گزاری کی تشخیص کے متعلق قدیم بادشاہی ضابطے کے خلاف جو اصول ایجاد کیے وہ

زمینوں کی پیداوار میں حکومت کا جو حصہ ہوتا ہوا اسی کو سرکاری مال کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہ مال بچائے نقد کے جنس کی صورت میں بھی ادا کیا جاتا تھا۔ لیکن مال گزاری کی رقم وقتاً فوقتاً حکومت کی طرف سے مقرر ہوتی تھی۔

۱۷۵۷ء چار صدیوں کے اندر بہار و بنگالے میں اس طور کا شاہی بندوبست

اول اول اکبر کے زمانے میں ۱۵۸۲ء کے قریب راجا ٹوڈ مل دیوان لے گیا

دوسرا بندوبست جو غالباً تریسویں تھا، شہزادہ شجاع کی صوبے داری کے

زمانے میں ۱۶۵۸ء کے قریب واقع ہوا اور تیسرا بندوبست نواب مرشد

قلی خاں کی صوبے داری میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد ۱۷۲۲ء میں

وقوع میں آیا۔ ملاحظہ ہو۔ (EARLY REVENUE HISTORY OF

BENGAL AND FIFTH REPORT BY F.D. ASCOLI M.A.)

لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایک بندوبست سے دوسرے

بندوبست کے درمیان اس بارے میں کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی ہوگی کیوں کہ

مغلیہ سلطنت قائم ہونے پر اکبر کے زمانے میں ۱۵۷۹ء میں شاہی دیوان کا عہدہ

قرار پا چکا تھا۔ اور بادشاہی دیوانی کی طرح ہر حاکم صوبہ کے ساتھ بھی دیوان

مقرر ہوتا تھا۔

۱۷ واضح ہو کہ اکبر سے پہلے شیر شاہ نے زمین کی اقسام و مال گزاری کے متعلق بہت سے آئین

بنائے تھے جو اکبر کے زمانے میں بھی جاری رہے اور بعض صورتوں میں اب تک جاری ہیں۔

۱۸ دیوان کا خاص کام یہ ہوتا تھا کہ اول ہر قسم کی آمدنی وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرے

اور زمینوں کے بندوبست پیداوار اور مال گزاری اور خراج شاہی وغیرہ کا معقول انتظام رکھے

اور تمام جاگیریں اور انعام وغیرہ جو شاہی حکم سے دیے جاتے تھے۔ یا جو مصارف شاہی حکم

سے ہوتے تھے ان کے متعلق تمام کارروائی اور جمع و خرچ کا نظم رکھے۔

رکھنے کے لیے سوار و پیادے رکھنا ہوتا تھا۔

۴ مدد معاش (مذہبی کاموں کے لیے آمدنی وقف کی جاتی تھی)۔
۵ سالیانہ داران (کسی قابلیت یا کارگزاری کے سبب بہ طور وظیفہ کوئی رقم مقرر کر دی جاتی ہو)

۶ زمین داران (کاشت کاروں سے مال گزاری وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرنے والوں کے لیے جو محتانہ یا اجرت یا کمیشن مقرر تھا تھا۔ اس کی تعداد عموماً اصل مال میں دس فی صد سے پندرہ فی صد تک ہوتی تھی)

۷ التعماد (اکثر درویشوں، پیروں، عالموں، شیوخ طریقت اور سجادہ نشینوں کو خانقاہ کے مصارف یا کسی تعلیمی خرچ کے لیے یا حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے جاگیریں ہوتی تھیں)

۸ روزینہ داران (مذہبی کام کرنے والوں کے خرچ کے لیے جو رقم مقرر ہوتی تھی)

۹ نوازہ (جنگی کشتیوں کو نوازہ کہتے تھے۔ ان کے فراہم رکھنے کے لیے بھی خرچ کی ایک ضروری مدد قائم کر لی گئی تھی)

۱۰ احتشام عملہ کسی افسر یا ماکم کے اعزاز و وقار کے لیے ظاہری شان و شوکت کے ساز و سامان مراد ہیں)

۱۱ کھیدا (جنگلوں میں ہاتھیوں کو پکڑنے کے لیے جو اہتمام ہوتا ہے اس کو کھیدا کہتے ہیں)

(واضح ہو کہ تیول بھی ایک طور کی جاگیر ہی کو کہتے تھے جو شہزادوں کے خرچ کے لیے دی جاتی تھی)

منفید ثابت نہ ہوا۔ زمین دار آئندہ سال کی توقع نہ رکھتے تھے۔ اس لیے ایک سال کی مدت میں جس قدر ممکن تھا حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ اور کاشت کار بھی جانتے تھے کہ شاید آئندہ سال نئے زمین دار سے سروکار رہے۔ اس لیے بے پروائی کرتے تھے اکثر بندوبست ایسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا جن کو پہلے سے زمین داری و کاشت کاری کا ذاتی تجربہ نہ تھا۔ اور تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو مال گزاری وصول کرنے میں دقتیں پیش آئیں۔ اور حاجت کا تقاضا تھا کہ مال گزاری وقت پر وصول ہو کرے۔ ایک سالہ بندوبست سے کام نہ چلنے پر پنج سالہ بندوبست شروع کیا گیا۔ کچھ دن مرشد آباد اور پٹنہ کی کونسلوں کے ذریعے نظم جاری رہا اور مال گزار و عامل مقرر کر کے انتظام جاری رکھنے کی کوششیں عمل میں آئیں لیکن بالآخر ۱۸۶۱ء میں کورٹ آف ڈائریکٹرز نے دہ سالہ بندوبست کرنے کی ہدایت کی اور یہ بھی حکم دیا کہ دہ سالہ بندوبست کر کے مال گزاری کی رقم مستقل طور پر قرار رکھی جائے۔

لارڈ کارنوالس نے ۱۸۶۹ء تک ایک سالہ بندوبست جاری رکھا اور اس کے بعد دہ سالہ بندوبست مقرر کر دیا۔ یہی دہ سالہ بندوبست ۱۸۹۳ء سے بندوبست دوامی قرار پایا۔ بندوبست دوامی کی تجویز میں انگلینڈ کے وزیر اعظم ولیم پٹ کی رائے کو خاص طور پر دخل تھا جس وقت لارڈ کارنوالس کی تحریک انگلینڈ میں ڈائریکٹرز کے پاس پہنچی ان لوگوں کو بہار و بنگالے کے حالات کا اس قدر تجربہ نہ تھا کہ اس مسئلے میں کوئی صحیح رائے قائم کرتے۔ مزید برآں سر جان شور کی صلاح بندوبست دوامی کے خلاف تھی اور ان کی صلاح کو اکثر ڈائریکٹر بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر سر ڈنڈاس

زمین کی پیداوار میں شاہی حصہ یا مال گزاری "کو اصل کاشت کار سے وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کرنے والے زمین دار ہوتے تھے۔ سلطان مغلیہ کے عہد میں ان کی قانونی حیثیت کمیشن ایجنٹ یا ٹھیکے دار کی سی تھی۔ جو مواضعات ان کے ساتھ بندوبست کیے جاتے تھے اس میں سے شاہی مال گزاری دینے کے بعد تخمیناً آٹھواں حصہ ان کا محتانہ ہوتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ لوگ اس سے بہت زیادہ رقم حاصل کر لیتے تھے۔ جب تک شاہی خزانے میں مال گزاری قسط بہ قسط وصول ہوتی رہتی تھی، اس وقت تک حکومت کی طرف سے کوئی چھوڑ چھاڑ نہ ہوتی تھی بلکہ ایک مدت تک زمین دار رہنے کے بعد یہ لوگ اپنے حقوق کو مستقل یا موروثی قرار دے کر منتقل کرنے کا مجاز سمجھتے تھے۔ لیکن حکومت نے حتیٰ زمین داری کو موروثی یا مستقل حقیقت قرار نہ دیا تھا اور وقت پر مال گزاری ادا نہ کرنے پر اکثر زمین داریاں چھین لی جاتی تھیں۔ مثلاً ترہٹ کا علاقہ در بھنگہ کے راجا کے ساتھ ایک لاکھ روپے سالانہ سرکاری مال پر بندوبست کیا گیا تھا۔ راجا مذکور نے شاید کچھ فاضل رقم رعایا سے لے کر دہالی یا اسی قسم کا کوئٹہ شہر ہونے پر نواب علی وردی خان نے راجا مذکور کو بجائے زمین دار کے محض مال گزار بنا دیا۔ اور چند مواضعات اس کے لیے چھوڑ کر سرکاری مال گزاری پر دونی صدا اس کا حتیٰ المحتنت مقرر کر دیا۔ اسی طرح عالی جاہ میر قاسم علی خاں نے بھی کئی زمین داریاں چھین لی تھیں۔

بہر حال حکومت کی باگ انگریزوں کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی سلطنت مغلیہ کے اصول نظم و نسق درہم دبرہم ہو چکے تھے۔

۱۷۶۵ء کے بعد انگریزوں نے اول سالانہ بندوبست کیا لیکن کچھ

سے گورنمنٹ وصول کر لیتی ہو۔ چاہے وہ آمدنی نوکری سے حاصل ہو یا تجارت وغیرہ سے۔ ابتدا میں یہ ٹیکس خاص ضرورت سے عائد کیا گیا تھا۔ لیکن اب اس کے موقوف ہونے کی امید نہیں۔ حالاں کہ راقم کے علم میں کوئی شخص اس کو خوشی سے ادا نہیں کرتا۔

بہر کیف بندوبست دوا می کا حکم صادر ہونے پر ضلع بہار میں حسب ذیل پرگنات بندوبست کر دیے گئے۔

- (۱) پرگنہ راج گیر بنام پچلی علی خان برادر نواب علی ابراہیم خان۔
 - (۲) پرگنہ بسوک و بھیم پور بنام کریم قلی خاں وغیرہ ورنار نواب منیر الدولہ (۱۸۷۷ء میں یہ پرگنہ نواب موصوف کی جاگیر میں تھے)
 - (۳) پرگنہ تملارٹھا بنام میر محمد باقر علی خاں (جو نواب سراج الدولہ کی بہن کی اولاد سے تھے)
 - (۴) حصہ پرگنہ شاہ جہان پور و بھیم پور بنام شیخ فیض اللہ مورث اعلیٰ چودھری ظہور صاحب ساکن اسلام پور (سابق میں یہ بھی نواب منیر الدولہ کی جاگیر میں تھا)
 - (۵) پرگنہ اوکڑی و سنوت بنام راجا مترجیت سنگھ۔
 - (۶) پرگنہ سوڑھا بنام راجا جسونت سنگھ (ساکن دھربہ)
 - (۷) پرگنہ بیکٹ پور بنام بالو ادونت سنگھ۔
 - (۸) پرگنہ غیاث پور چند شخصوں کے نام بندوبست ہوا تھا۔ لیکن دو تین برس کے اندر واپس لیا گیا۔ اس میں اکثر التمغا اور جاگیریں وغیرہ تھیں۔
- لے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ آمدنی پر چار پائی فی رپیہ اور اسی طور پر ٹیکس کی رقم میں اضافہ ہوتا ہے جس سے آمدنی کا ایک حصہ گورنمنٹ کے خزانے میں پہنچ جاتا ہے۔

صدر نے یہ تحریک کی کہ اس اہم مسئلے میں وزیر اعظم سے صلاح لینی چاہیے۔
وزیر اعظم نے دس دن تک اس مسئلے پر ہر پہلو سے غور و خوض کر کے بندوبست
دوامی کی منظوری کی صلاح دی۔

اس ملک میں اب تک یہ مسئلہ زیر بحث ہو کہ بندوبست دوامی گورنمنٹ
اور پبلک کے حق میں مفید ہو یا مضر۔ اس میں شک نہیں کہ بندوبست دوامی
سے گورنمنٹ نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے متعلق اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا
لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس بندوبست کی بدولت زمینداروں
نے گورنمنٹ کی بہت کچھ حمایت کی جس سے گورنمنٹ کو استقلال حاصل کرنے
میں مدد ملی۔ البتہ یہ ضرور ہو کہ اس دوامی بندوبست نے ہزاروں زمین داروں
کو ناکارہ بنا رکھا ہو۔ اور کاشت کاروں کو بھی کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا اور
راقم کے خیال میں بندوبست دوامی سے زمینوں کی آبادی میں کوئی خاص
ترقی نہ ہوئی۔

سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں صوبے داروں نے زمین کے
مال کے علاوہ آمدنی کے اور بھی ابواب قائم کر لیے تھے۔ اول اول نواب
مرشد قلی خاں نے ابواب وصول کیے جو علی وردی خاں اور میر جعفر خاں
کے زمانے تک قائم رہے۔ میر قاسم نے اس پر کیفیات اور توفیر کا اضافہ
کیا۔ کیفیات سے سابق ابواب میں اضافہ مراد ہو۔ اور توفیر سے کسی نئی
آمدنی پر تشخیص مراد ہو۔ انگریزی حکومت میں ایک نئی چیز انکم ٹیکس ہو۔
ہزار روپے سے زیادہ سالانہ آمدنی پر دوپائی فی روپیہ کے حساب

لے آج تک اکثر زمین دار یا ان کے ملازم رعایا سے اتنی قسم کے ابواب ناجائز وصول
کرتے ہیں کہ ان کی فہرست کو ایک دفتر چاہیے۔

نیپالیوں کو شہنشاہ چین کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ گورکھوں نے بودھ مذہب کی بعض چیزوں کی توہین بھی کی تھی۔ اس لیے شاہ چین نے گورکھوں کے مقابلے کے لیے بارہ ہزار سپاہ روانہ کی۔ ۱۷۹۲ء میں چین کی فوج باوجود راہ کی صعوبت اور بعد کے۔ کاٹھمانڈو سے بارہ کوس پر پہنچ گئی۔ اس وقت گورکھوں نے مجبوراً شاہ چین کے ماتحت رہنا قبول کر کے صلح کر لی۔ لیکن انگریزوں سے بھی ایک تجارتی معاہدہ کر لیا۔ انگریز قبل سے تجارتی عہدہ پیمان کے خواہاں تھے۔ چنانچہ ۱۷۸۷ء میں وارن ہیسٹنگس نے مکوان پو کے راجا کا علاقہ اور چیمپارن کے بانیس مضافات گورکھوں کے تحت میں ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ اور ایک فیل بطور نذرانہ ہر سال لینا قبول کر کے صلح کی تھی۔

۱۸۰۰ء میں گورکھوں اور انگریزوں کے درمیان ایک اور معاہدہ مقام داناپور میں قرار پایا۔ جس کی شرطوں کے مطابق کاٹھمانڈو میں انگریزی سفیر (ریزیڈنٹ) متعین ہوا۔ اور انگریزوں کی سرحدیں ڈاکہ دینے والوں اور بد معاشوں کی گرفتاری کے متعلق قانونی عمل درآمد طو پایا۔ اور انگریزوں نے ایک ہاتھی سالانہ نذرانہ لینا اٹھا دیا۔ لیکن گورکھوں نے تمام شرائط کی پابندی نہ کی اور انگریزی سفیر کی توہین کرتے رہے۔ اس لیے ۱۸۰۳ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے اس معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

اس کے بعد گورنمنٹ کو ترہت کے کلکٹر کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۲ء کے درمیان گورکھوں نے دوسرے مضافات پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے ۱۸۱۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز (LORD HASTINGS) نے گورکھوں کو ان مضافات سے ہٹ جانے کو کہا۔ لیکن گورکھوں نے اس

(۹) پرگنہ سائڈ ۱۷۹۲ء میں دوبارہ بعض زمین داروں کے ساتھ بندوبست کیا گیا۔ اس پر بھی نصف کے قریب علاقے جو جاگیرداروں اور التغاداروں کے قبضے میں تھے بندوبست سے چھوٹ گئے۔

(۱۸) پراونشیل کورٹ آف ایل ۱۷۹۳ء

۱۷۹۳ء میں پٹنہ میں اور اسی طرح ٹھاکے میں پراونشیل کورٹ آف ایل یعنی حکام صوبے کے فیصلوں کے خلاف درخواستوں کی سماعت کے لیے عدالتیں قائم ہوئیں لیکن ۱۸۳۳ء میں یہ عدالتیں بند کر دی گئیں۔

(۱۹) ترہت و چپارن کی طرف انگریز اور گورکھوں کا معاملہ ۱۷۸۹ء تا ۱۸۱۶ء

میر قاسم کانپال پر فوج کشی کرنا مذکور ہو چکا ہے اس کے دو برس بعد گورکھوں نے کموان پور کے زمین دار کو مغلوب کرنے رفتہ رفتہ ترائی کے اکثر علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور ان کے راجا پر تھوڑی نرائن نے ضلع چپارن میں بائیس مواضع پر دخل جمایا۔ اس کے چند سال بعد گورکھوں کی چڑھائی سے خائف ہو کر کاٹھ مانڈو کے نوار راجا نے انگریزوں سے مدد چاہی۔ انگریزوں نے میجر کینلاخ (MAJOR KINLOCH) کے تحت میں ایک مختصر فوج روانہ کی لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ بلکہ گورکھوں نے کاٹھ مانڈو پٹن اور بھٹ گانڈو وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور

کی صوبہ بہار میں اضلاع پورنیہ بھاگل پور بہار (جس میں حصص پٹنہ گیا۔
مونگیر بھی شامل تھے) شاہ آباد میں سفر کر کے ضروری حالات قلم بند کیے۔
ان کی رپورٹیں جو پچیس جلدوں میں ہیں۔ وزیر ہند کے دفتر میں موجود ہیں۔
اور اب ان کا بیشتر حصہ متفرق ضلع کے حالات میں علیحدہ علیحدہ شائع ہو گیا
ہر جو بکانن ہلٹن کے جرنل کے نام سے موسوم ہے۔

(۱) ضلع پورنیہ کے حالات میں صاحب موصوف نے لکھا کہ ایک پیہ
اس علاقے میں ایک بڑی رقم سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ کاشت کاری کے
مزدوروں کی دو ہینے کی تنخواہ کے برابر ہے اور یہاں دو پیسے ایک خدمت گار
کی یومیہ تنخواہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ سکہ بھی یہاں زیادہ دستیاب نہیں۔ بعض
جگہ غریب کو نمک تک دستیاب نہیں ہوتا۔ اور اس کے عوض میں یہ بعض
لکڑیوں کی خاک کو کھانوں میں ملا کر کھاتے ہیں۔ غلاموں کی خرید و فروخت
کا عام رواج ہے۔ اور لڑکے اور لڑکیاں اپنے سن و سال کے مطابق پانچ روپیہ
سے بیس روپیہ تک فروخت ہوتے ہیں۔ غریب کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔
جب یہ مرنے لگتے ہیں تو ان کو راستے کے قریب چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر
کوئی غریب اچانک مر جائے تو اس کی لاش کو خفیہ طور پر ایسی جگہ پھینک
دیتے ہیں جہاں کتے ان کو کھا جاتے ہیں۔“

(۲) ضلع شاہ آباد کے متعلق بھی قریب قریب یہی حالات لکھے ہیں۔ یہاں
بھی لڑکے پندرہ روپیہ کو اور لڑکیاں بیس روپیہ کو فروخت ہوتی تھیں۔ اور لوگ
غریبوں کو مرتے وقت بستی سے باہر پھینک آتے تھے۔ ایک مرد خدمت گار
کی تنخواہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ آٹھ آنے سے ایک روپیہ تک ماہوار ہوتی
تھی۔ کاشت کاروں کے مکانوں میں بجائے کھڑکیوں اور دروازوں کے

کی کچھ پروانہ کی۔ دوسرے سال انگریزوں نے متفرق گھاٹیوں سے نیپال پر چڑھائی کر دی۔ گورکھوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن نومبر ۱۸۱۵ء میں مقام سگولی ضلع چپارن میں انگریز اور گورکھوں کے درمیان صلح کی ٹھیر گئی۔ گورکھوں نے اس وقت تک کوئی ایسی شکست نہیں کھائی تھی۔ اور صلح نامہ کے رو سے ان کو ترائی کے علاقے انگریزوں کے حوالے کر دینا ہوتا تھا۔ اس لیے نیپال کے دربار نے اس کو منظور نہ کیا اور ۱۸۱۶ء میں دوبارہ جنگ چھڑ گئی۔ اس دفعہ جنرل اکثر لونی نے چپارن کی طرف سے بیس ہزار فوج روانہ کر کے نیپال پر چڑھائی کر دی۔ اور بعض مقاموں پر قبضہ کر کے کاٹھمانڈو پر حملہ کرنے کا ہتھیہ کیا۔ گورکھوں نے مجبور ہو کر سگولی والے صلح نامے کو قبول کر کے دستخط کر دیے۔ اسی صلح نامے کی رو سے کمایوں کے علاقے جن میں شملہ، مینی تال اور مسوری بھی شامل ہیں انگریزوں کے قبضے میں آ گئے۔ گورکھوں کو سکیم سے بھی دست بردار ہونا پڑا اور اس وقت سے کاٹھمانڈو میں مستقل طور پر انگریز ریڈنٹ رہنے لگا۔

۱۲۰۔ کاشت کاری اور عام اقتصادی حالات کی تحقیقات

۱۸۰۶ء تا ۱۸۱۳ء

انگریزی حکومت میں اول اول ۱۸۰۶ء میں لارڈ ڈنلوگورز جنرل کے حکم سے ڈاکٹر فرانسس بکائن (FRANCIS BUCHANAN) نے صوبہ بہار و بنگالے میں کاشت کاری اور عام اقتصادی حالات کے متعلق تحقیقات شروع

ہوں گے۔

(۲۳) ۱۸۳۳ء کا زلزلہ

۹ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۳۳ء کو شدید زلزلہ واقع ہوا۔ اس کی کیفیت حضرت شاہ ابوالحسن فرد کی یادداشت میں مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

تاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۲ محمداویں صدی پہلے و تاسخ کی رات کو اس شدت کا زلزلہ ہوا کہ مکانات گر گئے۔ شہر مداس سے بنارس تک تمام اضلاع اور مہس اور نیپال کے پہاڑ کے فاسن میں اور برم پور اور بہار وغیرہ ہر جگہ یہی حال ہوا۔ ۸ تاریخ کو دوپہر سے تھوڑا تھوڑا لرزہ شروع ہوا۔ ہنوز راقم کی تاریخ شائع نہ ہوئی تھی کہ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۵۲ھ روز دوشنبہ کو دن کے دو بج کر دس منٹ پر شدید زلزلہ واقع ہوا جس سے شہر مونگیر بالکل تباہ ہو گیا۔ مظفر پور، دربھنگہ سیتا مڑھی اور بعض اضلاع میں بے شمار مکانات منہدم ہو گئے۔ اور زمین پھٹ کر پانی اور آخرات کے ساتھ ریگ اور بالو نوارے کی طرح نکلے جس سے بعض مواضع میں زراعتی زمین رگستان اور جھیل کی طرح نظر آنے لگے۔ اور کھیتوں کی کوئی شناخت باقی نہ رہی۔ خاص عظیم آباد پٹنہ میں اکثر مکانات گر گئے یا شق ہو کر رہ گئے۔ شاہ آباد، گیا اور دوسرے شہروں میں بھی یہی حال پیش آیا۔ اور نیپال سے بھی اسی قسم کے واقعے کی خبریں معلوم ہوئیں۔ اس زلزلے سے تخمیناً دس بارہ ہزار اشخاص ہلاک اور مجروح ہوئے۔ خفیف لرزہ تادم تحریر (۲ مارچ ۱۹۳۲ء محسوس ہوتا رہتا ہے۔

موکھے اور کھلے ہوئے شکاف بنے ہوئے تھے۔

(۲۱) فارسٹ صاحب کے چشم دید حالات ۱۸۲۲ء

۱۸۲۲ء میں فارسٹ صاحب نے عظیم آباد پٹنہ کی سیاحت کی اور یہاں کے چشم دید حالات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ "عظیم آباد نہایت قدیم شہر اور صوبہ بہار کا دار الحکومت ہے۔ شہر کے گرد دیوار اور خندق ہی جو مرتب نہ ہونے کے سبب خراب ہو گئی ہے۔ ایک گرجا رومن کتھولک عیسائیوں کا ہے اور ایک مدرسہ مسلمان شیوخ کا ہے۔ اور انگریز اور ڈیشن قوموں کی تجارتی کوٹھیاں ہیں۔ قلعے کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ عیسائیوں کے گورستان میں ایک ستون ان انگریزوں کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ جو ۱۶۳۷ء میں بے رحمی سے قتل کیے گئے۔"

(۲) ضلع پٹنہ مقرر ہونا ۱۸۲۵ء

۱۸۲۵ء میں حکام انگریزی نے پٹنہ کو خاص ضلع مقرر کیا۔ اس وقت پرگنہ بہار دپرگنہ راج گیر اس ضلع میں شامل نہ تھے۔ یہ پرگنہ عرصہ دراز کے بعد ۱۸۶۵ء میں (غدر کے اٹھ برس بعد) ضلع پٹنہ میں شامل کیے گئے۔

۱۸۳۲ء و ۱۸۳۶ء میں ضلع پٹنہ کے مشرقی حدود سے بعض حصص خارج ہو کر ضلع مونگیر میں شامل کر دیے گئے۔ موجودہ حدود نقشوں سے ظاہر

۲۵۱) پٹنہ کے وہابیوں کی سرگزشت ۱۲۳۳ھ تا ۱۲۳۵ھ

گزشتہ صدی میں ایک بڑا واقعہ جو وہابیوں کی بغاوت کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو صوبہ بہار پٹنہ کی تاریخ سے خاص تعلق ہے۔ بارہویں صدی ہجری کی ابتدا میں عبدالوہاب نامی لیڈر کی تعلیم سے نجد میں ایک مذہبی فرقہ قائم ہوا۔ جس کا منشا مسلمانوں میں لغو رسم و رواج باطل اعتقادات اور اوہام پرستی کو دور کرنا تھا۔ ہندوستانی حاجیوں نے حج سے واپس آکر ہندوستان میں بھی اس کا چرچا پھیلایا۔ اور رائے بریلی میں سید احمد صاحب نے جو ایک ذی اقتدار اور مشہور و معروف عالم باعمل تھے۔ مسلمانوں میں مذہبی اصلاح اور تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اتفاقاً اسی زمانے میں سکھوں کے جتھے سے پنجاب میں مسلمانوں کو ایذا پہنچ رہی تھی اور مسلمانوں کے مذہبی فرائض ادا کرنے میں بھی سخت روک ٹوک ہوتی تھی۔ اس لیے سکھوں کے خلاف جہاں کا فتویٰ صادر ہوا ۱۲۳۳ھ کے قریب حج کو جاتے ہوئے سید احمد صاحب کا قافلہ عظیم آباد پٹنہ میں وارد ہوا۔ اس وقت مولوی ولایت علی ساکن صادق پٹنہ نے جو اس زمانے میں تارک الدنیا ہو کر فقیرانہ وضع سے لکھنؤ میں رہتے تھے۔ اور سید احمد صاحب کے ارادت مندوں میں تھے۔ اپنے قرابت مندوں کو لکھ بھیجا کہ سید صاحب پٹنہ جا رہے ہیں اُن سے ارادت حاصل کرنی چاہیے۔ سید احمد صاحب کے پٹنہ آنے پر مولوی ولایت علی کے علاوہ مولوی عنایت علی مولوی شاہ محمد حسین، مولوی الہی بخش و مولوی احمد اللہ (پستری مولوی الہی بخش) ساکنان صادق پور پٹنہ جو اس زمانے میں خود بھی علم و فضل میں شہرت رکھتے تھے۔ سید احمد صاحب سے ملے لیکن اس وقت سید احمد صاحب نے

ہوا۔ پھر رات کو پانچ بار زلزلہ ہوا، اس کے بعد ایک بار شدید زلزلہ ہوا۔ ایک گھنٹی بعد پھر اس سے زیادہ شدید زلزلہ ہوا اور دیر تک محسوس ہوا۔ اور اس کے بعد سے یادداشت کی تاریخ یعنی ۲۵ ربیع الثانی تک تھوڑا تھوڑا زلزلہ محسوس ہوتا رہا۔ کبھی کچھ زیادہ بھی ہوا جس سے طاق پر سے بعض چیزیں نیچے آگئیں اور حقے سے چلم گہڑی۔“

حضرت فرد کے بھائی جناب شاہ محمد ابوالحیات اور ان کے بھانجے شاہ محمد وصی احمد کی یادداشتوں میں بھی جو کتب خانہ مجیدیہ پھلوری شریف میں موجود ہے۔ اس زلزلے کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ مندرج ہے۔ اس زلزلے کی تاریخ مولوی ابوتراب صاحب نے یوں کہی تھی۔

(۱) تو اتر زلزلہ (۲) بیماری لرزہ شد زمیں را سال

مذکورہ بالا یادداشتوں کے علاوہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی بنگالے کے پڑائے پرچے میں بھی ۲۶ اگست ۱۸۳۳ء کو شدید زلزلہ واقع ہونا بعض ضروری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

(۲۳) ۱۸۳۷ء میں فارسی زبان کا رواج اٹھا دیا جانا

لارڈ کلینڈ کی حکومت کے زمانے میں ۱۸۳۷ء میں عدالتوں اور محکموں سے فارسی زبان کا رواج اٹھا دیا گیا۔

(۱۲۲۵ء) میں سید احمد صاحب ایک معرکے میں شہید ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی نے پٹنہ کے علاقوں سے ایک جمعیت فراہم کر کے پنجاب پر چڑھائی کی۔ اور دریائے سندس کے بائیں جانب ملک پنجاب کو کشمیر کی سرحد تک فتح کر لیا۔ سکھوں نے ہزیمت اٹھا کر انگریزوں کا سہارا پکڑا۔ انگریزوں نے ان مولویوں کو اطلاع دی کہ سکھوں کے سردار گلاب سنگھ سے ہم سے معاہدہ ہو۔ اس لیے تم ان کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس سے سکھوں کے علاوہ انگریزوں سے بھی مخالفت پیدا ہو گئی۔ انگریزی فوج سکھوں کی طرف داری میں وہابیوں کی جمعیت کو منہزم کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۲۸۵ء میں ان کو تمام مفتوحہ علاقوں سے بے دخل کر دیا۔ مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی بھی گرفتار کر کے پٹنہ لائے گئے اور چار برس تک کوئی باغیانہ حرکت نہ کرنے کے لیے ہر ایک سے دس دس ہزار روپیہ کا چلکا لیا گیا۔ اس مدت کے گزرنے پر مولوی عنایت علی نے پھر ایک جمعیت قائم کر کے پنجاب پر دھاوا کیا۔ لیکن انگریزوں نے شکست فاش دی۔ اس معرکے میں کرم علی درزی ساکن دانا پور متعدد ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوا۔

۱۸۵۷ء میں ولیم ٹیلر نامی پٹنہ میں کشن کے عہدے پر ممتاز تھا۔ مذکورہ صادقہ میں لکھا ہے کہ بعض نو دولت رؤسائے شہر کشن کی نظر میں خیر خواہ بننے کی غرض سے یا کسی اور سبب سے مولویوں کے خلاف جھوٹ بچ لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کشن نے ۱۸ جون ۱۸۵۷ء کو مولوی احمد اللہ و مولوی شاہ محمد حسین ساکنان صادق پور اور مولوی واعظ الحق ساکن بخشی محلہ کو

چند دن قیام کر کے بنگالے کی طرف کوچ کیا۔

۱۲۲۵ھ میں سید احمد صاحب کا قافلہ حج سے واپس ہو کر متعدد کشتیوں پر پانچ چھ سو مریدیوں کے ساتھ پٹنہ میں مدرسہ گھاٹ کے پاس وارد ہوا۔ سید احمد صاحب نے اس دفعہ صادق پور میں قیام کیا، اور علماء صادق پور کا سارا خاندان حلقہ ادارت میں داخل ہوا۔ اس زمانے میں ہندوؤں کے رسم و رواج کے اثر سے مسلمان شرفا رہواؤں کی شادی کو سخت معیوب سمجھتے تھے۔ سید احمد صاحب کو تلقین سے عظیم آباد پٹنہ میں اول اول صادق پور کے خاندان میں ایک بیوہ کا عقد ہوا اور یہ جاہلانہ رسم توڑی گئی۔

سید احمد صاحب نے مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی شاہ محمد حسین کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور پنجاب کے مسلمانوں کی امداد کے لیے ضروری سامان فراہم کرنے کی تاکید کی۔ جب سید احمد صاحب کا قافلہ روانہ ہوا مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی طالب علی و مولوی باقر علی بھی ہمراہ ہوئے۔ پھر کچھ اور لوگ بھی ان سے جا ملے۔ سید احمد صاحب نے افغانستان کا سفر کیا۔ اس وقت مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی بھی معیت میں موجود تھے۔

مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی شاہ محمد حسین نے اپنی جدوجہد سے ایک بڑی جمعیت فراہم کر لی اور تمام بنگالہ و بہار کے لیے عظیم آباد پٹنہ کو اپنی تنظیم کا صدر مقام قرار دیا۔ مریدوں کی اعانت سے کثیر رقم بھی جمع ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۲۳۱ھ (۱۸۲۶ء) کے قریب سید احمد صاحب نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ۱۲۳۳ھ (۱۸۲۸ء) کے قریب سید احمد صاحب نے پشاور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن دوسرے سال

مولوی عبدالرحیم د مولوی یحییٰ علی کو بھی گرفتار کر کے سوالات کا حکم دیا مولوی یحییٰ علی سے دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی۔ اور علامہ حکیم عبدالحمید (سپر مولوی احمد اللہ) نے اس کی فراہمی کا سامان بھی کیا لیکن چند دنوں کے بعد یہ حکم ہی منسوخ کر دیا گیا۔ اسی سلسلے میں ہندستان کے مختلف حصص میں اور بھی گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں۔ ۲۶ رمضان ۱۳۸۵ء کو گرفتار شدہ لوگ انبالے بھیج دیے گئے اور گیارہ ملزموں پر جن میں پانچ اشخاص پٹنہ کے رہنے والے تھے بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا۔ تذکرہ صادقہ صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے کہ پولیس نے زبردستی سے کسی طرح جرم ثابت کرایا۔ اور صدر الدین نامی ایک لڑکے کو جو منشی محمد جعفر کے مکان میں رہتا تھا۔ سکھا پڑھا کر شہادت میں پیش کیا تھا لیکن اجلاس پر آکر یہ لڑکا سکھائی ہوئی بات بھول گیا۔ اور جرح میں کچھ اور کہہ دیا۔ اس پر اسی رات کو پولیس نے اس قدر مارا کہ صدمے سے وہ لڑکا مر گیا۔

جرم ثابت ہونے پر جج نے مولوی یحییٰ علی د منشی محمد جعفر و محمد شفیع کے حق میں پھانسی کا حکم دیا۔ اور باقی مجرموں کے لیے جس دوام بہ عبور دریائے شور تجویز کیا۔ لیکن عدالت عالیہ نے پھانسی کے حکم کو تبدیل کر کے جس دوام کر دیا۔ ۲۵ اگست ۱۳۸۵ء میں پٹنہ میں مولوی احمد اللہ پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا اور جج نے ان کے لیے پھانسی کا حکم دیا لیکن عدالت عالیہ نے اس کو تبدیل کر کے جس دوام کر دیا۔ مولوی احمد اللہ کی ساری جائیداد بھی (جس میں وہ جگہ بھی تھی) جہاں اس وقت پٹنہ سٹی میونسپلٹی کا دفتر ہے۔ اور اسی کے پاس خاندانی ہڑواڑ بھی تھی) ضبط کر لی گئی۔

امالی صاحب اپنی تاریخ (صفحہ ۷۱۲) میں لکھتے ہیں کہ ان ضبط شدہ جائیداد

ملاقات کے بہانے سے اپنی کوٹھی میں بلوا کر نظر بند کر لیا۔ اور اس کے بعد ہی تمام اہل شہر سے ہتھیار بھی رکھوا لیے۔ ان مولویوں کو تھینا تین مہینے نظر رکھنے کے بعد دوسرے حکام کے ذریعہ تحقیقات کرنے پر گورنمنٹ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ محض شبہ پر گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس لیے گورنمنٹ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور ولیم ٹیلر کمشنر کو معتبوب کر کے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ لیکن نوکری چھوٹنے پر بھی اس نے پٹنہ کو نہ چھوڑا اور یہیں رہ کر وکالت کا پیشہ شروع کیا۔ نئے کمشنر نے تلافی مافات کے لیے مولوی احمد اللہ کو ڈیپٹی کلکٹر کے عہدے پر جو اس زمانے میں ہندوستانیوں کے لیے غیر معمولی عزت کی نوکری تھی۔ بحال کیا۔ اور اسی طرح مولوی واعظ الحق کو بھی عہدہ دیا گیا۔ لیکن مولوی احمد اللہ نے کچھ دنوں کے بعد استعفا دے دیا۔ اور مولوی واعظ الحق نے مکے کو ہجرت کی۔ اور وہیں انتقال کیا۔ اپنی اولاد کو جائیداد حوالے کرنے کے بعد جو کچھ نقد ساتھ لے گئے تھے اس سے مکے میں مکان بنوا کر غریبا، حجاج، اور طالب علموں کے لیے وقف کر دیا۔

ان واقعات کے بعد ہی ۱۸۵۶ء کا غدر پیش آیا جو آئندہ اوراق میں علیحدہ مذکور ہوگا۔ غدر کے کئی برس بعد ۱۲ شعبان ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو یکایک الگزمدر نامی مجسٹریٹ پٹنہ اور پارسن نامی سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع انبالہ (پنجاب) نے بعض افسروں اور کانٹبلوں کے ساتھ آکر مولوی احمد اللہ و مولوی یحییٰ علی کے مکان کا محاصرہ کیا۔ پھر مکان کے اندر گھس کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور مولوی عبدالرحیم و میاں عبدالغفار سے بعض سوالات کر کے واپس گئے۔ لیکن تیسرے دن پھر بطور اول آکر مکانوں میں جس قدر خطوط یا قلمی کتابیں پائیں اٹھا کر لے گئے۔ اور

تھے۔ ان کے اہل و عیال کی جانب سے درخواستیں گزرنے پر لارڈ پرن گورنر جنرل نے ان کے مقدمے کے کاغذات ملاحظہ کر کے رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ اور ۱۲۳۳ء میں یہ لوگ ہندستان واپس آئے۔ اس کے قبل ہی ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۹۸ء کو جزیرہ ایٹمان میں مولوی احمد اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور مولوی بھٹی علی نے اس کے قبل وہیں انتقال کیا تھا۔

ان واقعات کے بعد صادق پور کے خاندان والوں نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور بعضوں نے گورنمنٹ سے خطاب بھی پائے۔ اب یہ لوگ بجائے وہابی کے غیر مقلد یا اہل حدیث کہے جاتے ہیں۔

۲۷) خواجہ حسین علی خاں پر بغاوت کا الزام ۱۸۴۸ء

۱۸۴۸ء میں عظیم آباد پٹنہ کے ایک مشہور و معروف رئیس خواجہ حسین علی خاں پر بغاوت کا الزام عائد ہوا۔ حکام کو کسی ذریعے سے خبر پہنچی کہ خواجہ صاحب نے دانا پور کی ویسی فوج کو بغاوت کے لیے ابھارا ہے۔ حکام نے تندر باقر نامی کوتوال اور داروغہ میرن جان کو خواجہ کی گرفتاری کے لیے تعینات کیا۔ کچھ دنوں تک خواجہ صاحب کا کچھ پتہ نہ ملا۔ اس عرصے میں مجسٹریٹ نے زیادہ سختی کے ساتھ گرفتاری کے احکام جاری کیے۔ بالآخر خواجہ صاحب نے از خود حاضر ہو کر حکام کو مطمئن کر دیا۔ اور انھوں نے بھی خواجہ صاحب سے کوئی پر خاش نہ کی۔

۱) خواجہ صاحب کے خاندانی حالات کسی قدر کتاب کیفیت العارفین مولفہ

حضرت شاہ عطاء حسین صاحب گیاوی میں مذکور ہیں۔

سے شہر کو درست کرنے کا کام لیا گیا۔
 مرا کا حکم ہونے پر تمام قیدی (۱۱ جنوری ۱۸۶۶ء) کو جزیرہ انڈمان بھیج دیے گئے۔

۱۲۶) امیر خان و حشمت داد خان کا مقدمہ ۶۸-۱۸۶۹ء

خانہ ان صادق پور کے ارادت مندوں میں امیر خان و حشمت داد خان وغیرہ تاجران چیرم (ساکنان محلہ عالم گنج پٹنہ) بڑے دولت مند اور ذی اقتدار تھے۔ ۱۸۶۸ء میں حکام کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی سرحد کے مسلمانوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور جہاد کے لیے چندے فراہم کرتے ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں حکام نے سات آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار شدہ لوگوں کی جانب سے درخواستیں پڑنے پر بالآخر پرنسپ نامی جج نے پانچ آدمیوں کے لیے سزائے جس دوام تجویز کی اور ضبطی جائداد کا بھی حکم دیا مگر بعد میں ہائی کورٹ نے صرف امیر خان اور ایک شخص کے حق میں یہ سزا بحال رکھی اور باقی لوگوں کو مخلصی دی۔

متذکرہ بالا مقدمات سے صادق پور کے خاندان کا تمول جاتا رہا۔ اور امیر خان وغیرہ کی تجارت پر بھی تباہی آئی۔ ۱۸۶۹ء میں جزیرہ انڈمان میں ان قیدیوں میں سے صرف چھ اشخاص زندہ رہ گئے تھے جن میں مولوی عبدالرحیم میاں عبدالغفار و مولوی تبارک علی خاص پٹنہ کے رہنے والے ۱۸ سالہ حالانکہ شہر کی حالت ناگفتہ بہ ہو اور سڑکوں اور گلیوں کی نجس اور منہوس صورت اس کی شاہد ہو۔

سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا۔ اس عرصے میں سفیدوں کا گروہ چھڑھٹہ تک پہنچ گیا تھا۔ اسی جگہ کسی طرف سے ایک گولی آکر صاحب موصوف کے لگی جس سے رُوح فوراً پرواز کر گئی۔ ہنگامہ کچھ اور بڑھنے والا تھا لیکن عین وقت پر سکھوں کی پلٹن پہنچ گئی اور باغی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص مارا گیا۔ لیکن اس کی شناخت نہ ہوئی کہ کون تھا۔ اور امام الدین نامی لکھنؤ کارہنے والا بھی پکڑا گیا۔

دوسرے دن گورہٹہ میں پیر علی (لکھنوی) کتب فروش کی دکان میں تلاشی ہونے پر بعض بغاوت انگیز تحریریں دستیاب ہوئیں اور اس کے بعد پیر علی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ حکام نے خان بہادر دیوان مولانا بخش سی۔ اس۔ آئی۔ ڈپٹی مجسٹریٹ کو مزید تحقیقات سپرد کی۔ اور نقارہ بجانے والے کی شناخت پر نندو کہار۔ حاجی جان۔ گھسیٹا خلیفہ اکھاڑہ۔ اصغر علی۔ بدھن۔ اوصاف حسین مع برادران اور شیخ عباس وغیرہ چند اشخاص گرفتار ہوئے۔ اور ان سب کو مع پیر علی کتب فروش پھانسی دی گئی۔ اور آخر میں شناخت کنندہ نقارہ بجانے والے کو بھی پھانسی دی گئی۔

(۳۰) داروغہ وارث علی اور مولوی علی کریم کی گرفتاری

انہی واقعات کے سلسلے میں تربت کی طرف حکام نے نیل کے انگریز تاجروں کی مدد سے داروغہ وارث علی کو بھی گرفتار کرایا۔ اس کے پاس کوئی خط برآمد ہوا جو اس نے بغاوت کے مادے میں مولوی علی کریم زمین دار موضع دھڑی ضلع پٹنہ کو لکھا تھا۔ اس خط کے سبب مولوی علی کریم کی گرفتاری

(۲۸) صوبہ بہار میں تمار برقی اور ڈاک خانے کی ابتدا

۱۸۵۴ء

مارچ ۱۸۵۴ء میں اول اول کلکتہ سے آگرہ تک صوبہ بہار ہو کر تمار برقی کا سلسلہ قائم ہوا۔ اور بذریعہ تاریخیں ۱۱ سال ہونے لگیں۔ اور پہلے جو مراسلت دنوں اور مہینوں میں ہوتی تھی لمحوں میں طو پائے لگی۔ اسی سال ڈاک خانے بھی کھولے گئے۔ اور بذریعہ ڈاک خطوط آنے جانے لگے۔ پوسٹ کارڈ یعنی کھلا پر پیہ صرف ایک پیسے میں اور بند لفافہ جس کا وزن نصف نلے سے زیادہ نہ ہو۔ دو پیسے میں بھیجا جاتا تھا۔

(۲۹) پٹنہ میں باغیوں کی ایک شورش ۱۸۵۷ء

مندرجہ بالا سطور میں دہائیوں کی سرگزشت اور چند واقعات مذکور ہو چکے ہیں۔ جن سے لوگوں کے جذبات کا اندازہ ہو سکتا ہو۔ ۳ جولائی ۱۸۵۷ء کو اچانک پادری کی حویلی یعنی رومن کتھالک گر جا کے احاطہ کے متصل گلی سے ساٹھ ستر آدمیوں کا ایک گروہ سبز جھنڈا لہراتا اور نقارے کے ساتھ اعلیٰ کاغزہ بلند کرتا ہوا شاہراہ پر آکر پورب کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں شہر کے پتے لفنگے بھی ساتھ ہو لیے اور تھوڑی دیر میں سارے شہر میں ہل چل مچ گئی۔ حکام نے خبر پاتے ہی فوراً سکھوں کی پلٹن کو طلب کیا اور وہ حکم پاتے ہی آپہنچی۔ لیکن اس کے قبل ڈاکٹر لائل سپرنٹنڈنٹ افیون گودام نے یہ سمجھ کر کہ انی اس سے مرعوب ہو کر بھاگ جائیں گے۔ گھوڑے پر

زمانے میں (ENFIELD) کے کارخانے کی جو بندوقیں فوج میں متعل تھیں ان کے کارتوس پر ایک چکنا کاغذ منڈھا ہوا ہوتا تھا۔ اور ان کارتوسوں کو بندوق میں لگاتے وقت ان کے سروں کو سپاہی دانتوں سے نوچ کر لگاتے تھے۔ سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ اس چکنے کاغذ میں سورا اور گائے کی چربی لگائی جاتی ہے۔ اس لیے نہ مسلمان ان کو چھو سکتے تھے نہ ہندو۔ اس بارے میں فوجی افسر بھی سپاہیوں کی تشفی نہ کر سکے۔ کیوں کہ خود ان کو خبر نہ تھی کہ کس قسم کی چربی استعمال میں لائی گئی تھی۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے جب ان کارتوسوں کا دینا بند کر دینے کے متعلق یا اس کے علاوہ جو کاروائی ہوئی وہ بعد از وقوع ہوئی اس لیے شک رفع نہ ہوا۔ بہر کیف ماہ جون کے اول ہفتے میں دانا پور کی سپاہ نے بذریعہ خط پٹنہ کی پولس کو اطلاع دی کہ عنقریب پٹنہ پر دھاوا کیا جائے گا تم لوگ بھی آمادہ رہو کہ خزانہ ہاتھ سے نہ جائے۔ یہ خط حکام کے ہاتھ لگ گیا۔ مسٹر ٹیلر کشتی کے حقی المقدور جھوبانگ کی کوٹھی کو مستحکم کر کے اس کی دیواروں میں بندوق چالانے کے لیے روزن بنوائے۔ اور تمام علاقوں میں انگریز حکام کو لکھ بھیجا کہ پٹنہ چلے آؤ۔ مہجون کو اکثر انگریز اس کوٹھی میں جمع ہو گئے۔ اس وقت انگریز سخت خطرے میں تھے۔ خصوصاً اس سبب سے کہ یہاں پہرے پر جو نجیب مقرر تھے ان کی وفاداری پر پورا اعتماد نہ تھا۔ اور میجر ہوس افسر سالہ مقام سگونی کی حوصلہ فوج بھی ایسی تھی کہ چند دنوں کے بعد باغی ثابت ہوئی۔ لیکن کپتان ریڈے کے بھیجے ہوئے

کی تدبیر عمل میں آئی۔ آخر میں داروغہ وارث علی کو پھانسی دی گئی۔ مشہور ہے کہ پھانسی کے وقت اس نے پکار کر کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ بادشاہ دہلی کو اس کی خبر کرے!

۱۳۱۱ء صوبہ بہار میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے واقعات

۱۸۵۷ء کا مشہور غدر امرہی کو میرٹھ سے شروع ہوا جب کہ سپاہی باغی ہو کر دہلی کی طرف دھاوا کیا۔ لیکن ان واقعات کو صوبہ بہار سے چندا تعلق نہیں۔ اس زمانے میں بنگالہ بہار کے شامل تھا اور بنگالے میں بارکلی (کلکتہ) اور صوبہ بہار میں دانا پور کی فوجی چھاؤنیاں (کنٹونمنٹ) دو مرکزی مقام تھیں۔ دانا پور کی چھاؤنی میں گوروں کی ایک پلٹن اور توپ خانہ کے علاوہ دیسی توپ خانہ اور عسکر و عتد کی دیسی پلٹیں موجود تھیں۔ چون کہ ۱۸۵۷ء میں سنتال پرگنہ میں سنتالیوں نے بغاوت کی تھی اس لیے انگریزوں نے ایک دیسی رسالہ احتیاطاً مقام روہنی میں متعین کر رکھا تھا اور اس کا ایک دستہ دیسی پلٹن کے ساتھ مقام بوسی ضلع بھاگل پور میں اور بعض دستے دیوگھر اور رام پور ہاٹ میں بھی متعین تھے۔ اسی طرح چھوٹا ناگ پور کی حفاظت کے لیے ایک مختصر پلٹن مقام ڈورنڈا (جوراپخی کا ایک حصہ ہے) میں رکھی گئی تھی۔ اور اس کے دستے مقام ہزاری بلخ چائے باسہ (سنگھ بھگم) اور پربیا میں متعین تھے۔ نیپال کی سرحد کے اطراف کی حفاظت کے لیے مقام سگولی ضلع چپارن میں ایک رسالہ متعین تھا۔ بغاوت کے اسباب کئی طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔ ان میں ایک خاص سبب یہ تھا کہ اس

ساتھ آدمی کسی طرح صحیح سلامت پہنچے۔

آرہ میں مٹبر لوائل نامی ریلوے انجنیر نے ایک بنگلہ تعمیر کرایا تھا غدر کے آثار شروع ہوتے ہی لوائل نے رسد کا سامان فراہم کر کے بنگلہ کو اینٹوں سے گھیر کر حتی الوسع محفوظ کر لیا اور نواشخاص یوروپین اور چھو یوریشین اور تین ہندستانی اور ان کے علاوہ پولس کے پچاس مسلح سپاہی اسی گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ باغیوں نے چند بار اس پر حملہ کرنے کا قصد کیا ایک بار ایک چھوٹی توپ بھی سامنے لگا دی۔ اور گولیاں چلا کر ان کو ڈراتے رہے۔ لیکن محصورین کی ہوشیاری اور حسن تدبیر کے سبب باقاعدہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ آخر سات دن میں ۲ اگست ۱۸۵۷ء کو بونڈٹ آرنامی فوجی افسر نے دو سو انگریز سپاہ اور چند ضرب توپیں لے جا کر کنور سنگھ کے آدمیوں کو جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی شکست دے کر بھگا دیا اور محصورین نے تھلکے سے رہائی پائی۔ اسی بنگلہ کو آرہ ہوس کہتے ہیں اور اس کو اس قدر تازہ نئی اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ ۱۹۱۲ء میں شہنشاہِ جارج پنجم نے آرہ آکر اس کا معائنہ کیا۔ آرنہ (V. EYRE) نے اپنی ملک میں تین سو سپاہ اور منگو کر مقام جگدیش پور میں کنور سنگھ کے گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ بابو کنور سنگھ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر اعظم گڑھ کی راہ لی اور وہاں پہنچ کر بعض معرکوں میں بہادرانہ جنگ کی۔ لیکن بابو امر سنگھ برادر کنور سنگھ نے شاہ آباد کے جنوبی علاقوں میں پہنچ کر انگریزوں سے مقابلے کا تہیہ کیا۔ اس عرصے میں بھاگل پور کے نمبر ۵ ریلے کے آدمی بھی آکر اس سے مل گئے۔ چند ماہ کے بعد ماہ اپریل ۱۸۵۸ء میں کنور سنگھ نے اعظم گڑھ سے واپس آکر پھر جگدیش پور پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے ایک

رسمک سپاہیوں کی موجودگی سے انگریزوں کی جان میں جان آئی۔
 داناپور کی فوج ایک بوٹے تجھے کار افسر جنرل لائٹ کے تحت میں
 تھی۔ سپہ سالار افواج نے جنرل مذکور کو لکھ بھیجا کہ گوروں کی فوج معنقریب
 داناپور پہنچے گی۔ اس کے پہنچنے پر دیسی پلٹنوں سے ہتھیار لے لینا اور ان
 کو سمجھا دینا کہ تمہارے ساتھ کوئی بُرائی منظور نہیں بلکہ خود تمہارے حق میں
 یہ تدبیر بہتر ہے۔ اس لیے کہ تم خود فتنہ و فساد سے محفوظ رہو گے۔ اور اگر
 اس سمجھانے پر بھی یہ ہتھیار دینے سے انکار کریں تو بہ زور لے لینا۔ اس
 حکم کے چند دنوں کے بعد ۲۳ جولائی کو گوروں کی فوج پہنچ گئی۔ اس کے
 بعد ۲۵ جولائی کو دیسی فوج کے سلاح خانے سے بندوق کی ٹوپیاں
 نکلوا کر انگریزی پلٹن کی میگزین میں رکھوا دی گئیں اور دیسی سپاہیوں کو
 بھی حکم دیا گیا کہ بندوق کی ٹوپیاں جو ان کے پاس ہیں داخل کر دیں۔
 سپاہیوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو گوروں نے ان پر گولیاں
 چلا دیں۔ اتفاق سے اس وقت جنرل بھی موجود نہ تھا۔ سپاہی چھاؤنی سے
 نکل کر سون ندی کے پار بابو کنور سنگھ زمین دار جگدیش پور کے گروہ سے
 جا ملے۔

چار دن کے بعد انگریزوں نے فوج کا ایک دستہ جس میں پچاس
 سکھوں کو شامل کر کے چار سو آدمی تھے بذریعے اسٹیمر آرہ کی طرف روانہ
 کیا۔ ۲۹ جولائی کی شام کو یہ لوگ اسٹیمر سے اتر کر قصبہ آرہ کی طرف روانہ
 ہوئے۔ نصف شب کے قریب اچانک باغیوں کی جمعیت سے مقابلہ
 ہو گیا۔ باغیوں کی کثرت نے انگریزوں کی فوج کو سخت ہزیمت پہنچائی۔
 ان کے ڈیڑھ سو آدمی مقتول اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ صرف پچاس

دو ہفتے کے بعد گیا پر حکام کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی عیسے تک باغیوں نے فتنہ و فساد کا سلسلہ جاری رکھا۔

سگولی ضلع چپارن میں سپاہیوں کے باغی ہونے پر مویتاری (رجپان) اور سارن کے انگریز حکام کو بھی دو ہفتے تک اپنے مقام سے ہٹ کر رہنا پڑا۔ ان علاقوں میں حکام کی غیبت میں مولوی محمد واجد منصف نے بڑے استقلال سے امن قائم رکھا۔

ضلع مظفر پور میں بھی رسالے کے کچھ سپاہی باغی ہو گئے۔ لیکن یہاں پہرے والوں نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور باغی سپاہ کی کچھ منہ آئی۔

ہزاری باغ رہنچی چائباہ وغیرہ متعدد مقاموں میں باغیوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا اور جنگلی کول بھی ان کے اثر سے جا بجا قتل و غارت میں مشغول تھے۔ لیکن حقیقتاً باغیوں میں سوائے شاہ آباد کے کسی جگہ کوئی تنظیم نہ تھی۔ اس لیے ان کو کام یابی نہ ہوئی۔ ان کی لوٹ مار کے سبب عوام کو بھی ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ بہر حال ایک سال کے اندر ہی انگریزوں نے غدر کے ہنگامے کی پورے طور پر روک تھام کر دی (صوبہ بہار کے غدر کے واقعات کی مزید تفصیل کے لیے ہر ضلع کا گزیٹر اور پٹنہ کمشنری کے متعلق مشرٹیلر کی کتاب سو سومہ "پٹنہ کرائس" اور ٹونٹی ایٹ ایرس ان انڈیا

PATNA CRISIS, AND, TWENTY EIGHT YEARS IN INDIA اور مالی صاحب کی تاریخ دیکھنی

لے گورنمنٹ نے ان کی خدمات کے صلے میں خاص پنشن بھی مقرر کی تھی جو ان کی زندگی تک جاری رہی۔

فوج جس میں چار سو سپاہ تھی، کنور سنگھ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ لیکن کنور سنگھ نے اس کو شکست فاش دی۔ اس وقت کنور سنگھ کی عمر تیس سال کے قریب تھی اور سابق معرکے میں شاید زخم بھی کھائے تھے۔ انگریزوں کو شکست دینے کے بعد کنور سنگھ نے انتقال کیا۔ اور باغیوں کے گروہ نے بابو امر سنگھ کو سردار بنا کر اپنی جمیعت کو ترقی دینی شروع کی۔ امر سنگھ کے علاقوں میں جنگل اس قدر تھا کہ انگریزوں کے تھینے کے مطابق تین لاکھ بیس ہزار میل دائرہ چھوہفتے کام کرنے پر اس کو کاٹ کر صاف کر سکتے تھے۔ ایک عرصے تک انگریز بابو امر سنگھ کے گروہ سے مقابلہ نہ کر سکے لیکن بالآخر بڑی زحمت کے بعد اولاً سراپڈور ڈلگارد اور بعد میں جنرل ڈگلز نے ان کو منتشر کیا۔ جب انگریزوں کی سات ہزار فوج نے سات متفرق مقاموں سے ان کو گھیرنا شروع کیا تو باغیوں کا گروہ کاٹور پہاڑیوں کی طرف بھاگ کر بالکل درہم برہم ہو گیا۔

مسٹر ٹیلر نے غدر کے آثار شروع ہوتے ہی ضلع کے انگریز حکام کو پٹنہ چلے آنے کی ہدایت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں صرف مظفر پور اور بارہ کے حکام نے سبقت کی اور گیا کے کلکٹر نے شہر سے چند میل جا کر پھر گیا کی طرف مراجعت کی۔ دانا پور کی باغی فوج کا گیا کی طرف اناٹا سن کر اس نے پھر یہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ اس کے روانہ ہوتے ہی خزانے کے پہرے والے نجیبوں نے باغی ہو کر آدمی چا دی اور جیل خانے کے قیدیوں کو رہا کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اس وقت بھاگل پور کے رسالے کے باغی سپاہی بھی گیا پہنچ کر ان باغیوں سے مل گئے تھے۔

آیا۔ اُمالی صاحب نے اپنی تاریخ (صفحہ ۴) میں لکھا ہے کہ اس کا پٹنہ آنا ایک غلطی کے سبب تھا۔ یعنی محرّر نے غلطی سے خط میں بجائے سامنے مقام کے جو پٹالہ کی ریاست میں ہے، پٹنہ لکھ دیا تھا۔ بہر کیف ایک مہینہ پٹنہ میں رہ کر پٹرمنڈی نے کپنی کے ہتھموں کو لکھ بھیجا کہ یہاں کاروبار کھولنے میں سخت زیر باری کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کپنی نے اس وقت کوئی انتظام نہیں کیا۔ لیکن جب بنگالے میں انگریزی تجارت قائم ہو گئی، تو ۱۶۵۷ء میں پٹنہ میں بھی تجارتی کوٹھی کھولی گئی۔ اس زمانے میں پٹنہ سے ہزاروں من شورہ باروت بنانے کے لیے ولایت جانے لگا اور اس کے علاوہ بھوٹیوں (یعنی بھوٹان کے رہنے والے جو موسم سرما کے اوائل میں یہاں آکر اپنے ملک کی چیزیں فروخت کرتے تھے) سے مشک کے نلے اور بعض جڑی بوٹیاں دوائیں بنانے کے لیے تجارتی طور پر خریدی جانے لگیں۔ اور افیون اور لاه کی تجارت سے بھی انگریزوں کو بڑا منافع ہونے لگا۔ ۱۶۶۳ء سے ۱۶۸۰ء تک جاب چارنک (JOB CHARNOK) (بانی شہر کلکتہ) پٹنہ کی کوٹھی کا منتظم تھا۔ انگریزوں کی شورے کی تجارت ایسی بڑھی چڑھی تھی کہ روزانہ سیکڑوں کشتیاں شورے سے لدی ہوئی گنگا میں نظر آتی تھیں۔ انگریزوں کے علاوہ اوریو روپین تو میں شل ڈچ وغیرہ بھی انگریزوں کے پہلے سے یہاں تجارت کرتی تھیں۔ محلہ تین گھاٹ سے پچھم ولندیز کا پٹنہ اور محلہ معروف گنج میں لپ دریا ڈینش کوٹھی کی جگہ جہاں اس کے بانی حارجن ہنڈرک برنیئر کی قبر بھی موجود ہے، انھی تاجروں کی یادگار ہے۔ ۱۶۶۳ء کے قریب نواب شایستہ خاں صوبے دار نے انگریزوں کو شورے کی تجارت کرنے سے روک دیا۔ اور مسٹر پیکاک منتظم کو بھی قید

(۳۲) صوبہ بہار میں ایسٹ انڈین ریلوے ۱۸۶۲ء

۱۸۵۳ء میں صرف ہوڑہ اسٹیشن سے ہوگلی تک بنگالے میں ریل جاری ہوئی تھی۔ غدر کے زمانے میں ضلع بردوان تک ریل جاری تھی لیکن راستہ بنانے اور لوہے کی پٹریاں بچھانے کا کام صوبہ بہار کی حدود تک پہنچ گیا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں صوبہ بہار ہو کر کلکتہ سے بنارس تک ریلوے جاری ہو گئی۔

باب ہستم

سلطنت برطانیہ کی براہ راست حکومت

(۱) انگریزی کمپنی کا انجام

۱۶۲۰ء میں پہلے پہل دو انگریز تاجروں کا پٹنہ آنا۔ مقرب خان صوبے دار کے زمانے کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے۔ ۱۶۳۲ء میں انگریزی کوٹھی مقام سورت کی جانب سے پڑ منڈی نامی انگریز آٹھ چھکڑوں پر پارے (سحاب) کے پیپے اور سیندور لاد کر تجارت کے لیے آگرے سے پٹنہ

ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۶۰۷ء میں ملکہ الزبتھ سے فرمان حاصل کر کے جاری ہوئی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد تجارتی کاروبار بند کر دیا گیا۔ اور کمپنی کے تمام مفتوحہ علاقے ملکہ وکٹوریہ کی مملکت میں شامل ہو کر براہ راست انگریزی سلطنت کے زیر فرمان ہو گئے۔ یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ وکٹوریہ کے مشہور اعلان کے بعد کمپنی کا دور دورہ ختم ہو کر ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس ملکہ کے زمانے سے انگریزی حکومت کو ترقی ہوتی رہی اور عام طور پر اسن قائم رہا۔

(۲) ۱۸۷۳-۷۴ء کا قحط

۱۸۷۳ء میں صوبہ بہار اور شمالی بنگالے کے بعض حصص میں قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔ گورنمنٹ نے اس دفعہ قحط کے دفعیہ کا پورا انتظام کیا۔ برہماتے چاول منگوا کر قحط زدوں کی امداد کی۔ بنگالہ چھوڑ کر صرف صوبہ بہار میں تین لاکھ چالیس ہزار ٹن چاول منگوا یا گیا۔ ایک ٹن ساڑھے ستائیس من کے برابر ہوتا ہے اور سات آٹھ مہینے تک حاجت مندوں کو مفت اور بعض صورتوں میں محض کم قیمت پر غلہ تقسیم کیا گیا۔ اس بندوبست میں گورنمنٹ نے کئی کروڑ روپے صرف کیے اور لاکھوں نفوس کو فلقے کی موت سے بچا لیا۔

کر لیا تھا۔ اور انگریز تاجروں کے اور مال تجارت پر ساڑھے تین فی صد کے حساب سے محصول لگا دیا۔ لیکن پھر کسی طرح تصفیہ ہو گیا۔ ۱۶۸۰ء میں شایستہ خاں دوبارہ صوبے دار ہو کر آیا تو انگریزوں سے جزیے کا مطالبہ کیا۔ اور ان کے انکار کرنے پر ان کے مال کی ضبطی اور اعمال کی مجبوسی کا حکم دیا۔ آخر انگریزوں نے بجائے نقد کے کچھ گھوڑے وغیرہ سامان دے کر تصفیہ کر لیا۔

۱۶۸۲ء میں شہزادہ عظیم الشان کی حکومت میں شاہی عاملوں نے کمپنی کے کارندوں کو بعض مطالبات نہ دینے کے سبب گرفتار کر کے چھو سات ہفتے تک مقید رکھا اور ان کا مال بھی قرق کر لیا۔ اس واقعے کے بعد ۱۶۸۲ء میں کمپنی نے پٹنہ سے اپنے کارپردازوں کو واپس بلا لینے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر تجارت کو جاری رکھا۔ ۱۶۸۳ء میں اورنگ زیب کے مرنے پر انگریزوں کو پھر نئے مطالبات جاری ہونے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لیے کمپنی نے کارپردازوں کو ہدایت کی کہ پٹنہ میں فی الفور جس قدر شورہ دستیاب ہو سکے لے کر چلے آؤ۔ مگر اس کے بعد تخت کی وراثت کا جھگڑا طر ہو جانے پر انگریزوں کو بھی اطمینان ہو گیا۔

۱۶۸۲ء میں پٹنہ میں فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت نواب سید حسین علی خاں نے نذرانے کی ایک فہرست تیار کی اور انگریزی کوٹھی سے بائیس ہزار روپیہ بادشاہ کے لیے وصول کیے۔ اور اس کے علاوہ ساڑھے چھ ہزار روپیہ خاص اپنے لیے بھی بطور نذر وصول کیے۔ ڈچ کمپنی کے منتظم ”وین ہورن“ نے نذرانہ دینے سے انکار کیا تو اس کا مال قرق کر لیا گیا۔ آخر دولاکھ روپیہ دے کر اس نے پیچھا چھڑایا۔

بہت مستغنیہ تھا۔ حکومت کی طرف سے قحط کے انسداد اور قحط زدوں کی امداد میں کوئی کمی نہ تھی۔

۱۵) ۱۹۰۰ء کا طاعون

۱۸۹۶ء میں بمبئی کی طرف طاعون کی وبا شروع ہوئی اور دو برس کے بعد یہی وبا بہار و بنگالے میں پھیل گئی۔ تانہنوں کی رو سے اول اول ایسی وبا گیارھویں صدی ہجری میں جہاں گیر بادشاہ کے عہد میں ملک دکن میں آئی تھی اور ۱۲۸۷ھ میں آگرہ میں بھی اس سے بہت موتیں ہوئیں۔ تنیک جہاں گیری اور منتخب اللباب رخانی خان امین و بالکی کیفیت یہ لکھی ہے کہ اول چوہے اپنے سوراخوں سے نکل کر مستانہ دار اُدھر اُدھر دوڑ کر دفعتاً مرجاتے تھے۔ اور انسانوں کا یہ حال ہوتا تھا کہ اول بغل یا چڈے یا گلے کے اوپر گٹھی نمودار ہوتی تھی اور اس کے ساتھ شدید تپ آجاتی تھی۔ بعض مریض اول ہی روز اور بعض دو ایک دن کے اندر مرجاتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں صوبہ بہار میں بھی طاعون کی بجنسہ یہی کیفیت تھی۔ اس صوبے میں یہ وبا کئی سال تک رہی اور تیس لاکھ نفوس ضائع ہوئے۔

۱۶) ۱۹۰۱ء کا سیلاب

مشہور ہے کہ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ علی حنین شاعر نے

(۳) پرنس آف ولز یعنی ولی عہد سلطنت برطانیہ

کی آمد ۱۸۷۶ء

۱۸۷۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کے بڑے صاحب زادے (جو بعد کو شہنشاہ اڈورڈ ہفتم کے لقب سے بادشاہ ہوئے) اپنی شہزادگی کے زمانے میں ہندستان کی سیرویاحت کو تشریف لائے۔ اس وقت پٹنہ کو بھی رونق بخشی۔ اس زمانے میں سر رچارڈ ٹمپل لفٹنٹ گورنر صوبہ بنگالہ و بہار اور سٹرٹکاف کمشنر اضلاع پٹنہ تھے۔ اس موقع پر حکام کی خوش نظمی اور رؤسائے شہر اور زمین دار اور عوام الناس کا خیر مقدم قابل دید تھا۔ اس تشریف آوری کی یادگار میں پٹنہ میں بہار اسکول آف انجینئرنگ قائم ہوا جو اس صوبے کی ایک بڑی تعلیم گاہ ہو۔ اور اب ترقی کر کے اسکول سے کالج بن گیا ہو۔

(۴) ۱۸۹۶-۹۷ء کا قحط

۱۸۹۶ء میں بارش کی قلت اور نیز خلاف موسم پانی برسنے سے قحط کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں اکثر اضلاع صوبہ بہار میں قحط کے آثار نمایاں ہو گئے۔ لیکن ریلوے کی موجودگی کے بسبب خاص ضلع پٹنہ میں غلے کی کمی محسوس نہ ہوئی۔ مگر نرخ کی گرانی کے بسبب غریبوں نے سخت مصیبت اٹھائی۔ خاص ضلع پٹنہ کا حال مظفر پور و درجھنگ وغیرہ کی بہ نسبت پھر بھی

اسٹیمر گنگا سے شہر کا نظارہ کیا۔ حقیقتاً گنگا سے شہر کا نظارہ نہایت دل کش ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کشتی سے اس خوش نما منظر کو نہیں دیکھا ہو وہ اس کے لطف سے نا بلد ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے مقام پوسا میں زراعتی تعلیم گاہ کی بنیاد قائم کی۔

(۸) نکل سلور کے نئے رسکے ۱۹۰۴ء تا ۱۹۲۰ء

۱۹۰۴ء میں حکومت نے اول اول نکل کی ایکٹی جاری کی۔ اس کے قبل تک چاندی کی وہائی اور تلے کے ٹبل پیسے (ٹکاہ) کے درمیان میں کوئی رسکہ کبھی جاری نہ ہوا تھا۔ نکل دھات رنگت میں چاندی اور رانگے سے مشابہ ہے۔

۱۹۰۸ء و ۱۹۱۹ء میں بجائے چاندی کی دوئیوں اور چوٹیوں کے نکل کی دوائیاں اور چوٹیاں جاری ہوئیں جو اکتی کی طرح اب تک جاری ہیں۔ ۱۹۱۹ء و ۱۹۲۰ء میں نکل کی اٹھتیاں بھی جاری ہوئیں لیکن یہ اٹھتیاں اب جاری نہیں۔ اور اتفاقاً کہیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ گورنمنٹ نے نکل کی دوائیاں جاری کرنے کے بعد چاندی کی چھوٹی دوائیاں جاری کرنا بھی بند کر دیا ہے۔

(صفحہ ۴۳۳ کا حاشیہ)

۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو لارڈ کرزن نے اوریل پبلک لائبریری کا ملاحظہ کیا۔ اس کے آٹھ برس پہلے ۲ اپریل ۱۸۹۵ء کو لارڈ رپن وائسرائے یہاں تشریف لائے تھے۔

برسات نے موسمِ عظیم آباد پٹنہ میں جلد اور گنگا کے چڑھاؤ کو دیکھ کر کہا کہ میں اس شہر میں نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ اگر سیلاب آئے تو کسی طرف مفر کی صورت نظر نہیں آتی اور اسی کے بعد گھبرا کر بنارس کی راہ لی۔ اگرچہ شہر والوں نے کبھی سیلاب سے بہت زیادہ نقصان نہیں اٹھایا لیکن اس ضلع میں واقعی اس قدر سیلاب آیا کیے ہیں کہ شیخ موصوف کا خوف کچھ بے جا نہ تھا۔

ستمبر ۱۹۰۱ء میں سون اور گنگاندی میں بہ یک وقت سیلاب آنے سے ضلع پٹنہ کے بعض حصے میں لوگ سخت مبتلائے آفت ہوئے۔ قصبہ منیر کے قریب اور دیکھا گھاٹ کے آس پاس تمام زمینیں تہ آب ہو گئیں۔ اور قصبہ باڑہ کے نواح میں بھی تمام عالم آب نظر آنے لگا۔ جن غریبوں کے مکان نشیب میں واقع تھے انھوں نے کئی دن تک تہلکہ میں بسر کی گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق دو سو ستاون بستیوں کو نقصان پہنچا اور تخمیناً ایک ہزار گھر بٹھ گئے۔ بڑی خیریت ہوئی کہ دو ہی دن میں سیلاب کم ہو گیا۔ لیکن اس مدت کے اندر بعض جانیں بھی تلف ہوئیں۔ اور جو لوگ گنگا کے دیاروں میں بسے ہوئے تھے ہانس اور تختوں کے سہارے بہتے ہوئے میوں میل کے فاصلے پر کسی طرح زندہ نکالے گئے۔

(۱) پٹنہ میں لارڈ ڈکرزن کی آمد ۱۹۰۳ء

۱۹۰۳ء میں لارڈ ڈکرزن وائسرائے و گورنر جنرل نے پٹنہ آکر بذریعہ
 حاشیہ ۱۳۴ پر

نے خود کشی کر لی۔ اور دوسرے مجرم کو جس کا نام خودی رام بوس تھا پھانسی دی گئی جس داروغہ نے عورتوں کے قاتل کو گرفتار کیا تھا اس کو بھی ایک ظالم نے اچانک کلکتہ میں سربراہ تیجہ سے ہلاک کر دیا۔

(۱۰) صوبہ بہار کا بنگالے سے جدا ہونا ۱۹۱۱ء

پلاسی کی جنگ کے بعد سے انگریزی حکومت میں ۱۹۱۱ء تک صوبہ بہار بنگالے کے شامل رہا۔ اگرچہ ابتدا میں کچھ مدت تک خاص صوبہ بہار کے لیے علیحدہ نائب ناظم بھی مقرر ہوئے جس کی کیفیت اپنی جگہ پر مذکور ہو چکی ہے۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو صوبے کی قسمت نے پٹا لیا۔ موجودہ حکمران شہنشاہ جارج پنجم نے دارالحکومت دہلی میں تاج پوشی کے موقع پر اعلان کیا کہ صوبہ بہار مع چھوٹا ناگ پور و اڑیسہ بنگالہ سے علیحدہ کر کے بجائے خود ایک صوبہ قرار دیا جائے گا۔ اسی حکم کے مطابق ۱۹۰۵ء کی تقسیم بنگالے کی کارروائی بھی مسترد و منسوخ قرار پائی۔ جدید صوبہ بہار و اڑیسہ کے لیے پٹنہ دارالحکومت مقرر ہوا۔ اور قدیم آبادی سے کئی کوس پچھم ہائی کورٹ، سکرٹریٹ گورنمنٹ ہاؤس اور سرکاری ملازموں کے رہنے کے مکانات کی بنیادیں قائم کی گئیں۔ انگریزی عہد میں لارڈ کلايو کے زمانے سے ۱۹۰۵ء تک جو انگریز فرماں روا ہوئے ان کی کیفیت اس جدول سے ظاہر ہوگی۔

۱۔ اس زمانے میں سر علی امام وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے اس لیے صوبے کی تقسیم میں انھوں نے بھی اپنے رسوخ سے کام لیا۔

(۹) مظفر پور میں بمب کا واقعہ ۱۹۰۸ء

۱۹۰۸ء میں دونوں جوان بنگالیوں نے مظفر پور میں ایک فٹن گاڑی پر اچانک بمب پھینکا۔ جس سے دو یورپین عورتیں (سنز کینڈی اور ان کی لڑکی) ہلاک ہو گئیں۔ بنگالیوں کا قصد ان عورتوں کے مارنے کا نہ تھا۔ انھوں نے کنگس فورڈ صاحب جج کو مارنے کے لیے یہ حرکت کی تھی لیکن وہ بچ گئے اور یہ دو عورتیں ہلاک ہو گئیں۔ انھوں نے اس کے قبل کنگس فورڈ صاحب کو ہلاک کرنے کے لیے یہ تہہ بیر بھی کی تھی کہ ایک کتاب میں بمب رکھ کر بذریعہ ڈاک اس کے پاس روانہ کیا۔ وہ بمب اس طرح کا تھا کہ کتاب کھولتے ہی پھٹ پڑے۔ حسن اتفاق سے صاحب موصوف نے پارسل لے کر اس کو بغیر کھولے رکھ دیا۔ اور اس عرصے میں خفیہ پولس کو اس پارسل کا حال معلوم ہو گیا۔ اور اس نے پارسل کو لے کر بمب کو ضائع کرایا۔ جج صاحب سے بنگالیوں کو بغض کا سبب یہ تھا کہ جب ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے زور زبردستی سے بنگلے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس بارے میں بنگالیوں کی نارضا مندی کی کچھ پروا نہ کی تو بنگالیوں نے شورش انگیز کارروائیاں شروع کیں۔ بعض نوجوانوں نے بمب اور ریولور (متینچہ) سے انگریز حکام کو ہلاک کرنے پر کمر باندھ دیا۔ کنگس فورڈ صاحب جج نے کلکتہ میں مجسٹریٹ رہ کر بعض اخبار والوں کو حکومت کی بُرائی شائع کرنے کے جرم میں سزا دے دی تھی۔ اس لیے ان بنگالیوں نے ان کو مارنے کا مصمم کردہ کر لیا۔

بہر کیف مظفر پور کے واقعے میں بمب پھینکنے والوں میں ایک شخص

جدول نمبر ۳

(۱۳) لفٹنٹ گورنر بنگالہ مع بہار ۱۸۵۲ء تا ۱۹۱۱ء

۱۔ سرفرڈک ہالڈے ۱۸۵۲ء	۱۰۔ سرجارلس الیٹ ۱۸۹۰ء
۲۔ سرجان پٹر گرانٹ ۱۸۵۹ء	۱۱۔ لارڈ میکڈائل ۱۸۹۳ء
۳۔ سر سیل بیڈن ۱۸۶۲ء	۱۲۔ سر الکزنڈر میکنزی ۱۸۹۵ء
۴۔ سر ولیم گرے ۱۸۶۶ء	۱۳۔ سرجارلس سیل سینٹونس ۱۸۹۷ء
۵۔ سرجارج کیمل ۱۸۷۱ء	۱۴۔ سرجان وڈبرن ۱۸۹۸ء
۶۔ سر چارلڈ ٹپیل ۱۸۷۲ء	۱۵۔ سر جیمس بورڈلن ۱۹۰۲ء
۷۔ سر ایڈی ایڈن ۱۸۷۷ء	۱۶۔ سر اینڈرو فریزر ۱۹۰۳ء
۸۔ سر ریورس طاسن ۱۸۸۲ء	۱۷۔ سر ایڈورڈ بیکر ۱۹۰۸ء
۹۔ سر سٹوارٹ ہیلی ۱۸۸۷ء	۱۸۔ سر ولیم ڈیوک ۱۹۱۱ء

(۱۴) شہنشاہ جارج پنجم کی آمد ۱۹۱۲ء

دربار دہلی کے اختتام پر بادشاہ نے نیپال کی سیر کا عزم کیا اور اٹھارے
راہ میں پٹنہ آکر گنگا سے پار ہوتے ہوئے شہر کے دلکش و پُر فضا منظر کی سیر
فرمائی۔ اس موقع پر عدالت گھاٹ میں اور اسی طرح گنگا کے پار ہزاروں
آدمی نہایت خلوصانہ عقیدت مندی سے بادشاہ کی زیارت کو جمع ہوئے تھے۔
بادشاہ نے پٹنہ میں اور نیٹیل پبلک لائبریری اکتب نما خانہ خراج بخش ناں
سی۔ آئی۔ اے کو بھی رونق بخشی۔ اور اس کتب خانہ میں دیوان حافظ

جدول نمبر ۱

(۱۱) گورنر بنگالہ ۱۶۵۸ء تا ۱۶۷۳ء

۱۔ لارڈ کلايو ۱۶۵۸ء	۵۔ لارڈ کلايو دوباره ۱۶۶۵ء
۲۔ جان زيفانيہ ہولول ۱۶۶۰ء	۶۔ ہنری ويريلٹ ۱۶۶۶ء
۳۔ ہنری وينسٹارٹ ۱۶۶۰ء	۷۔ جان کاریئر ۱۶۶۹ء
۴۔ جان سپز ۱۶۶۲ء	۸۔ ويرن ہٹنگس ۱۶۶۲ء

جدول نمبر ۲

(۱۲) ۱۶۷۳ء تا ۱۸۵۳ء بحیثیت گورنر و گورنر جنرل

۱۔ ويرن ہٹنگس ۱۶۷۳ء	۱۱۔ جان اڈم ۱۸۲۳ء
۲۔ سر جان میکفرسن ۱۶۸۵ء	۱۲۔ لارڈ امہرسٹ ۱۸۲۳ء
۳۔ لارڈ کارولس ۱۶۸۶ء	۱۳۔ ولیم ہرورثہ جلی ۱۸۲۸ء
۴۔ سر جان شور و عرفہ لارڈ ٹینووخ ۱۶۹۳ء	۱۴۔ لارڈ ولیم بنٹک ۱۸۲۸ء
۵۔ سر الفرڈ کلاؤک ۱۶۹۸ء	۱۵۔ لارڈ مکاف ۱۸۳۵ء
۶۔ مارکوس ویلزی ۱۶۹۸ء	۱۶۔ لارڈ اکلینڈ ۱۸۳۴ء
۷۔ لارڈ کارولس دوبارہ ۱۸۰۵ء	۱۷۔ لارڈ الیو ۱۸۳۲ء
۸۔ سر جارج بارلو ۱۸۰۵ء	۱۸۔ لارڈ ہارڈنج راول ۱۸۳۲ء
۹۔ لارڈ ٹینو (اول) ۱۸۰۷ء	۱۹۔ لارڈ ولیموزی ۱۸۴۸ء
۱۰۔ مارکوس آف ہٹنگس ۱۸۱۳ء	

کیا۔ ۱۹۱۶ء میں پٹنہ یونیورسٹی (دارالعلوم) بھی قائم ہوئی۔

۱۱۷) ضلع شاہ آباد کا بلوہ ۱۹۱۷ء

۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ضلع شاہ آباد میں ایک ایسا بلوہ ہوا جس کی مثال اس صوبے کی تاریخ میں کم تر ملے گی۔ ہندوؤں نے ایک زبردست خفیہ سازش کر کے اول موضع ابراہیم پور اور اس کے قریب دو مواعضات میں مسلمانوں پر اچانک حملے کیے۔ اور دفعتاً مسلمانوں کے سینکڑوں گھر ٹوٹ لیے۔ اور بعض مساجد کو بھی خراب کر ڈالا۔ ان کے اندر بلوائیوں کی جمعیت پچاس ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ اب انھوں نے موضع پیرو اور اس کے گرد و نواح میں بلوہ شروع کر دیا۔ اور چند دنوں کے اندر ایک سو انتیس بستیوں کو اس طرح تباہ کر ڈالا کہ کہیں ایک تنکا تک گھر میں نہ چھوڑا۔ اور قرآن اور ساجد کی توہین میں بھی کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ پندرہ سو مربع میل کے اندر صرف چودہ بستیاں ایسی تھیں جن کو مسلمانوں نے کسی طرح اپنی جانوں پر کھیل کر محفوظ رکھا۔ شاہ آباد سے بڑھ کر یہ بلوہ ضلع گیا کی حدود تک پھیل گیا تھا۔ اور بد معاشوں نے اپنی جمعیت کو قوی کرنے کے لیے تمام گرد و نواح میں اس سفمنوں کے پرچے تقسیم کیے کہ مسلمانوں کو ہر طرح مٹاؤ۔ اور اس میں بنگالیوں اور جرمنوں کی مدد پہنچے گی۔ بعض ہندو زمین دار کو بھی صوبے کی حکمرانی کے لیے ابھارا تھا۔ چوں کہ ۳۱ اگست ۱۹۱۷ء سے یورپ میں جنگ عظیم جاری تھی۔ اور ملک ہند میں فوج کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہو رہی تھی۔ اس لیے بلوائیوں نے

کے ایک قدیم نسخے پر اپنے دستخط بطور یادگار چھوڑے اس کتاب پر جہاں گیر بادشاہ سے اس وقت تک چار بادشاہوں کے دستخط قبل سے موجود تھے۔ یہ کتب خانہ دنیا میں قلمی کتابوں کا بہترین ذخیرہ ہے۔ اسی سال پٹنہ میں اول اول کانگریس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔

(۱۵) ۱۹۱۳ء کا سیلاب

۱۱ اگست سے ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء تک ضلع پٹنہ میں مسلسل بارش ہونے سے سخت سیلاب آیا۔ اسی اثناء میں اطراف گیا و ہزاری باغ میں بھی بارش ہوئی تھی جس سے تمام چھوٹی ندیوں میں اور نیز گنگا میں پانی بھر آیا۔ اس سیلاب سے قصبہ باڑہ کے اطراف میں چالیس آدمی اور تقریباً ساڑھے پانچ سو مویشی ہلاک ہو گئے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق تیس ہزار تین سو ساٹھ مکانوں کو کم و بیش نقصان پہنچا۔ اور چند جانیں بھی تلف ہوئیں۔ گورنمنٹ نے تیرہ ہزار روپیہ بطور امداد فی الفور تقسیم کیے۔ اور بعد کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ بطور تقاوی کاشت کاروں کو قرض دیے۔

(۱۶) عدالت عالیہ اور دارالعلوم کا افتتاح ۱۹۱۶ء تا

۱۹۱۷ء

فروری ۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنج وائسرائے و گورنر جنرل ہند نے پٹنہ آکر باقاعدہ ایک شان دار جلوس کے ساتھ پٹنہ ہائی کورٹ کا افتتاح

کے استقبال سے کنارہ کش رہنے کا بھی ایما تھا۔ اور جس شہر میں شہزادہ پہنچا تھا وہاں ہر تال مچائی جاتی تھی۔ اس لیے پٹنہ میں بھی لوگوں نے دبا کی شرکت سے احتراز کیا۔ اور صرف وہی لوگ حاضر ہوئے جو حکام سے وسیلہ رکھتے تھے۔ عام طور پر دکان داروں نے دکانیں بند رکھیں۔ گاڑی بانوں اور یکے والوں نے گاڑی اور یکے نہ چلائے۔ اور سڑکوں پر عجب ستالما اور اُداسی رہی۔

ترک موالات کی تحریک کے ساتھ نشہ خواروں کو نشے کی چیزیں ترک کرنے کی بھی تاکید تھی۔ اور اس سے گورنمنٹ کے محکمہ آب کاری کو نقصان پہنچانے کے ساتھ اخلاقی فوائد متصور تھے۔ اس لیے بالعموم لوگوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ دیہاتوں میں خصوصاً ترہت اور چمپارن کی طرف ترک موالات کی تحریک کا بہت زور رہا۔ دوسرے سال ۱۹۲۳ء میں شہر گیامیں کانگرس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔

(۱۹) ۱۹۲۳ء کا سیلاب

اگست ۱۹۲۳ء میں سون ندی میں یکایک سیلاب آیا۔ ۱۹ اگست کو سون کے پانی کی سطح مقام ڈہری میں ۹۰ ر ۳۳ فٹ تک پہنچ گئی۔ سابق زمانے میں بڑے بڑے سیلاب کے وقت بھی پانی کی سطح اس سیلاب سے ڈیڑھ فٹ پست رہی تھی۔ اتفاقاً اس سیلاب کے وقت گنگا میں پہلے سے سیلاب موجود تھا۔ اور اس کی سطح بھی سابق زمانے کے سیلاب سے ایک ہاتھ زیادہ بلند تھی۔ اس سیلاب سے منیر سے دانا پور تک تمام

یہ بھی افواہ اڑائی کہ انگریزوں کی فوج سب کی سب جنگ میں کھپ چکی ہو اور اب انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوا چاہتا ہو۔

بہر کیف جب حکام نے واقعی فوج منگوائی تو بلوایوں کو سوائے فرار کے کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن اس سترہ اٹھارہ دن کی مدت میں ہزاروں مسلمان بے خانقا ہو گئے اور ان کے ننگ و ناموس کو بے حد صدمہ پہنچا۔ اور بعض جانیں بھی ہلاک ہوئیں۔ بلوایوں کی مخالفت بہ ظاہر مسلمانوں سے تھی۔ اس لیے انھوں نے جا بجا ٹیلی گراف کے تار توڑنے کے سوا گورنمنٹ کی کسی بلک پر دست درازی نہ کی۔

اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس ضلع کے تمام ہندو بلوایوں میں شامل تھے۔ بلکہ یہ حرکت محض جاہل بد معاشوں کی تھی۔ اور بعض شریف نفس ہندوؤں نے خود اپنے گھروں میں مظلوم مسلمانوں کو پناہ دی افسوس ہے کہ اس بلوے کے حقیقی اسباب اور اس کے اصلی بانی مبنائی کے نام ظاہر نہ ہوئے یا شاید خود گورنمنٹ کو بھی تحقیق نہ ہوئی۔

(۱۸) پرنس آف ویلز شہزادہ ولی عہد کی آمد ۱۹۲۱ء

۱۹۲۱ء میں شہزادہ ولی عہد سلطنت برطانیہ نے پٹنہ تشریف لا کر دو دن یہاں قیام فرمایا۔ باقی پور کا وسیع میدان خوش نما خیوں اور شامیانوں سے آراستہ کیا گیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے دربار منعقد ہوا۔ صوبے کے زمین داروں اور رؤسائے شرف ملازمت حاصل کیا لیکن اس زمانے میں گاندھی جی کی تحریک ترک موالات کے سلسلے میں شہزادہ

صوبہ بجائے لفٹنٹ گورنر کے گورنر لقب سے مخاطب ہونے لگے۔
ہندوستانیوں میں لارڈ سنہا کے سوا اب تک کسی کو لارڈ کا خطاب
حاصل نہیں ہوا۔ اور گورنری کا عہدہ بھی اول اول انھی کو ملا۔ لارڈ
سنہا نے صحت کی خرابی کے سبب یا کسی اور مصلحت سے قبل از وقت
استعفا دے دیا۔ کچھ مدت تک سرلی میسنر نے قائم مقامی کی ان کو
باقی میں پٹنہ کے کلکٹر رہنے کے سبب یہاں کی پوری واقفیت حاصل
تھی۔

۱۹۲۲ء میں سر میز ویلر اور ان کے بعد ۱۹۲۴ء سے
سر ہوا سیٹیفینس گورنر ہوئے۔ جو اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم
ہیں۔

(۲۱) بعض حادثوں کا ذکر ۱۹۳۲-۳ء

۳۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سر علی امام (بیرسٹر) نے جو صوبہ بہار کے نہایت
معزز لیڈر اور مشاہیر ہند سے تھے اور داسرائے کی کونسل کے ممبر اور حیدر آباد
دکن میں صدر اعظم رہ چکے تھے۔ رانچی میں انتقال کیا اور ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء
کو ان کے چھوٹے بھائی حسن امام (بیرسٹر) جو ہند کے بہترین قانون دانوں
میں تھے اور کلکتہ ہائی کورٹ کے جج بھی رہ چکے تھے۔ اور ۱۹۲۱ء میں لندن
میں ہند کے مسلمانوں کے نمائندے ہو کر ترکی کی صلح کی کانفرنس میں شریک
ہوئے تھے انتقال کیا۔ حسن امام صاحب ۱۹۱۸ء میں کانگریس کے
صدر بھی منتخب ہوئے تھے۔

دیاروں اور نشیب زمینوں میں عالم آب نظر آنے لگا۔ جس سے دس ہزار مکانون کو نقصان پہنچا۔ دانا پور اور گیا کے درمیان نہر کا پانی کناروں کو کھنگالتا ہوا چاروں طرف پھیل گیا۔ دانا پور اور دیگھل کے درمیان پانی گنگا کے کنارے سے سڑک پر چڑھ آیا۔ اور صوبے کا نو آباد دار الحکومت بھی سیلاب کے اثر سے محفوظ نہ رہا۔ دانا پور میں حکام نے بروقت جہاز اور کشتیوں کا بندوبست کر کے بہت لوگوں کو دیاروں سے خشکی پر پہنچوایا۔ اس دفعہ صرف چار آدمی اور سو ڈیڑھ سو مویشی تلف ہوئے۔ سون کے کناروں پر بستیوں میں پانی اندر گھس آیا۔ اور آ رہ میں بھی بعض محلوں میں گھروں کے اندر کئی فٹ بلند پانی جمع ہو گیا۔ جس سے مکانون کو سخت نقصان پہنچا۔ گورنمنٹ اور پبلک نے حتی المقدور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا۔

(۲۰) ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۰ء تک گورنروں کا ذکر

۱۹۱۲ء میں صوبہ بہار وارڈیسہ بنگالے سے علیحدہ ہو کر بجائے خود ایک صوبہ قرار پانے پر سر چارلس بیلی نے لفٹنٹ گورنر مقرر ہو کر ۱۹۱۵ء تک حکومت کی۔ سر چارلس بیلی کے بعد سر ڈورڈ گیٹ اور پھر ۱۹۱۸ء میں سر ڈورڈ لیونج (بحیثیت قائم مقام) لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں بنگالے کے مشہور و معروف بیرسٹر لارڈ سنہا آف رائے پور کو صوبہ بہار وارڈیسہ کی گورنری عنایت ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں مسٹر ننگو وزیر ہند اور لارڈ چس فورڈ وائسرائے ہند کی سیاسی اصلاحات جاری ہونے پر حاکم

جو عرصہ دراز سے کونسل کے ممبر اور مسلمانوں کے لیڈر بھی تھے وزیر تعلیمات ہوئے۔ جدید اصلاحات کے نفاذ تک عزیز صاحب کی وزارت قائم رہی اور اس مدت میں تعلیم کے علاوہ صنعت و حرفت میں نمایاں ترقی ہوتی رہی۔ ان کے ہر دل عزیز ہونے کا ہٹا سبب یہ بھی ہو کہ ان کی ذاتی فیاضی سے ہر سال جاڑوں کے موسم میں موتیا بند کے سینکڑوں مریض پنجاب کے مشہور ٹھاکر سے آنکھیں بنوا کر بصارت حاصل کرتے ہیں۔ اس زمانے میں عزیز صاحب کے مکانات خاصے ہسپتال بن جاتے ہیں۔

۱۲۴۱ جدید اصلاحی قانون کا نفاذ اور کانگریسی حکومت کا آغاز ۱۹۳۴-۱۹۳۹ء

سائمن کمیشن کی تجاویز اور گول میز کانفرنس کے مشوروں پر غور کرنے کے بعد انگریزی پارلیمنٹ نے ہند کی حکومت کے لیے جدید اصلاحی قانون منھبط کیے جو ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کہا جاتا ہے۔ اس کی رو سے صوبے کی مجلس کو قانون سازی اور حکومت میں ایک حد تک آزادی حاصل ہو گئی۔ انگریزی پارلیمنٹ کے اصول پر صوبے میں دارالعلوم اور دارالامرا کی جگہ لیجنس لیٹو اسمبلی اور لیجنس لیٹو کونسل مقرر ہوئی۔ بہار اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ۱۵۲ اور کونسل کے ممبروں کی تعداد ۲۹ ہے۔ ان جدید اصلاحات کے سلسلے میں اڑیسہ جو ۱۹۱۲ء سے صوبہ بہار کے شامل تھا۔ علیحدہ ہو کر جداگانہ صوبہ قرار پایا، صوبہ بہار کے ساتھ چھوٹا ناگ پور بدستور ضم رہ گیا۔

(۲۲) شدید زلزلہ ۱۹۳۳ء

۵ جنوری ۱۹۳۳ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۵۲ھ دن کے دو بجے ایک خوف ناک زلزلہ آیا۔ جس نے شہر مونگیر کو بالکل تباہ کر دیا اور دھنگ سیٹا مڑھی اور ملحقہ علاقوں میں صد ہا مکانات منہدم ہو گئے۔ جگہ جگہ زمین شق ہو گئی اور پانی کے ساتھ ریت مٹی فوارے کی طرح زمین سے نکلی اور سطح پر پھیل گئی جس سے بعض مواقع میں زراعتی زمین ریگستان نظر آنے لگی اور کھیتوں کی شناخت باقی نہ رہی۔ عظیم آباد پٹنہ، شاہ آباد میں بھی بہت سے مکانات گرے اور جان و مال کا سخت نقصان ہوا۔ زلزلے کا اثر ملک بہار کے باہر بھی دُور دُور تک محسوس ہوا لیکن بہار میں تخمیناً دس بارہ ہزار اشخاص ہلاک ہوئے اور تمام صوبے میں عام تاریاجی پھیل گئی۔ یہ اسی قسم کی سماوی آفت تھی جیسی ۱۸۳۳ء میں تنویرس پہلے بہار پر نازل ہوئی تھی اور جس کا حال اپنے مقام پر تحریر کر دیا گیا ہے۔

(۲۳) تبدیل وزارت ۱۹۳۳-۳۴ء

۱۹ جون ۱۹۳۳ء کو سر محمد فخر الدین نے انتقال کیا۔ یہ ۱۹۳۱ء سے علی التواتر وزیر تعلیمات مقرر ہوئے آئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد خان بہادر سید محمد حسین جو صوبے کی کونسل کے نہایت تجربے کار ممبر تھے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے لیکن خان بہادر نے چند ماہ کے اندر ہی انتقال کیا اور ان کی جگہ پر ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو سید عبدالعزیز صاحب بیرسٹر

کو تفویض کر دے گی، اب وزارت ہاتھ آتے ہی ایک طرف بڑے بڑے ہندو زمین دار اور دوسری جانب سے کاشت کار دباؤ ڈالنے لگے۔ کانگریس والے حقیقتاً دونوں فریقوں کے زیر اثر تھے۔ اس کش مکش میں انھوں نے چند قوانین جاری کیے جن کی رُو سے مال گزاری (لگان) میں تخفیف ہو گئی اور زمین داریاں بھی قائم رہیں۔ مال گزاری کی تخفیف کے علاوہ انھوں نے زمین داروں پر ٹیکس بھی لگا دیے۔ حقیقتاً ان کی یہ کاروائیاں نا تجربے کاری اور گھبراہٹ کا نتیجہ تھیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ زمین دار اور رعیت کے حقوق کی پوری چھان بین کی جاتی اور ہر ایک کے حقوق منفع طور پر جتا دیے جاتے۔ لیکن کانگریس والوں سے ایسا اہم کام کرنے کی صلاحیت اور جرأت ظاہر نہ ہوئی۔

کانگریس والوں نے اپنے اصول پر تعلیم جاری کرنے کے لیے ودیا مندر کھولنے کا قصد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اُردو زبان سے فارسی اور عربی الاصل الفاظ کو نکال کر ان کی جگہ پر ہندی الاصل الفاظ رکھ کر ہندوستانی زبان رائج کرنے کا ارادہ کیا لیکن مسلمانوں کی مخالفت کے سبب اس میں کام یابی نہ ہوئی تاہم اس زمانے میں اسکولوں کے نصاب کی جو کتابیں اُردو میں شائع ہوئیں ان میں بہتیرے ہندی الاصل الفاظ داخل کر دیے گئے جو مسلمانوں کے محاوروں اور روزمرہ میں مستعمل نہیں۔ مسلمانوں نے لگایا کہ جس طرح بعض قوموں نے دوسری قوموں کی تہذیب و تمدن کو مٹانے کے لیے اول زبان ہی پر ستم توڑا ہے۔ اسی طرح کانگریس والے اُردو کو بدل کر خالص ہندوؤں کی زبان رائج کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں کیوں کہ زبان تو مختلف انسانوں کے میل جول سے خود بن جاتی ہے۔ کوئی زبان کسی خاص

ممبروں کے انتخاب کے وقت صوبے کے ہر ایک فرقے نے حصہ لیا۔ اور منتخب شدہ اشخاص میں کانگریس والوں کی تعداد کثیر تھی۔ اس لیے گورنر نے اولاً انھیں کو حکومت کا انتظام جاری کرنے کو کہا، لیکن انھوں نے وزارت قبول کرنے سے پہلے گورنر سے اس بات کی طمانیت چاہی کہ وہ اپنے ذاتی اختیارات سے کام نہ لے گا۔ کچھ عرصے تک گفت و شنید ہوتی رہی اور اس اثنا میں مہدیونس صاحب بیرسٹر پٹنہ نے مختلف فرقوں کے ذی لیاقت اشخاص کو ساتھ لے کر کافی جمعیت فراہم کر کے وزارت قائم کر لی۔ چند ماہ تک یہ وزارت سرگرمی سے کام کرتی رہی۔ بعد کو گورنر نے اپنے ذاتی اختیارات کو عمل میں نہ لانے کا وعدہ کر لیا اور صوبہ بہار میں کانگریسی وزارت قائم ہو گئی اور بابو سری کرشن سنہا وزیر اعظم ہوئے۔

گورنر کے ذاتی اختیارات میں کم تعداد والے فرقوں کے حقوق کی نگرانی و حفاظت ایک اہم اور ضروری بات تھی۔ اختیارات کو عمل میں نہ لانے کا وعدہ کرنے سے غیر کانگریسی گروہوں، بالخصوص مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ انگریزی حکومت کانگریسی گروہ کی اکثریت سے اس قدر مرعوب ہو رہی ہے کہ ان کے مقابلے میں دوسروں کے حقوق کی ذمہ داری سے جی چراتی ہے۔ گورنر کی اس حرکت سے انگریزی حکومت کا اعتماد کم ہو گیا اور اسی وقت سے مسلم لیگ نے اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔

کانگریس والوں نے انتخاب کے وقت ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے کاشت کاروں سے بڑے بڑے وعدے کیے تھے جن سے ان کو توقع تھی کہ کانگریسی حکومت زمین داریوں کو مٹا کر تمام حقوق کاشت کاروں

سے آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ منعقد ہوا جس میں ہند کے ہر ایک صوبے کے مسلمانوں نے شرکت کی۔ محمد علی جناح، سرسکتہ، ر حیات، سواراوانگ، خاں اور فضل الحق کو دیکھنے کے لیے خلقت کا وہ ہجوم تھا کہ دو قدم راستہ چلنا دشوار تھا۔ اس موقع پر نمائش گاہ بھی تیار کی گئی تھی جس میں صوبہ بہار کے علاوہ دوسرے صوبوں سے بہتری اشیاء نمائش کے لیے آئی تھیں۔ پٹنہ میں مسلمانوں کا ایسا مجمع کم تر دیکھنے میں آیا ہو۔

۱۲۶) رام گڑھ میں آل انڈیا کانگریس کا جلسہ ۱۹۳۷ء

وزارت سے مستعفی ہونے پر صوبہ بہار کے کانگریسی لیڈروں نے چھوٹا ناگ پور کے علاقے میں کانگریس کا جلسہ کرنے کی تحریک کی۔ چھوٹا ناگ پور کے علاقوں میں زیادہ تر جنگلی قومیں مثل کول، سنتال، کھڑیا، اراؤں اور بھوئیاں وغیرہ آباد ہیں جو ہند کے قدیم باشندوں کی یادگار سمجھی جاتی ہیں۔ کانگریس والوں نے ان میں کانگریسی خیالات پیدا کرنے کی غرض سے یا شاید اس سبب سے کہ رام گڑھ کے راجائے کانگریس کی خرگاہ تیار کرنے کے لیے زمین اور کئی لاکھ بانس اور لکڑیاں بلا معاوضہ پیش کی تھیں۔ رام گڑھ کو اس جلسے کے لیے پتہ کیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء جلسے کا دن قرار پایا اور اس روز گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور ابوالکلام آزاد صدر جلسہ اور مختلف صوبوں کے کانگریسی لیڈر اس مقام پر جمع ہو گئے۔ کانگریس والوں نے نا تجربے کاری سے اس جلسے کے لیے ایسی جگہ منتخب کی تھی جو نشیب میں واقع تھی۔ اتفاق سے عین جلسے کے

گروہ کی خواہش سے مروج نہیں ہوئی -

مسلم لیگ نے کانگریسی حکومت پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ اس نے صوبہ بہار میں متعدد موقعوں پر مسلمانوں کے ذاتی و تمدنی و مذہبی حقوق کو پامال کرایا۔ اس بارے میں مسلم لیگ نے الزامات کی کیفیت شائع کی اور بنگالے کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق صاحب نے ۱۹۳۹ء کے آخر میں فرد الزامات شائع کی جس میں ہر ایک الزامی واقعہ کی روئےداد درج کر کے کانگریس والوں سے جواب طلب کیا اور گورنمنٹ سے ان کی تحقیقات کے لیے شاہی کمیشن مقرر کرنے کی استدعا کی گئی۔ بات کچھ اور بڑھنے والی نظر آتی تھی لیکن یہیں تک ہو کر ختم ہو گئی -

۳۱ ستمبر ۱۹۳۹ء کو یورپ میں جنگ شروع ہوئی اور انگریزی حکومت نے اہل ہند کے لیے بغیر اس جنگ میں ملک ہند کی شرکت کا اعلان کیا۔ کانگریس نے اسے اولاً انگریزوں سے اس جنگ کے مقاصد پوچھے پھر ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو تمام وزارتوں کو مستعفی ہونے کی ہدایت کی وزارت کے مستعفی ہونے پر گورنر نے حکومت اپنے ذمے لے لی اور تادم تحریر یہی صورت قائم ہو (۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء)

کانگریسی وزارت کے مستعفی ہونے پر مسلم لیگ کے زیر اثر ہر ایک صوبے میں مسلمانوں نے 'یوم نجات' کی خوشیاں منائیں -

(۲۵) صوبہ بہار میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ۱۹۳۸ء

دسمبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں سید عبدالعزیز صاحب پیر سڑکی سہی

(۲۹) در بھنگہ میں زنا ربندی کی تقریب ۱۹۳۱ء

۶ فروری ۱۹۳۱ء کو صوبہ بہار کے سب سے زیادہ دولت مند اور ہند کے سب سے بڑے زمین دار مہاراجا در بھنگہ نے اپنے بھتیجے (راجیہ) کی زنا ربندی کی۔ اس تقریب میں صوبے کے گورنر سر تھامس اسٹوارٹ اور چیف جسٹس پٹنہ ہائی کورٹ اور اکثر حکام اعلیٰ و رؤسا و مشاہیر مدعو تھے۔ ہند کے والیان ملک میں مہاراجا جی پور، مہاراجا دھول پور، مہاراجا کوچ بہار، مہاراجا تری پورہ اور مہاراجا مور بھنج بھی شریک تھے اور ان میں اکثر ہوائی جہاز کے ذریعے آئے تھے۔ مہانوں کی تواضع میں لاکھوں روپے صرف کیے گئے اور کئی دن تک جشن ہوتا رہا۔ طرح طرح کے کھیل تماشے اور سینما دکھائے گئے۔ خلعت کا وہ ہجوم تھا کہ ریلوے کمپنی کو روزانہ متعدد گاڑیاں چلانی پڑیں۔ اس موقع پر متوفی مہارانی کی یادگار میں اہل در بھنگہ نے غریبوں کی بود و باش کے لیے جو گھر بنانے کی تجویز کی تھی اس کا بنیادی پتھر گورنر بہار نے رکھا۔

(۳۰) قصبہ بہار شریف اور اطراف میں شدید فساد

۱۹۳۱ء

۲۷ اپریل ۱۹۳۱ء کو قصبہ بہار اور گرد و اطراف کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے کیے۔ اس فساد میں بے قصور مسلمان ہلاک ہوئے اور ان کے گھر لٹ گئے۔ تمام واقعات کی تفصیل طوالت سے خالی نہ ہوگی۔ مختصر یہ ہے

وقت سخت بارش ہوئی۔ چند منٹ میں حاضرین جلسہ ٹخنوں تک ٹانی میں تتر بتر ہونے لگے۔ خطبہ صدارت بھی پڑھنے کی نوبت نہ آئی اور محض رسمی طور پر جلسے کی کاروائیوں کی منظوری کا اعلان کر کے جلسہ برخاست ہوا۔

(۲۷) کانگریسی گروہ کا علی الرغم دوسرا جلسہ

کانگریس والوں نے بعض سابق کاروائیوں کے سبب کانگریس والوں کا ایک گروہ گاندھی جی اور ان کے پیروں سے ناراض ہو گیا تھا۔ اس گروہ کے لیڈر بابو بھاس چندر بوس نے اسی روز رام گڑھ میں دوسرے مقام پر علیحدہ جلسہ کیا۔ یہ جلسہ بارش شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے اس میں وہ بھگدر اور بے لطفی نہ ہوئی۔ بہر کیف یہ پہلا اتفاق تھا کہ کانگریس میں پھوٹ پڑنے کے سبب علی الرغم دوسرا جلسہ منعقد ہوا۔

(۲۸) مردم شماری ۱۹۳۱ء

اس سال مردم شماری کی رپورٹ سے ظاہر ہوا کہ صوبہ بہار میں مسلمانوں کی تعداد اکتالیس لاکھ چالیس ہزار تین سو ستائیس (۴۱۴۳۲۶) اور ہندوؤں کی تعداد دو کروڑ اسی لاکھ پندرہ ہزار تینتالیس ہے۔

لیے گورنمنٹ ہی کی جانب سے تحریک ہونی چاہیے۔ ان حالات کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے اپریل ۱۹۴۲ء میں سر اسٹافورڈ کریپس کو جروس میں برٹش سفارت کے کام نہایت لیاقت اور کامیابی کے ساتھ انجام دے چکے تھے۔ جدید تحریکات پیش کرنے کی غرض سے دہلی روانہ کیا۔ ان جدید تحریکات کی رؤ سے صوبوں کو پوری آزادی حاصل ہوتی تھی، اور ہند کی مرکزی حکومت کو بھی اختیار حاصل ہوتا تھا کہ برٹش حکومت کی متابعت سے علیحدہ ہو سکے لیکن موجودہ جنگ کے ختم ہونے تک داسرائے کی کونسل کو داسرائے کی متابعت لازمی تھی۔ کچھ عرصے تک گفتگو اور نامہ و پیام ہونے پر کانگریس نے اس طرز حکومت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور سلم لیگ نے بھی اس بنا پر منظور نہ کیا کہ گورنمنٹ نے پاکستان سے اعمول کو صریحاً قبول نہ کیا تھا۔ بعض کانگریسی لیڈران تحریکات سے کوئی اختلاف نہ رکھتے تھے لیکن گاندھی جی نے ان کا خیال بدل دیا۔ کانگریس نے حال اور مستقبل کے فرق کو مٹا دینے پر اصرار کیا اور تمام اختیارات کا فوری مطالبہ پیش کیا۔ سر اسٹافورڈ کریپس نے نیل مرام واپس گئے، اور کانگریس والے حکومت کو معطل بنا دینے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

(۳۲) کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری پر باغیانہ فسادات

۱۹۴۲ء

۸ اگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے یہ اعلان کیا کہ انگریزوں کو حکومت سے دست بردار ہو کر اس ملک سے نکل جانا چاہیے

کہ فساد کسی خاص محلے تک محدود نہ تھا بلکہ دیہاتوں میں بھی لوٹ مار کے لیے خفیہ ساز باز کا پتہ ملتا ہے۔ وحیانہ حرکتوں کی شدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ظالم نے ایک مسلمان بچی کو جس کی عمر چار سال کے قریب ہوگی ظالمانہ طور پر مار ڈالا۔ راقم کو معتبر لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ بعض غویب اور کس پیرس اشخاص مجبوریوں سے اپنی مظلومیت کی فریاد بھی حکام تک نہ پہنچا سکے۔ حکام ضلع کی کاروائی کا دار و مدار اکثر ماتحتوں کی رپورٹ پر ہوتا ہے۔ وہ خود ذاتی طور پر لوگوں کے صحیح حالات و جذبات سے واقفیت رکھنے کے ذرائع نہیں رکھتے اور پیش بینی و پیش قدمی سے عاجز رہتے ہیں، لہذا فساد کا قبل از وقوع انسداد نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۱۷ء میں ضلع آ رہ کے فساد کے بعد سے اس وقت تک ایسے کئی ہنگامے ہو چکے ہیں۔ اس سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہندو مسلم اتحاد کی امیدیں خواب پریشان ہو گئیں۔ اس سال ہندو مہاسبھانے جلسے کے لیے شہر بھاگل پور کو منتخب کیا تھا لیکن وہاں بھی ہندو مسلم فساد رونما تھا۔ اس لیے گورنمنٹ نے اتنا عامی احکام جاری کیے تھے۔

(۳۱) جدید تحریکات ۱۹۲۲ء

جنگ کے معاملے میں کانگریس نے گورنمنٹ کی کوئی حمایت نہیں کی تھی اور مسلم لیگ نے مسلمانوں کو جنگ میں مدد دینے سے تو نہیں روکا لیکن لیگ والوں کو داسرائے کی کونسل میں شریک ہونے سے باز رکھا تھا جس سے گورنمنٹ کسی قدر حیرت میں پڑ گئی تھی اور بعض غیر کانگریسی لیڈر برٹش گورنمنٹ کو توجہ دلا رہے تھے کہ موجودہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے

اشنا میں پولس افسر اور سپاہیوں کو پتھر اور ڈھیلوں سے مضروب کیا۔ حکام نے پھر اس گردہ کو ہٹنے کی تاکید کی اور متواتر سمجھایا کہ نہ ہٹنے کی صورت میں گولیاں چلائے گا حکم دیا جائے گا مگر کانگریس والوں نے ایک نہ مانی اور آگے بڑھنے کا قصد ظاہر کیا۔ اب سپاہیوں نے حکم پاتے ہی گولیاں چلائیں۔ راقم کو معتبر اشخاص سے معلوم ہوا کہ سات اشخاص بندوق کی گولیوں سے ہلاک ہوئے اور پچیس زخمی ہوئے۔ باقی گردہ نے منتشر ہو کر فی الفور فرار کیا۔

چند منٹ کے اندر اس واقعہ کی خبر شہر میں پہنچ گئی۔ جن لوگوں نے اب تک کاروبار جاری رکھا تھا دروازے بند کر کے گھروں میں گھس گئے اور تمام بازاروں میں شہر خموشاں کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔

۱۲ اگست کو محلہ قدم لنگھواں میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں انگریزی حکومت کے خلاف تقریریں کی گئیں۔ اس موقع پر کئی ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اور خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ راستے میں آمد و رفت دشوار تھی۔ مقرروں کی پرجوش تقریروں سے متاثر ہو کر بعض اشخاص نے نازیبا حرکتیں شروع کر دیں۔ اور ہندوستانیوں کے سر سے انگریزی ٹوپی اور گلے سے نمکٹائی (رابطہ) چھین کر پھینک دی۔ بعض مسلمانوں نے سلم لیگ والوں کو بھی کانگریس کا شریک حال ہو جانے کا مشورہ دینا چاہا لیکن پھر کچھ سوچ کر سکوت اختیار کیا۔

اب ہندوؤں نے ہر ایک جگہ آمد و رفت اور خبر رسانی کے راستے اور ذرائع سد و نہدم کرنے کے لیے تمام صوبے میں جا بجا ریل کی پٹریاں اکھاڑ دیں۔ ریل کے ڈبے توڑ ڈالے۔ انجنوں کو بزدور کر دیا۔ سڑکوں پر درختوں

اس کے بعد ہی وائسرائے کی کونسل کے فیصلے کے مطابق گاندھی جی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ ۹ اگست کو ان گرفتاریوں کی خبریں ریڈیو کے ذریعے سے پٹنہ میں وصول ہوئیں۔ کانگریسی اخباروں نے معاً خبر کے پرچے شائع کیے اور مقامی کانگریس والوں نے ہڑتال چلانے کی تدبیریں شروع کیں اور بہار نیشنل کالج کے طلباء نے انگریزی حکومت کے رویے پر اظہارِ نفرت کرتے ہوئے جلوس نکالا۔

۱۰ اگست کو پھر کانگریس والوں اور کالج کے طلباء نے زیادہ شدت کے ساتھ مظاہرے جاری رکھے اور عوام الناس کو ہڑتال چلانے پر ابھارا۔ ہندوؤں نے اپنی اپنی دکان بند کر دی اور بعض مسلمانوں نے نقص امن اور لوٹ مار کے اندیشوں سے دکانیں بند کر دیں۔ طلباء اور کانگریسی گروہ انقلاب زندہ باد، 'ہندو مسلم ایک ہوں'، 'کر ویا مرو'، انگریز نکل جاؤ ہمارا دیس ہمارا گھر ہم کو دو' اور ازیں بقیل صدائیں بلند کرتے ہوئے گشت لگاتے رہے اور کچھڑوں، دستروں اور اسکولوں کی حاضری سے منع کرتے رہے۔

۱۱ اگست کو کانگریس والے اور کالج کے طلباء تحیناً پانچ ہزار شاخوں کے گروہ کو ساتھ لے کر گورنمنٹ سکریٹریٹ (دیوان خانہ) پر قبضہ کر لیا کانگریسی جھنڈا نصب کرنے کی غرض سے مشرقی دروازے پر پہنچ گئے۔ حکام اعلیٰ پولیس افسر نے ان کو سمجھا بھگا کر اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش بلین کی تحیناً ڈھائی تین گھنٹے تک گفت و شنید ہوتی رہی۔ آخر پانچ بجے شام کے قریب اس گروہ کو منتشر کرنے کے لیے سواروں کو دھوا دھوا کر مارا گیا۔ سواروں نے گروہ کو منتشر اور پس پا کر دیا لیکن کچھ دُور ہٹ کر اس گروہ نے جمعیت فراہم کر لی اور سکریٹریٹ کی طرف قدم بڑھائے۔ اور اس

نیک نفس انسان کا دل ہل جاتا ہے۔ انھوں نے ستیا مٹھی ر ضلع مظفر پور کے سب ڈویژنل انسپکٹر پولیس انسپکٹر کو مع دو چپراسیوں کے سربراہ گھیر کر محض اس جرم پر مار ڈالا کہ انھوں نے کانگریسی بننے سے انکار کیا تھا۔ صرف موٹر ڈرائیور جس کو انھوں نے اپنی دانست میں مار کرنا۔ نے میں چھوڑ دیا تھا کسی طرح زندہ بچ گیا۔ اسی ضلع میں ان شریروں نے بینا پور کے تھانے دار کو پکڑ کر اس پر کر اس تیل ڈال کر زندہ جلا دیا۔ اور ضلع پور تیرہ میں روپولی کے تھانے دار اور دو کانٹبلوں کو بھی جلا دیا اور پٹنہ کے قریب ہی ریل کے مسافروں میں ہوائی جہاز کے دو مسافروں کو جو ملک کینڈا (امریکہ) کے رہنے والے تھے دھیانہ طور پر مار ڈالا۔

ریلوے پر باغیوں نے جو حملے کیے ان کی مدافعت کے سلسلے میں گورنمنٹ نے ہوائی جہازوں سے بھی مشین گن چلوائی۔ ضلع پٹنہ میں گرہیک کے قریب (بہار شریف سے بارہ میل دھن) اور ضلع مونگیر میں پر سراج اور ہمیش کھونٹ اسٹیشنوں کے درمیان اور ضلع بھاگل پور میں بھاگل پور اور صاحب گنج کے درمیان باغیوں کے گروہ پر ہوائی جہازوں سے مشین گنیں چلائی گئیں۔

بہر کیف یہ فساد کوئی معمولی فساد نہ تھا۔ باغیوں کو غالباً خفیہ طریقے پر یہ معلوم تھا کہ ان کو کیا کرنا ہے کیوں کہ ہر ایک صوبے میں اور ہر ایک مقام پر ایک ہی قسم کی حرکتیں عمل میں آئیں۔ گورنمنٹ گاندھی جی اور کانگریسی لیڈروں کو ان فسادات کا بانی مہمانی ٹھہراتی ہے۔ کانگریسی لیڈر اس وقت قید میں ہیں اس لیے ان کا بیان تو معلوم نہیں لیکن گاندھی جی کے جو خطوط و اسرارے کے پاس گئے تھے ان سے ظاہر ہے کہ وہ خود کو اور کانگریس

کے تنے اور پتھروں کے ڈھیر لگا دیے۔ پلوں کو خراب کر دیا۔ تار توڑ ڈالے
ڈاک خانوں اور تار گھروں کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی۔ ریلوے کے گوداموں
اور دفاتروں کو لوٹ لیا۔ اسکولوں اور گورنمنٹ اور سیولپلیٹیوں کے دفاتر
میں آگ لگا دی اور بعض بے قصور لوگوں کے گھر بھی لوٹ لیے۔ اس
طائف الملوکی میں کچھ عرصے تک اہل شہر کو بازار سے کھلانے کی چیزیں بھی
دستیاب نہ ہو سکیں۔

ان واقعات کو دیکھ کر گورنمنٹ نے شہر پٹنہ میں فوجی پہرے بٹھائیے
اور عام راستوں پر بغیر پاسپورٹ (تجربہ) آمدورفت ممنوع ہو گئی، گوئے
سپاہیوں نے شہر کی صفائی شروع کی اور جس کسی کو پایا بلا امتیاز اس کام
میں شریک کر لیا۔ بعض معزز اور خطاب یافتہ اشخاص بھی جو اتفاقاً سامنے
آگئے تھے گوروں کے ساتھ کام کرنے پر مجبور ہوئے کچھ لوگوں نے شہر سے
نکل کر دیہاتوں کی راہ لی اور سوار یوں کا باقاعدہ انتظام نہ ہونے کے سبب
سخت زحمتیں اٹھائیں۔ شہر اور اطراف پٹنہ کے علاوہ صوبے کے ہر ایک
شہر اور سب ڈویژن سے اسی قسم کے واقعات کی اطلاعیں وصول ہوئیں۔
اور حسب ضرورت گورنمنٹ نے ہر ایک مقام پر فوج کے دستے روانہ کیے۔
اور پولس اور فوج کے پہرے بٹھائے۔ بایں ہمہ باغیوں نے سینکڑوں مقام
پر ریلوے اسٹیشنوں، ڈاک خانوں، تار گھروں، سرکاری دہیم سرکاری
دفاتروں، اسکولوں اور تھانوں کو نقصان پہنچایا۔

اس قسم کے واقعات اور صوبوں میں بھی ہوئے لیکن اس میں کوئی
شک نہیں کہ ان کی شدت اور کثرت صوبہ بہار میں بہت زیادہ تھی بعض
مقام پر ان ظالم باغیوں نے ایسی وحشیانہ حرکتیں کیں جن سے ہر ایک

اس خطرے سے بہت قریب ہو۔

بعض اہل الرائے کا گمان ہو کہ غیر مسلم فرقوں میں کچھ اشخاص ایسے بھی ہیں جو جاپان کی حکومت کو مددگار بنا کر انگریزی حکومت کا استیصال کرنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ناخدا شناس اور ناخدا ترس جاپانیوں سے بھلائی کی کوئی توقع ہو ہی نہیں سکتی اور اہل چین چھو برس سے ان کی شرارتوں کا تلخ تجربہ اٹھا رہے ہیں۔ عوام الناس کو اس کا بھی یقین ہو یا بوسھاس چندربوس کلکتہ سے خفیہ فرار کر کے جرنیوں اور جاپانیوں کی پناہ میں ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس سال گورنمنٹ نے تانبے کے نئے پیسے جاری کیے جو سابق پیسے سے چھوٹے ہیں اور ان کے بیچ میں گول سوراخ ہو۔

صوبہ بہار میں مسٹر بونس پھر اپنی وزارت قائم کرنے کے لیے سلسلہ جنبا ئی کر رہے ہیں لیکن اب تک کوئی کام یابی کی امید نہیں بندھی ہو۔ ۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو اور صوبوں کی طرح صوبہ بہار میں بھی ٹونس کی فتح کی خوشیاں منائی گئیں۔ خاص پٹنہ میں کچھ زیادہ دھوم دھام مچی اور غربا کو کپڑے بھی تقسیم کیے گئے۔

ملک میں نہ کوئی جنگ واقع ہوئی ہو اور نہ قحط لیکن خلقت ایسی تباہ حال ہو رہی ہو جس کی مثال پہلے کبھی دیکھنے یا سُننے میں نہیں آئی تھی۔ غربا میں کثیر تعداد ایسے اشخاص کی ہو جو دو دن میں ایک وقت کھانا بل جائے کو غنیمت جانتے ہیں۔ چاول تیرہ آنے کو ایک سیر اور آٹا دس آنے کو ایک سیر بنتا ہو۔ غریب مزدور جو آٹھ دس آنے روزانہ مزدوری کرتے ہیں اپنے اہل و عیال کی پرورش سے عاجز نظر آتے ہیں۔ کپڑے بھی اس قدر گراں ہیں کہ غربا تو درکنار اوسط درجے کی حیثیت والے بھی پچھلے پیرائے

کو قابل الزام سمجھنے سے انکار کرتے ہیں۔

نادان باغیوں نے شاید یہ سمجھا تھا کہ موجودہ جنگ کی کش مکش میں ان فسادات سے گھبرا کر گورنمنٹ کانگریس کی بات مان لینے پر مجبور ہوگی۔ لیکن ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ایسے ہنگاموں سے نقصان کے سوا کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ سرکاری ملازم اور پولس اور فوج اور ملک کی دوسری قومیں باغیوں کے ساتھ نہ تھیں اور سلمان من حیث قوم ان کی تحریکوں سے قطعاً الگ ہیں۔

باغیانہ حرکات اور جرائم کا سلسلہ ہینوں تک جاری رہا لیکن ۲۲ ستمبر ۱۹۴۲ء سے صوبے میں عام طور پر امن کی صورت نظر آنے لگی اور اسی تاریخ کو شہر سے فوجی پہرہ اور پابندیاں اٹھا دی گئیں۔

(۳۳) موجودہ حالات ۱۹۴۳ء

فی الحال ہر ایک مقام پر حکام کی تمام توجہ جنگ میں ہر ایک طرح کی امداد دینے پر مبذول ہو رہی ہے۔ ملک ہند اب تک میدان جنگ نہیں بنا ہے لیکن ملک برہما، سنگاپور اور جزائر انڈمان پر قابض ہونے کے بعد جاپانیوں نے کلکتہ، چاٹ گام اور خلیج بنگالہ کے بعض ساحلی مقاموں پر ہوائی جہاز سے گولے گرا کر کچھ۔ کانوں کو نقصان پہنچایا اور بعض بے قصور لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اور صوبہ آسام کی سرحد پر بھی چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جاپان والے اس ملک پر بھی چڑھائی کرنے کا قصد رکھتے ہیں لیکن اب تک جرأت نہ کر سکے۔ بہر کیف صوبہ بہار بھی

(۳۴) خاتمہ

الحمد للہ کہ اس کتاب میں ۶۲۲۰ قبل مسیح سے ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲۶۲ھ تک گدھ پائلی پتر، بہار و عظیم آباد پٹنہ کے سلسلے وار تاریخی حالات اتمام کو پہنچے اور راقم کی بارہ برس کی محنت ٹھکانے لگی۔ موجودہ زمانے میں ہر گوشے کے حالات روزانہ اخباروں کے ذریعے سے معلوم ہوتے رہتے ہیں اور سال بہ سال ضروری حالات سرکاری رپورٹوں میں شائع کیے جاتے ہیں لیکن گزشتہ واقعات کے متعلق ایسی کوئی تاریخی کتاب موجود نہ تھی جس میں ہمارے صوبے کے مکمل تاریخی حالات مستند تاریخوں کے حوالے سے مرتب کیے گئے ہوں۔

شیریں تراز حکایتِ مانیت قصہ
تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

راقم
فصیح الدین بلخی

کپڑوں پر گڑا کر رہے ہیں۔ گورمنٹ نے جا بجا سرکاری ملازموں اور عوام الناس کے لیے غلے کی دکانیں بھی کھلوائی ہیں۔ لیکن ہر ایک متنفس ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جس غریب کے پاس کچھ سرمایہ باقی نہ رہا ہو اس کے لیے فاقہ مستی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ شہروں میں روزانہ فاقوں سے موتیں بھی ہو رہی ہیں اور دیہاتوں کا بھی یہی حال ہے۔

ان مصیبتوں کے بہت سے اسباب ہیں جن میں راقم کے خیال میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ابتدا میں گورمنٹ نے چیزوں کا نرخ مقرر کیا اس کو دیکھ کر مہاجنوں اور آرٹھٹ والوں نے غلے خرید کر گھروں میں چھپانا شروع کر دیا اور نرخ کو گراں کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ یقین ہے کہ اس وقت بھی ہر ایک جنس کثیر مقدار میں لوگوں نے چھپا رکھی ہے جس کا پتہ لگانے سے گورمنٹ عاجز ہے۔

ایک بڑی مصیبت یہ آپڑی ہے کہ بازاروں میں رُپیہ کا خرہ نہ ملتا۔ کچھ عرصے سے گورمنٹ نے اڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے رُپی کارواج اٹھا دیا ہے لیکن ان رُپوں میں چاندی کی مقدار زیادہ ہے اور فی الحال چاندی گراں قیمت ہو گئی ہے اس لیے مہاجنوں نے ان رُپوں کو بھی چھپا رکھا ہے بلکہ راقم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بعض مہاجن اپنے ملازموں کو رُپی کے خرہ دے لے کر دیہاتوں میں اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ پُرانے رُپی بارہ آنے کو خرید لائیں اور یہی رُپی زیورات بنانے کے لیے مناروں کے ہاں چاندی کی قیمت پر فروخت کیے جاتے ہیں۔ رُپی کا خرہ نہ ملنے کے سبب خرید و فروخت نہایت دشوار ہو گئی ہے۔ بلکہ ریل کا ٹکٹ لینے میں بھی سخت دقت پیش آتی ہے۔

کتاب جن کے حوالے سے تاریخ مرتب کی گئی ہے

(۱) طبقات ناصری (ابو عمر منہاج الدین سراج جوزجانی) مطبوعہ اشیا ملک سوسائٹی
بنگلہ ۱۸۶۲ء

(۲) تاریخ سالار سعود غازی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

(۳) تاریخ آئینہ اودھ مولفہ سید ابوالحسن

(۴) تاریخ فیروز شاہی مولفہ ضیاء الدین برنی مطبوعہ اشیا ملک سوسائٹی بنگالہ ۱۸۶۲ء

(۵) تاریخ فیروز شاہی مولفہ شمس سراج عقیف (ایضاً) ۱۸۸۸ء

(۶) وسیلہ شرف مولفہ شاہ فرزند علی صوفی منیری

(۷) تذکرۃ الکرام مولفہ شاہ کبیر الدین احمد دانا پوری

(۸) آثار شرف مولفہ قاضی سید نور الحسن

(۹) تاریخ فرشتہ مولفہ محمد قاسم فرشتہ مطبوعہ لکھنؤ

(۱۰) اکبرنامہ مولفہ علامہ ابوالفضل ایضاً

(۱۱) آئین اکبری ایضاً ایضاً

(۱۲) منتخب التواریخ مولفہ عبدالقادر بدایونی مطبوعہ اشیا ملک سوسائٹی بنگالہ جلد ۱

۱۸۶۸ء و جلد ۲ ۱۸۶۵ء

(۱۳) طبقات اکبری مولفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی مطبوعہ اشیا ملک سوسائٹی بنگالہ

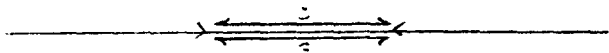
(۱۴) مائثر الامرا مولفہ شہ نواز خاں مطبوعہ اشیا ملک سوسائٹی بنگالہ

(۱۵) تزک جہاں گیری مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ

(۱۶) جہاں گیر نامہ مولفہ معتمد خان ایضاً

15. Martins Eastern India (Published 1838)
 16. District Gazetteer, Patna by Omally (1924)
 17. Twenty-eight years in India by W. Taylor
 18. Journal of the B & O Research Society 1915, 1918, 1925.
 19. Eucylopaedia Britanica 11th. Ed.
 20. Dynasties of the Kaliyug by F. E. Pargiter (1913)
 21. History of Bengal Bihar & Orissa under British Rule by Omally (1926)
 22. Memoirs of Gaur & Pandia by K. S. Abid Hosain Khan, Edited by Staplaton M. A.
 23. Coins of India by C. J. Brown.
 24. History of India as told by its own historians by Elliot & Dawson.
 25. Chotanagpur by Bradly Birt I. C. S.
 26. History of Aurangzeb by Sir J. N. Sarkar.
 27. 'Asoka' by V. A. Smith (1920)
-

- (۱۷) بادشاہ نامہ مؤلفہ ملا عبد الحمید لاہوری مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگالہ
- (۱۸) عمل صالح (شاہ جہاں نامہ) مؤلفہ محمد صالح کنہی مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگالہ
- (۱۹) عالم گیر نامہ مؤلفہ محمد کاظم بن محمد امین بخشی مطبوعہ ایضاً ۱۸۶۵ء
- (۲۰) مآثر عالم گیری مؤلفہ مستعد خان مطبوعہ ایضاً ۱۸۷۱ء
- (۲۱) منتخب اللباب مؤلفہ ہاشم خاں (خانی) مطبوعہ ایضاً ۱۸۶۹ء
- (۲۲) سیر المتاخرین مؤلفہ غلام حسین خان طباطبائی مطبوعہ لکھنؤ
- (۲۳) ریاض السلاطین مؤلفہ غلام حسین خاں زید پوری مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگالہ
- (۲۴) شاہ عالم نامہ مؤلفہ غلام علی خاں مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگالہ
- (۲۵) تذکرہ اوتہ مؤلفہ مولوی عبد الرحیم صادق پوری
- (۲۶) کتاب ہما بھارت چھاپ کلکتہ
- اور کتابوں کے نام اصل مضمون کے ساتھ پائے جائیں گے۔



ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

ہر مہینے کی پہلی اور سولہویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے

چند سالانہ ایک ٹیمپری پرچہ ایک آنہ

اُردو

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خالص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں، ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہے۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر ساڑھے چار پیکڑ انگریزی (آٹھ پیکڑ عثمانیہ) منوانے کی قیمت ایک ٹیمپری بارہ آنے (دو پیکڑ عثمانیہ)

رسالہ سائنس

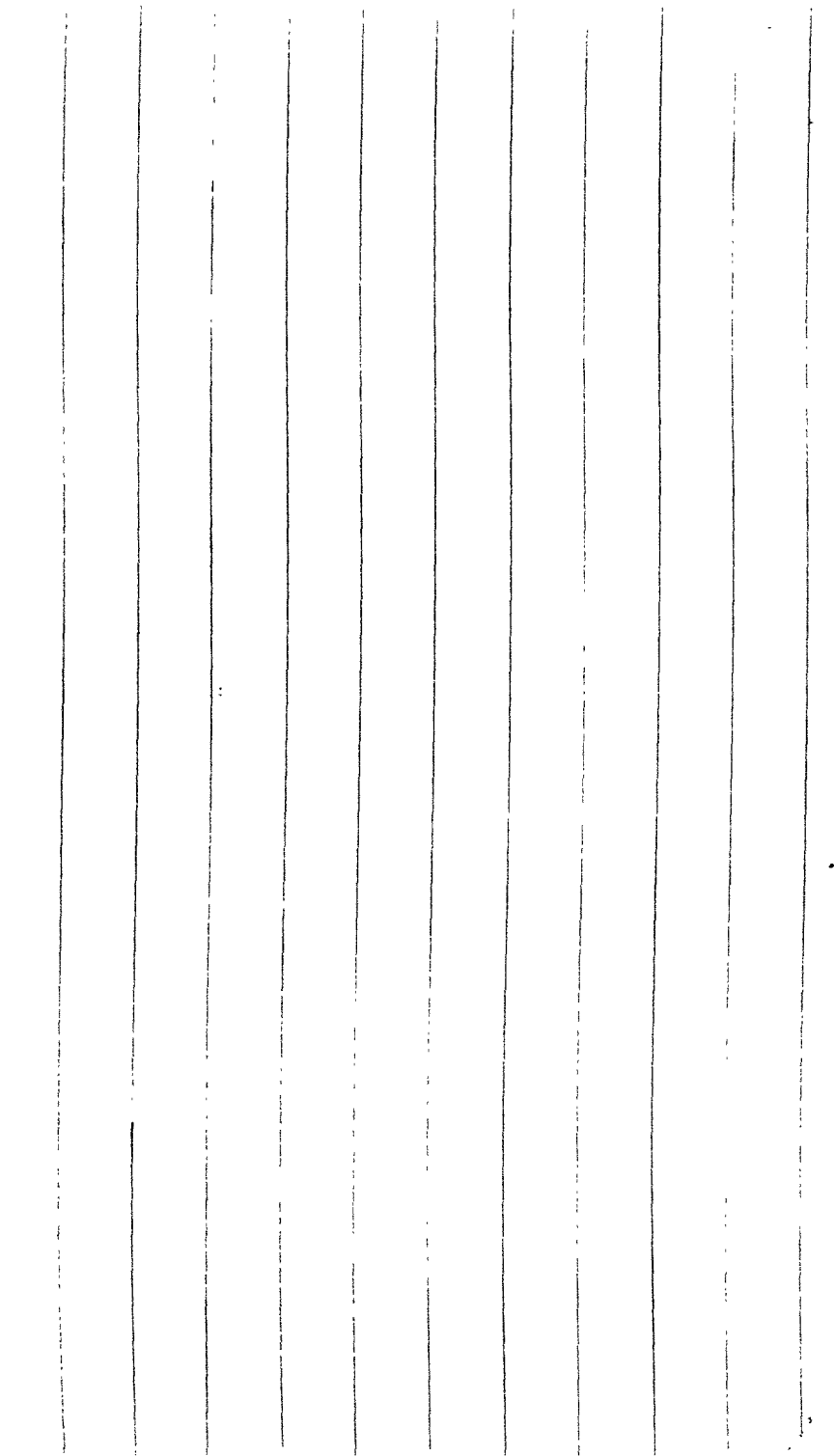
انجمن ترقی اُردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

اس ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے۔ دنیا میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں، باجمہیں یا ایجادیں ہو رہی ہیں ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔ رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ صرف پانچ پیکڑ انگریزی (چھ پیکڑ عثمانیہ) خط و کتابت کا پتہ: مہتمم مجلس اُردو رسالہ سائنس، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دکن

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

ENGLISH BOOKS

1. Buddhist India by Dr. T. W. Rhys Davids L. Ld., Ph. D. 5th. Ed. 1917.
2. Early History of India by Dr. V. A. Smith (1924)
3. Ancient Geography of India by Gen. Sir A. Cunningham.
4. Dialogues of Budha (T. W. Rhys Davids)
5. Ancient India as described by Megasthenes & Arrian by J. W. Mc. Crindle M. A.
6. On the Travles of Yunán Chwang by T. Watters.
7. Discovery of the exact site of Asoka's classical capital of Pataliputra by Lt. Col Waddel (1912)
8. Buddhist Records of the Western world by Prof. Beal.
9. Fa Hian's Travels by Prof. G. Lagge (1886)
10. Stewart's History of Bengal.
11. Taverner's Travels (Published London 1684)
12. Travels in the Moghal Empire by Francoi Bernier
13. Early British Administration of Bihar by R. Hand.
14. Early Revenue History of Bengal & Fifth Report by F. D. Ascoli M. A.



مشاہیر یونان و روم (حصہ اول و دوم)

وطن پرستی اور بے نفسی - عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس
ہر ایک صفحہ معمور ہے۔ قیمت حصہ اول مجلد چار روپیہ (اللہ) بلا جلد تین روپیہ
(سے) حصہ دوم مجلد تین روپیہ (سے) بلا جلد دو روپیہ آٹھ آنے (سے)

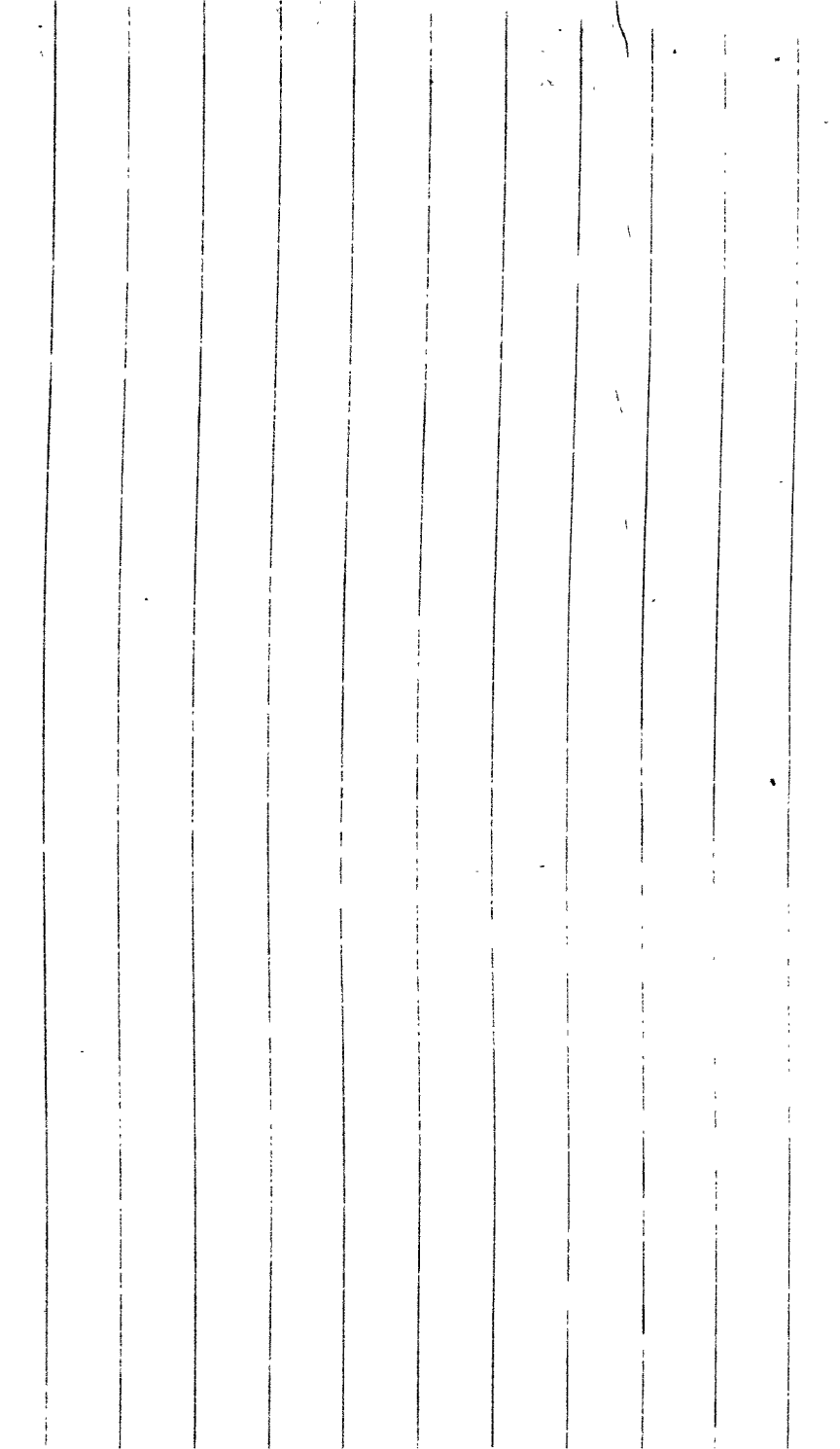
کتاب الہند (البیرونی) حصہ اول و دوم



البیرونی کی اس معرکہ آرا تصنیف کے ترجمے کی کئی مختلف ادارہ
نے کوشش کی لیکن تنوع علمی موضوعات اور دقیق مسائل کی بہتات
سبب اس کی تکمیل سے قاصر رہے، سات سال کی محنت کے بعد مشور
ماہرین علم سے رجوع کر کے انجن اس کتاب کا قابل الطینان ترجمہ کرا۔
میں کام یاب ہو گئی، قیمت حصہ اول مجلد تین روپیہ آٹھ آنے (سے)،
بلا جلد تین روپیہ (سے) حصہ دوم مجلد للہ، بلا جلد سے

ملنے کا پتہ

انجن ترقی اُردو (ہند) دہلی



CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI
○
Issue Record.

Catalogue No. 254.16/Fas.- 2795.

Author— Fasihud'Din Balkhī
Azīmabadi.

11b-4 M